

# ویکیٹین

یہ ناچیز کتاب الہارون یعنی خلیفہ اردن رشید  
شاہنشاہ اسلام کی سونے کی عمری بمال ادب و

علاوہ

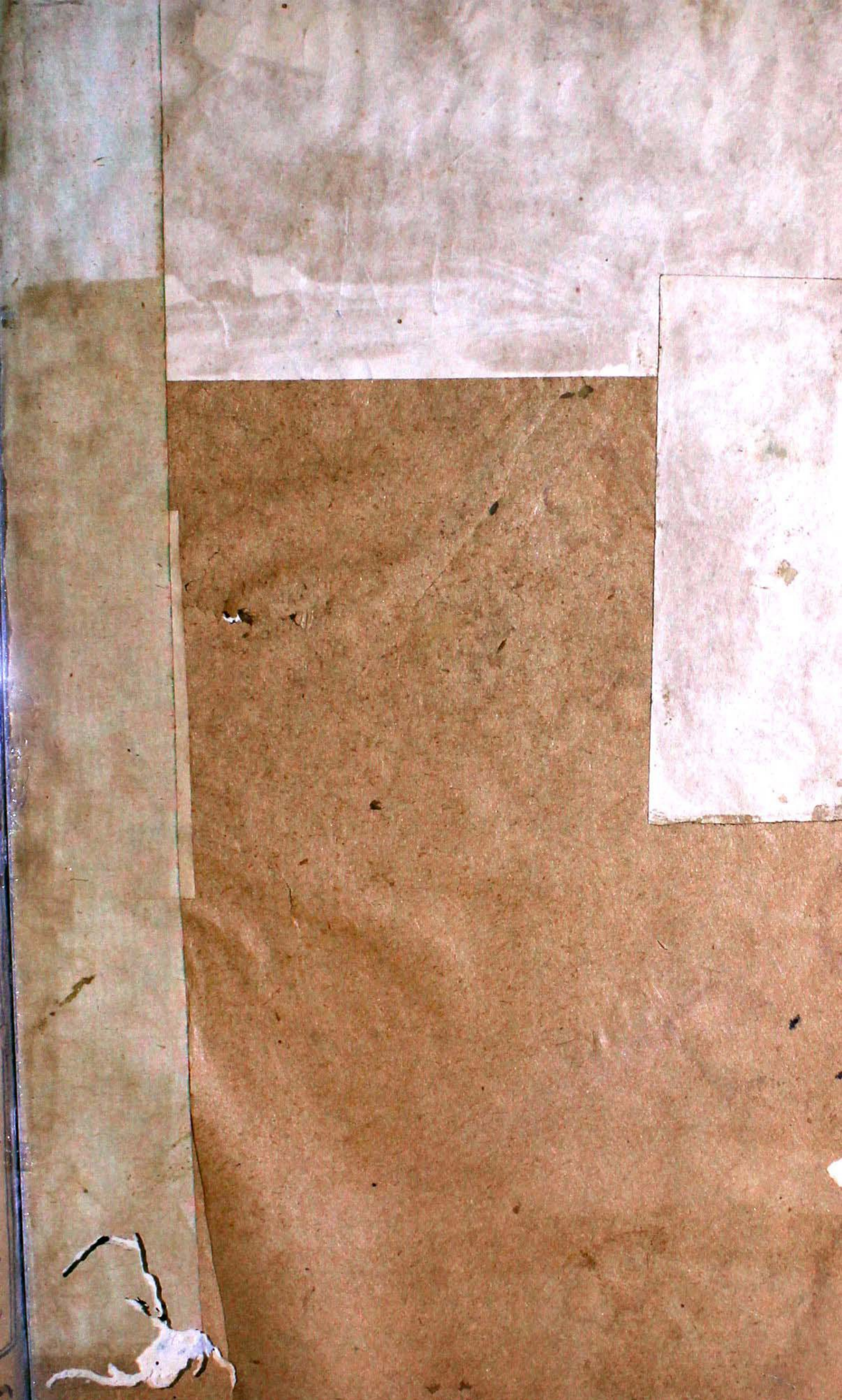
جناب مستطاب علی القاب سرکار عالی نواب  
محمد فضل الدین خان سکندر جنگ اقبال الدولہ

اقتدار الملک سر وقار الامراء بہادر کے سی آئی ای  
پرائم فسطو مدار المہام دولت آصفیہ حیدر آباد دکن

کے نام نامی واسم گرامی کے ساتھ حسب الجازت  
جناب مدوح معنون اور منسوب کی جاتی ہے

سید محمد خا کسا

مصباح الدین احمد ترجمہ محاربہ فرانس و پرتگال و مؤلف الہارون



# مطالب کتاب الہارون

135128

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۹	حضرت ابو بکرؓ کا خلیفہ منتخب ہونا		عرب آزادی کے بہت		فہمہ
۲۰	حضرت عمرؓ کا خلیفہ مقرر ہونا	۱۱	شائق ہیں	۱	ہارون کا سلسلہ آصفیہ میں داخل ہونا
۲۱	حضرت عثمانؓ کا خلیفہ مقرر ہونا	۱۱	عکاظ	۲	ٹوپیکیشن کی اجازت
۲۲	قرآن شریف کا منزل من اللہ ہونا		عربوں کی شوشل حالت پر عکاظ	۱	دیباچہ
۲۵	حضرت علیؓ کا خلیفہ منتخب ہونا	۱۲	کاثر		رسول مقبولؐ کا تمام مسلمانوں کو علم و
۲۸	جنگ صفین		زمانہ جاہلیت میں عرب کے اطوار	۱	پہن سیکھنے کیلئے ارشاد فرمانا
۲۸	فرقہ خوارج	"	و وحشیانہ رسمیں	"	عربوں کی علم و ہنر میں ترقی
۲۹	حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ و جہ کا شہید ہونا	۱۲	وہد البنات یعنی دفن دختران زندہ	۲	یورپ میں علم و ہنر مسلمانوں کی وجہ سے پھیلا
	بنی امیہ کی خلافت اور امام حسینؓ		ایک عرب سردار مسی عثمان	۳	قرآن مجید کی برکت
۲۹	کا قتل	"	کی رقت	۴	علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف
	آنحضرت صلعم نے کل اقوام عرب		آنحضرت صلعم کا عربوں سے وحشیانہ	"	خاندان عباسیہ
	کو ایک متحد قوم بنایا اور تہذیب	"	رسموں کا ترک کرانا	"	خلیفہ ہارون الرشید
۳۱	سکھائی		حجر اسود و کعبہ کے ۳۵۰	۶	خاندان بکنی
۳۱	خلفائے راشدین کی سادگی	"	توں کا ذکر	۷	خلیفہ ہارون الرشید کی پولیٹیکل تقریر
	خلفائے راشدین کی سادگی	۱۲	کعبہ شریف کی متولیت	۸	التاسس مترجم
۳۲	کی ایک حکایت	۱۵	شجرہ نسب خاندان بنی امیہ	۹	تمہید
۳۳	سلطنت اسلام کی ترقی	۱۶	شجرہ نسب خاندان بنی عباسیہ	"	آنحضرت صلعم کی پیشین گوئی
"	جزیہ	۱۷	شجرہ نسب خاندان علوی و فاطمی	"	خلیفہ ہارون الرشید کی سوانح عمری
۳۵	علوم و فنون کی ترقی	۱۸	خلفائے راشدین	۱۰	عرب کا زمانہ جاہلیت
"	عبداللہ بن زبیر	"	حدیث انک	"	عرب کی شاعری

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۴	اور رعایا کی خوشحالی	۴۵	خلیفہ مہدی کی خلافت	۳۶	یزید اول کا فسق و فجور
۵۵	چھوٹا وزیر	"	حکیم المقنع	"	مروانیوں کی خلافت
"	جعفر برکی کی وزارت	"	ہادی کی خلافت	۳۸	خلیفہ عبد الملک
۵۷	براکہ کی سخاوت	"	باب	"	حجاج بن یوسف
۵۹	یحییٰ کے عاقلانہ مقولے	"	ہارون الرشید کی	"	کبوتر حرم
"	جعفر کی مروت و فیاضی	۴۶	تخت نشینی	۳۹	صحزہ
۶۱	جعفر کا اقتدار	"	ہارون الرشید کی ولادت	"	خاندان بنی امیہ پر زوال
۶۳	فضل برکی کا اسحق موصی سے سلوک	"	سنہ جلوس	"	آنے کا سبب
۶۴	امام محمد عباسی سے فضل کا سلوک	"	علمی فضیلت	۴۰	خلیفہ عمر بن عبدالعزیز
۶۶	محمد عباسی کا ایفائے وعدہ	۴۶	مذہبی عقائد	"	مسلمانوں کی سلطنت کی وسعت
"	ہارون الرشید کی خلافت میں	۴۷	فیاضی اور سخاوت	۴۱	ہشام
۶۶	اہل کمال کی کثرت	"	ابوالعتاہیہ شاعر تاپینا	"	ولید ثانی
"	ہارون الرشید کی سلطنت کی شان و شوکت	۴۸	علماء کا ادب	"	قرآن کے ساتھ بے ادبی
۶۷	نقشہ سلطنت ہارون الرشید	۴۹	یحییٰ بن خالد برکی	۴۱	کرنے کا نتیجہ
"	باب دوم	۴۹	ہادی و یحییٰ کا باہمی مشورہ	"	مروان ثانی اور تمام سلطنت
"	ہارون الرشید کی خلافت	۵۰	حزیران اور ہارون الرشید	۴۲	میں بغاوت ہو جانا
۶۸	کا کمال عروج	"	ہارون الرشید کی تخت نشینی اور	"	ابن عباس رضی اللہ عنہ
"	دمشق - ہاشمیہ - بغداد	۵۱	یحییٰ کا وزیر اعظم ہونا	"	ابو مسلم
"	وسعت سلطنت	"	ابو اصم	۴۴	عبداللہ عباسی کا خلیفہ مقرر ہونا
۶۹	ہارون الرشید کو اپنی	۵۲	حسرت الخوارجین	"	امویوں کا قتل ہونا
"	کس قدر خیال	۵۲	خاندان برکی	"	خلیفہ منصور عباسی
"		۵۴	خالد کی فراست	"	ابو مسلم کا قتل ہونا
"		"	سلطنت کی شان و شوکت	۴۵	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	باب سوم		ابراہیم بن اغلب گورنر افریقہ		یحییٰ ابن عبداللہ کا خروج
		۸۱	کا موروثی ہو جانا	۷۰	دیلیم میں
۸۹	توال خاندان برکی	۸۱	خاندان بنی ادریس	۷۲	زیر ابن عوام کی اولاد
	ہارون الرشید کے برآمدہ سے بکلیت	۸۲	کریٹ اور قبرس کا فتح ہونا	۷۳	زبیری پر قہر خدا اور قتل یحییٰ
۸۹	ناراض ہو جانے کے اسباب	۸۳	سلطنت یونان سے جنگ	۷۴	موسیٰ بن عیسیٰ عامل مصر کی موقوفی
	جعفر کی شکایت میں گمنام		تقفور شاہ یونان کا خط بنام		عمر بن ہربان کا گورنر مصر
۹۰	منظوم عرضی		ہارون الرشید		مقرر ہونا
	برآمدہ میں مذہبی پابندی کم تھی	۸۴	ہارون الرشید کا خط بنام تقفور	۷۵	ابو سعید ام کی بغاوت
	برآمدہ کی شکایت میں ایک اور		شاہ یونان سے جنگ ہونا اور اسکا		ابو سعید ام کی گرفتاری اور ہائی
	عرضی دستخطی		ششماہی خراج ادا کرنا		عطاف ابن سفیان کی بغاوت
۹۱	جعفر اور عباس کی شادی		یونانیوں کی بدعہدی اور		اور اس کی فراری
	عباسہ اور جعفر کی ملاقات اور		ان کی تباہی	۷۶	مصر میں قوم ہوتیہ کی بغاوت کو کوبی
	اولاد ہونا		شاہ یونان نے جزیرہ و خراج دینا		ولید شیبانی کی بغاوت اور اسکا قتل
	ہارون الرشید کی برآمدہ سے	۸۵	منظور کر لیا	۷۷	عجیب مشابہت
۹۲	ناراضگی کے وجوہات		ہرثمہ کی روانگی جانب خراسان		یلے چو اسرولید
۹۳	اسمعیل اور خلیفہ کی گفتگو	۸۵	اور یونانیوں کی بدعہدی		یزید بن حاتم مہلبی عامل افریقہ
	جعفر کا خلیفہ کی نسبت کلمات		حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معاہدہ	۷۸	وقت عبادت کی بغاوت
۹۴	ناسخ اکہنا		عیسائیوں ساکنان بیت		فضل بن روح کا عامل افریقہ ہونا
۹۵	جعفر کا گورنر خراسان مقرر ہونا		المقدس سے		ٹیونس میں بغاوت
۹۶	یحییٰ برکی سے خلیفہ کی ناراضگی	۸۹	دعوت برکی		ابن الفارسی
۹۶	بختیشوع طبیب کا بیان				ابن الجارود کی بغاوت اور ہرثمہ
	قصر الحلد			۷۹	ابن العین کا گورنر افریقہ ہونا
				۸۱	محمد ابن مقاتل

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۰	صبح تباری سے خلیفہ کا تخلص	۱۱۰	حمزہ ابن اترک کی بغاوت	۹۷	خلیفہ کا زہیدہ سے مشورہ
۱۲۱	حیریل بن بختیشوع عطیب	۱۱۱	علی بن عیسیٰ گورنر خراسان	۹۸	عباسہ کا قتل
۱۲۱	عبرت	۱۱۱	علی بن عیسیٰ گورنر خراسان	۱۰۱	جعفر برکی کا قتل
۱۲۲	خلیفہ نے کرمان شاہ میں فوج سے گفتگو کی	۱۱۱	رفیع بن لیث کی بغاوت	۱۰۲	عباسہ اور جعفر کی اولاد کا قتل
۱۲۲	فضل بن ربیع وزیر اعظم	۱۱۲	علی بن عیسیٰ کی شکست	۱۰۳	العمرائی مورخ کا بیان
۱۲۲	خلیفہ کا طوس میں پہنچنا	۱۱۳	ہرثمہ کا گورنر خراسان مقرر ہونا	۱۰۳	خلیفہ کی برکیوں سے ناراضگی
۱۲۲	ہارون الرشید کو ہلم غیبی کا طوس میں دفن ہونے کی اطلاع دینا	۱۱۴	علی بن عیسیٰ کی گرفتاری	۱۰۴	خلیفہ کے بچنے کے دانت اور بال
۱۲۳	بشیر بن لیث کی گرفتاری	۱۱۴	ہارون الرشید کا بذات خود میدان جنگ میں جانا	۱۰۴	بچی اور فضل کا قید ہونا
۱۲۳	ہارون الرشید کا موت کے لئے تیار ہونا	۱۱۵	فضل بن بہل	۱۰۵	بچی کو قتل جعفر کی اطلاع ملنا
۱۲۴	سعد بن سعد سے خلیفہ کی گفتگو	۱۱۵	خلیفہ کو ولیعہد مقرر کرنے میں سخت رقت پڑی	۱۰۵	بچی برکی کی دعا کعبہ شریف میں
۱۲۴	خلیفہ ہارون الرشید کی وفات	۱۱۵	امین اور مامون	۱۰۶	فضل برکی کے تازیانے مارنا
۱۲۴	ہارون الرشید کی وصیت	۱۱۶	ہارون الرشید کا سلطنت کو بیٹوں پر منقسم کرنا	۱۰۶	بچی برکی کی موت
۱۲۵	مامون کا غصہ فضل بن ربیع پر اور اسکے وزیر کی نصیحت	۱۱۶	کسانی بخوی	۱۰۷	فضل برکی کی موت
۱۲۵	امین کا معاہدہ کو نسوخ کر دینا	۱۱۸	عمانی شاعر	۱۰۷	عبدالرحمن عباسی کا عبرت انگیز بیان
۱۲۵	امین کی مامون پر فوج کشی اور امین کا قتل ہونا	۱۱۹	اصمعی کی روایت	۱۰۷	ابراہیم کا قتل
۱۲۶	خلیفہ ہارون الرشید کا تخلص	۱۱۹	زبیدہ خاتون کی شکایت	۱۰۸	باب چہارم
۱۲۶	خراسان کی تباہی	۱۲۰	خلیفہ کی صحت بروقت روانگی	۱۰۸	ہارون الرشید کی خلافت کا آخری زمانہ اور اس کی وفات
			جانب خراسان	۱۰۹	رقہ کا دار الخلافہ مقرر ہونا
				۱۰۹	ایران کی بد انتظامی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۸	سفیان اور فضیل کی حکایت	۱۲۸	ہارون الرشید کے	۱۲۸	محمد بن سلیمان عباسی کی بغاوت
۱۲۷	علم حدیث		منج کے حالات	۱۲۹	امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت
۱۲۸	الہجریٹ اور عیسائی کی حکایت	۱۳۵	الف لیلہ پر محققانہ رائے	۱۳۰	عبد الملک بن صالح عباسی کی گرفتاری
۱۲۹	کتاب الاغانی کی طرز تحریر	۱۳۱	ہارون الرشید سے ایک جئیہ	۱۳۱	پسر ناخلف
۱۳۰	قاضی ابو یوسف	۱۳۲	کی ملاقات	۱۳۲	عبد الملک کا گورنر شام مقرر ہونا
۱۳۱	خلیفہ ہارون الرشید کے	۱۳۳	جن حضرت اور غول کی تشریح	۱۳۳	عبد الملک کی بابت یحییٰ برکی سے استفسار
۱۳۲	جنتی ہونے کا فتویٰ	۱۳۴	تین سیب یازن مقتولہ	۱۳۴	فضل اور یحییٰ کی عارضی جہائی
۱۳۳	عیسیٰ ابن جعفر اور اس کی کنیز	۱۳۵	نور الدین اور انیس الجلیس	۱۳۵	زبیدہ خاتون
۱۳۴	جعفر برکی اور اس کی کنیز	۱۳۶	ہارون الرشید کی معدلت اور	۱۳۶	زبیدہ خاتون کا فیض اب تک جاری ہے
۱۳۵	عالموں اور گوزروں کی تقریر	۱۳۷	انصفت	۱۳۷	زبیدہ خاتون کا انتظام خانہ داری
۱۳۶	کا طریقہ	۱۳۸	یہودی نجومی	۱۳۸	ہارون الرشید کے حالات
۱۳۷	سمعیل بن صالح کا عامل مصر مقرر ہونا	۱۳۹	ہارون الرشید کی نیند کا حال	۱۳۹	تحریر کرتے ہوئے اسکے زمانہ کی پولیٹیکل مصلحتوں پر خیال کر لینا ضروری اور لازمی ہے یہ ترجمہ مستند اور معتبر کتابوں سے اخذ ہے
۱۳۸	ابراہیم الموصلی اور اسٹو والا	۱۴۰	ابن القریبی اور مسرور کا معاہدہ	۱۴۰	باب سوم
۱۳۹	خانہ کعبہ میں ہارون الرشید اور	۱۴۱	مبالغہ	۱۴۱	
۱۴۰	ایک عرب کی بیخوف گفتگو	۱۴۲	عذر گناہ بدتر از گناہ کی عملی	۱۴۲	
۱۴۱	ابراہیم الموصلی اور ابو مرہ	۱۴۳	تمثیل	۱۴۳	
۱۴۲	ہارون الرشید کی عربی زوجہ	۱۴۴	مرغ اور مرغی کا لطیفہ	۱۴۴	
۱۴۳	معن کا عامل بصرہ مقرر ہونا	۱۴۵	ابو نواس کی ڈاڑھی کا لطیفہ	۱۴۵	
۱۴۴	خلیفہ کونینہ نے آنا اور جعفر کی گفتگو	۱۴۶	ابو نواس کی حاضر جوابی	۱۴۶	
۱۴۵	ابو مریم مدنی	۱۴۷	حمید الطوسی کی حاضر جوابی	۱۴۷	
۱۴۶	الحکم ندیم اور ہارون الرشید کی حکایت	۱۴۸	اسحاق مغنی کی حاضر جوابی کا	۱۴۸	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۰۱	عربوں کی حاضر جوابی	۱۸۷	ابونواس اور زبیدہ خاتون	۱۶۸	طیب اور مچھلی
	خلیفہ ہارون الرشید کے	۱۸۹	ابونواس اور ابن الرشید	۱۶۹	کوثر خادم ابن الرشید
۲۰۲	عادات و اطوار	۱۹۰	ابن کاچال وطن	۱۷۰	ابراہیم ابن المہدی برادر خلیفہ
۲۰۶	ہارون الرشید کے جانشین	"	ابوعیسیٰ خلف ہارون الرشید	۱۷۱	بقسمت نام
	خلافت کا سلطنت عثمانیہ		ابراہیم ابن المہدی اور	۱۷۲	ہارون الرشید کا صوفی بیٹا
"	میں منتقل ہونا	۱۹۱	اسحق مغنی	۱۷۲	ایک اموی اور متار کی حکایت
	ہارون الرشید کی سلطنت کی	۱۹۴	فضل برکی اور اسحق مغنی	۱۷۷	ابوعتاسیہ اور عتبہ کینز
۲۰۷	سالانہ آمدنی		خلیفہ کا اپنی عیسائی رعایا سے	۱۸۰	ہارون الرشید کی نرم دلی
	ہارون الرشید کی فوج	"	سلوک		برکیوں کی فیاضی اور بچی
۲۰۸	کی تعداد	۱۹۵	اصمعی	۱۸۲	کی حکایت
"	فہرست خلفائے اسلام	"	ابوعبید اور اصمعی		عربوں کی ذہانت اور خلیفہ
۲۱۰	فہرست خلفائے راشدین	۱۹۶	اصمعی کا دربار میں حاضر ہونا	۱۸۳	کی فراست
"	فہرست خلفائے نبی امیہ	۱۹۷	خلیفہ ولید اور کنیز مغنیہ	۱۸۴	علیہ اور غلام
۲۱۱	فہرست خلفائے عباسیہ بغداد	۱۹۹	عبید ابن الابرص شاعر	۱۸۵	زبیدہ خاتون اور علیہ
۲۱۳	فہرست خلفائے عباسیہ مصر	۲۰۰	پانچ عورتوں کو طلاق ملنا	"	فضل برکی اور علیہ
۲۱۳	فہرست خلفائے خاندان عثمانیہ	۲۰۱	ناممکن فیصلہ	۱۸۶	زبیدہ خاتون کا افتار



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# دیباچہ

مَحَلَّةٌ وَنُصَيْحَةٌ وَتَسْلِيمَةٌ عَلَى سُرِّ السُّلُوكِ الْكَرِيمِ

لہوینا سب حملنا سلطانہ فاكتفينا باسره سبحانہ

پہنچے آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تمام امت مسلمان عرب کو علم سیکھنے کے واسطے یہ نصیحت فرمائی کہ اطلبوا العلم ولو کان بالحبشین (علم سیکھو جہاں ہے وہ ملک چین میں ہی ہو) اس نصیحت پر عمل کر کے تمام مسلمانوں نے عموماً اور اسلام کے بادشاہوں نے خصوصاً علوم اور فنون کے سیکھنے اور اس کی اشاعت اور پھیلانے میں ایک زمانہ دراز تک جو کوشش اور جانفشانی کی اور علم و فن کی ہر ایک شاخ کو اعلیٰ درجہ کی ترقی پر پہنچایا اس بات کو تمام دنیا جانتی ہے یورپ جو آج کل تمام دنیا میں علوم اور فنون اور تہذیب کا مخزن اور مرکز سمجھا جاتا ہے اور فی زمانہ جس قدر عظمت اور قوت اس کو حاصل ہے یہ سب باتیں مسلمانوں کے طفیل سے اس کو حاصل ہوئی ہیں یورپ والے اگر مسلمانوں سے علم اور تہذیب نہ سیکھتے تو آج ان کو یہ رتبہ اور حاصل نہ ہوتا خود یورپ کے مستند فاضلوں اور مورخوں نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ یورپ کی تہذیب اور علوم و فنون کی ترقی کے موجب مسلمان ہیں۔

متذکرہ بالا بیان کی تصدیق میں بطور مشتمل نمونہ از خروارے، "یورپ کے چند جلیل القدر فاضلوں کی رائیں مندرج کی جاتی ہیں۔ اور بخوف طوالت صرف چند رایوں پر اکتفا کیا جاتا ہے اور گریسینڈر نے صاحب اپنی کتاب تاریخ دنیا میں تحریر کرتے ہیں کہ عرب فاتحوں نے حصول

رسول مقبول  
کا تمام مسلمان  
علم و ہنر سیکھ  
کیلئے ارشاد  
فرمانا

علوم و فنون میں بہت جلد اسی قدر ترقی کر لی جتنی کہ ان کی فوجی قوت میں ترقی ہو گئی تھی عربوں نے  
 تہذیب کو خود حاصل کر کے بڑی سرگرمی کے ساتھ اُس کو پھیلا یا۔ بڑے بڑے شہر ان کی حکومت  
 میں تعمیر ہونے لگے۔ تجارت اور کارخانوں نے بڑی ترقی حاصل کی۔ مدارس اور کالج تمام اسلامی دنیا  
 میں بن گئے اور ان میں علوم و فنون پڑھائے اور سکھائے جانے لگے عربوں میں علم و فضل اور شاعری  
 اور تمام علم و فنون کا رواج اس وقت بھی بڑے عروج پر تھا جبکہ یورپ میں تہذیب اور علم و ہنر  
 نہیں پھیلا تھا اور جو زمانہ کہ یورپ کی تاریخ میں بہت تاریک زمانہ کہلاتا ہے مسلمانوں کی سلطنت اس زمانہ میں  
 نہایت وسیع ترین سلطنت دنیا میں تھی اور اپنی تمام مملکت میں عربوں نے علم پھیلا دیا تھا بارہویں  
 صدی کے آغاز میں اقلیدس۔ علم ہندسہ ہیئت اور علوم طبعی یورپ میں عربوں کی وجہ سے پہنچے  
 یعنی یہ سب علوم عربی زبان میں موجود تھے جو یورپ میں لائے گئے تھے۔ اندلس کے مسلمانوں میں تو  
 علوم و فنون صنعت و حرفت کا چرچا۔ دسویں صدی کے آغاز ہی میں درجہ کمال پر پہنچا تھا۔ وہاں  
 مسلمانوں کے مدرسے کتب خانے اور یونیورسٹیاں و بیت العلوم موجود تھے۔ علماء اور فضلاء علم ادب  
 منطق۔ فصاحت۔ بلاغت۔ نجوم۔ حساب۔ علم ریاضی کے سبق طالب علموں کو پڑھایا کرتے تھے  
 یونانیوں کی فلسفہ کی کتابیں سب سے پہلے عربوں نے اپنی زبان میں ترجمہ کر لی تھیں یورپ  
 والوں نے عربی ترجمے کو لاطینی میں ترجمہ کیا اور اس طرح سے علم فلسفہ بذریعہ عربوں کے یورپ  
 میں پہنچا کیونکہ اُس زمانہ کے یورپین فضلاء میں سے معاورد چنانہی قدیم یونانی زبان سمجھ سکتے  
 تھے۔ علم حیوانات۔ علم نباتات۔ علم کیمیا اور فاضلہ علم طب اور حکمت کا مسلمانوں کو بہت شوق  
 تھا۔ اسپین کے مسلمانوں کے ہم سب یورپ والے اس بات کے ممنوں ہیں کہ علم حساب اور  
 عددوں کا لکھنا یورپ والوں کو مسلمانوں کی وجہ سے آیا اور اسی وجہ سے علم یورپ میں  
 عربی ہندسہ حساب کے نام سے مشہور ہے عربوں نے علم ریاضی یونانیوں یا ہندیوں سے سیکھا ہے  
 خلفائے عباسیہ نے اقلیدس اور دیگر یونانی علم ہندسہ اور ہیئت کی کتابوں کا ترجمہ عربی میں کرایا تھا  
 ہندوستان سے علم حساب کی کتابیں منگوا کر خلفائے مذکور نے ان کا ترجمہ عربی میں کرایا ایک  
 عرب فاضل نے جن کا نام ابن موسیٰ تھا علم جبر و مقابلہ پر نویں صدی میں ایک کتاب تصنیف  
 کی اور مساوات کے حل تک اس میں قاعدے وغیرہ لکھے تھے۔

یورپ میں  
 علم و ہنر  
 مسلمانوں  
 کی وجہ  
 سے پھیلا



لیجا کر مشرق اور مغرب کا سلسلہ ملا دیا۔

ڈاکٹر اسپرنگ صاحب نے کہ جن کی مہارت علوم عربیہ میں مشہور ہے حسب الحکم صاحبان کورٹ آف ڈاکٹرس کتاب اسد الغابہ فی تہذیب الصحابہ تصنیف علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی کا ترجمہ انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اس کے ویساچہ میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کے علوم کی عزت علم اسماء الرجال ہے آج تک نہ تو ایسی کوئی قوم گذری اور نہ اب موجود ہے کہ جس نے مسلمانوں کی مانند بارہ سو برس کے عرصہ میں ہر ایک اہل علم کے حالات زندگی قلمبند کئے ہوں۔ اگر مسلمانوں کی کتب رجال جمع کی جائیں تو غالباً ہم کو پانچ لاکھ مشاہیر علماء کا تذکرہ مل جائے ان کی تاریخ میں کوئی قریہ یا نامی جگہ ایسی نہیں ہے کہ جسکے کسی آدمی کا ذکر اس تذکرہ میں نہ ہو۔

علامہ شیخ  
ابن حجر  
عسقلانی  
کی تصنیف

مسٹر لیٹھ برج صاحب نے اپنی تاریخ ہندوستان میں لکھا ہے کہ اسلام کے پہلے تاریخ کی حالت تاریکی میں تھی جب اسلام کا سرچشمہ نمودار ہوا تو اس وقت سے تاریخ کے حالات صحیح معلوم ہونے لگے مطلب یہ ہے کہ تاریخ کی ترقی دینے والے مسلمان ہی ہیں۔

مسلمانوں کی سلطنت میں خلفائے عباسیہ کے زمانے میں علوم و فنون کی بڑی ترقی ہوئی حضرت عباس انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم بزرگوار تھے یہی اس خاندان کے مورث ہیں حضرت عباس جنگ بدر میں گرفتار ہوئے تھے۔ انحضرت نے قبل جنگ صحابہ سے ارشاد فرمایا تھا کہ عباس کو کوئی قتل نہ کرنا زارہ گرفتار کر لینا چنانچہ ابوالیسر النزاری نے آپ کو زارہ ہی گرفتار کیا بعد ازاں آپ ایمان لے آئے۔ انحضرت نے حضرت عباس کو وعاوی تھی کہ واجعل الخلفاء باقیہ فی عقبہ یعنی عباس کی اولاد میں خلافت باقی رہے چنانچہ یہ رسول مقبول ہی کی دعا کا اثر تھا کہ ان کے خاندان میں خلافت اور شہنشاہی آٹھ سو برس تک رہی اور خاندان عباسیہ نے بڑے کروفر سے بادشاہت کی یہ وہی حضرت عباس ہیں جن کا نام جمعہ کے خطبہ میں ہر مسلمان جامع میں سنتا ہے۔

خاندان  
عباسیہ

سلطنت اسلام میں سب سے بڑا شہنشاہ خلیفہ ہارون الرشید اسی عباسیہ خاندان میں سے ہوا ہے اور اسی کی سوانح عمری کا یہ اردو ترجمہ ہے کسی کتاب کے ترجمے میں کمی و بیشی کرنا منصب ترجمہ نگاری کے

خلیفہ  
ہارون  
الرشید

۱۸۵۷ء تک ہندوستان پر انگریزی سولڈیروں کی ایک کمپنی حکمران تھی ہندوستان براہ راست تلج برطانیہ کا ماتحت تھا صدر کے بعد پارلیمنٹ انگلستان نے کمپنی مذکور کو بے دخل کر کے براہ راست ہندوستان کو اپنے ماتحت کر کے سلطنت انگلینڈ کا ایک جزو قرار دیا اس کمپنی میں چند سوداگر ڈاکٹر منتخب ہوا کرتے تھے یہی لوگ صاحبان کورٹ آف ڈاکٹرس کہلاتے تھے۔ مصباح ۱۱۲

بالکل خلاف ہے۔ اس واسطے ہمے مسٹری ایچ۔ پامر۔ ایم۔ اے۔ پروفیسر عربی یونیورسٹی آف کیمبرج  
 زانگلستان کی مصنفہ ہارون الرشید کے ترجمے کا حق پورا پورا ادا کیا ہے لیکن یہ بات بافسوس  
 کہنی پڑتی ہے کہ بعض یورپین مصنفوں کی تالیفات میں ایک عام قاعدہ رواج پا گیا ہے کہ وہ تاریخی  
 حالات لکھتے ہوئے بعض مواقع پر اپنی تصانیف میں مشاہیر اور حکمران اسلام پر ضعیف خبروں پر  
 اعتماد کر کے ایسے لفظی حملے کر جاتے ہیں جو صریح کذب اور غلطی کی حالت تک پہنچ جاتے ہیں چنانچہ اس کتاب  
 میں بعض موقعوں پر ہم نے ایسے جملوں کی تردید بروئے تحقیق کتب معتبرہ اور مستندہ سے حتی الامکان  
 اپنے فٹ نوٹوں کے ذریعے سے کر دی ہے۔ جس سے اصلی حالات کا صحیح اندازہ ظاہر ہو جاتا ہے۔  
 تاہم بڑی ناشکر گزاری ہوگی اگر مسٹر پامر جیسے فاضل کی محنت شاقہ کی داد ہم نہ دیں۔ فاضل موصوف  
 نے ہارون الرشید کے رطب و یابس کل پر گذرہ واقعات کو عربی مورخوں اور مصنفوں کی متفرق  
 کتابوں اور تالیفوں سے انتخاب کر کے ایک جگہ ترتیب دیا جس سے پامر صاحب کی لیاقت اور محنت  
 کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ کسی غیر قوم کے تاریخی حالات کو فراہم کر کے اپنی ملکی زبان میں ترتیب دینا بیشک  
 قابل قدر اور مفید کام ہے انگریزی دان اصحاب کیلئے مسٹر پامر کی یہ محنت لائق محنت و سپاس گزاری  
 اور اسی ذخیرے سے ہم نے اردو زبان میں اپنے ہم وطنوں کے لئے یہ مفید ترجمہ مرتب کیا اور جہاں ضرورت  
 سمجھی حتی الامکان اجمال کی تفصیل میں کوتاہی نہیں کی۔ تحقیق کی دشوار گزار گھاٹیوں میں جن لوگوں  
 نے قدم فرسائی کی ہے۔ پان سنکلاخ زمینوں کو قلم اور دماغ کی رہبری سے کچھ طے کیا ہے وہی  
 سمجھ سکتے ہیں کہ اس راستے کے چلنے والے کو ایک ایک قدم پر کیسی کیسی لغزشیں اور ٹھوکریں کھانا  
 پڑتی ہیں تاہم منزل مقصود پر مشکل سے رسائی ہوتی ہے۔

اس شہنشاہ کے زمانہ میں علوم و فنون کی ہر شاخ میں بڑی ترقی ہوئی اس نے یونانیوں مجوسیوں  
 ہندوستان کے پنڈتوں اور عیسائی فاضلوں کو بڑے بڑے مشاہروں پر ملازم رکھ چھوڑا تھا وہ اپنی  
 اپنی زبان کی علمی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا کرتے تھے۔ ہارون الرشید کے بارہ میں تمام یورپین مستند  
 اور معتبر مورخوں کی یہ رائے ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید تمام خلفار سے بڑھ کر جامع جمیع صفات بڑا عالم  
 و فاضل۔ فصیح و بلیغ۔ بہت ہی فیاض و سخی اپنے مذہبی عقائد کا پابن معتقد پکا اور پاکیزہ مسلمان  
 رحم دل اور عادل بادشاہ تھا۔ ایک سال حج کرتا تو دوسرے سال جہاد کرتا اپنے روزمرہ کی مذہبی احکام کا

نہایت پابند تھا۔ بغداد سے مکہ شریف تک ایک ہزار انگریزی میل کا فاصلہ ہے مگر حج کے لئے  
 عرب جیسے تیز دھوپ والے ملک اور طیش اور جلتے ریگستان میں پاپیادہ جایا کرتا تھا۔ علاوہ بچکانہ نماز  
 کے سورکت نفل روزانہ بلاناغہ پڑھا کرتا۔ ہارون الرشید کے مزاج میں تعصب نام کو بھی نہ تھا رعایا  
 کی فلاح و بہبودی کا اس قدر خیال تھا کہ ہمیشہ راتوں کو اپنی بیٹی نینا کھو کر بھینٹ لکر رعایا کی خبر گیری  
 اور ان کا حال معلوم کرنے تکا کرتا تھا۔ اقبال اور شوکت کا اس کی یہ حال تھا کہ جس طرف اُس نے رخ کیا  
 فتح و نصرت گویا اس کے ہمراہ ہوتی تھی قسطنطنیہ کے شاہان روم (یونانی) اُس کے باج گزار تھے اور شاید  
 یہ بات ہارون الرشید ہی کے ساتھ مختص تھی کہ اُس نے یونانی شہنشاہوں سے ششماہی خرچ و  
 جزیہ لیا۔ ششماہی خرچ و جزیہ لینے کی مثالیں شاذ و نادر تو درکنار بالکل معاموم ہیں اس کے عہد کا  
 ایک واقعہ عباسہ اور جعفر کی شادی اور پھر عباسہ اور اس کی اولاد کا قتل ہونا بالکل بے بنیاد اور  
 غلط مشہور ہو گیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن خلدون وغیرہ مستند و معتبر مورخین نے کمال تحقیق و تلاش سے  
 اس واقعہ کو روایت اور درایت دونوں سے بے بنیاد اور غلط ثابت کیا ہے۔

خاندان برکی کو کہ جو سخاوت اور فیاضی میں ایسا بے نظیر خاندان مسلمانوں میں گذرا ہے کہ آج  
 تک زمانے میں پھر کوئی سخی اور فیاض اُن کی مانند نہیں ہو اسی خلیفہ کے زمانے میں عروج ہوا اور  
 افسوس ہے کہ اسی خلیفہ کے زمانے میں اُن پر زوال بھی آ گیا۔

خلیفہ ہارون الرشید بڑا قادر دان شہنشاہ تھا یحییٰ برکی وزیر نے جو کچھ عمدہ کام کئے وہ اپنی  
 نمک حلائی کی وجہ سے کئے کیونکہ وہ نوکر تھا۔ لیکن ہارون الرشید نے اس کی حد سے بڑھ کر  
 قدر دانی کی اور سلطنت کے تمام سیاہ و سپید کالک کر دیا یحییٰ نے کمال ہوشیاری اور نمک حلائی  
 سے کار وزارت انجام دیا جب یحییٰ ضعیف ہو گیا ہارون الرشید نے اُسکے دونوں بیٹوں فضل اور جعفر  
 کو یکے بعد دیگرے اپنا وزیر بنایا اور جعفر پر بے نہایت عنایت مہذول کی اور جہات سلطنت پر کلی و  
 جزوی اختیار و اقتدار اُس کو عطا کیا۔ لیکن تقاریری یا اتفاقی طور سے جعفر سے چند ایسی پولٹیکل غلطیاں  
 سرزد ہوئیں اور خلیفہ کی نسبت جعفر نے ایسے ناگوار کلمات کہنا شروع کئے کہ مجبوراً ہارون الرشید نے  
 بدظن ہو کر اُس کو قتل کرادیا۔ بعض لوگ قتل جعفر کیلئے اس کی کارروائی پر ایک بد نما و ہب ظاہر کرتے ہیں لیکن  
 پولٹیکل رمز شناس غور کر سکتے ہیں کہ جعفر قتل کیوں کیا گیا؟ اگر یہ نہ کیا جاتا تو اس کا کام سلطنت کیلئے

اور کونسی تدبیر تھی یہ عجیب اتفاق ہے کہ مامون الرشید نے بھی اپنے وزیر ذوالریاستین یعنی فضل بن سہل کو جس نے کساموں کے خلیفہ ہونے اور بقا سلطنت میں بڑی کوشش کی تھی قتل کرا دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض وزراء قوت پا کر بھی ایسے امور کر گزرتے تھے یا کر نیوالے ہوتے تھے کہ جس میں بادشاہ وقت کو اپنی سلطنت اور نیز اپنی جان عزیز کا اس قدر خوف ہو جاتا تھا کہ وہ سوا کے اسکے کہ وزیر کو قتل کرادیں اور کوئی چارہ اپنی سلطنت یا اپنی جان کے بچاؤ کا نہیں دیکھتے تھے چنانچہ اس کی تصدیق خود خلیفہ مامون الرشید کی پولٹیکل تقریر سے ہوتی ہے جو ذیل میں درج ہے۔

خلیفہ مامون  
کی پولٹیکل  
تقریر

بادشاہ بعض وقت اپنے خاص ارکان دولت کے ساتھ جو باتیں کر گزرتا ہے عوام ہرگز اس کا انصاف نہیں کر سکتے وہ دیکھتے ہیں کہ وزیر یا نائب السلطنت نے جو وفاداریاں کی ہیں ان کے بارے حکومت کی گردن کبھی ہلکی نہیں ہو سکتی وہ بے تکلف رائے لگا لیتے ہیں کہ بادشاہ نے جو کچھ کیا صرف حسد یا تنگ دلی کی وجہ سے کیا لیکن ان کو کیا معلوم ہے کہ اس کے بعض افعال خود سلطنت کے خانہ ابر انداز ہیں اب بادشاہ دو مجبور یوں میں گھر جاتا ہے نہ اس راز کو عوام پر ظاہر کر سکتا ہے اور نہ اس وزیر سے درگزر کر سکتا ہے مجبورانہ وہ کر گزرتا ہے جو ظاہر نہیں نہ کرنا چاہیے وہ جانتا ہے عوام تو کیا خواص بھی اس کو معذور نہ رکھیں گے لیکن ضرورت کسی کی نکتہ چینی کی پروا نہیں کر سکتی۔

قتل سادات اور علویین کا اگرچہ اسپر الزام ہے لیکن صاحب مصنف المامون اور دیگر مورخین لکھتے ہیں کہ تمام معاملات پولٹیکل تھے اور ایسی مجبوری تھی کہ جس سے کسی خلیفہ کو مضر نہیں ہو سکتا تھا تاہم ہارون الرشید نے سادات پر ایسا ظلم نہیں کیا جیسا کہ خود سادات نے اپنی چند روزہ حکومت میں عباسیوں پر کیا تھا۔

شہرت سلطنت و جاہ چناں شیرین ست کہ شہاں از پئے آل خون برادر زیند

ہارون الرشید نے اپنی سلطنت اپنے دو بیٹوں پر منقسم کر دی تھی مگر جس خوف سے تقسیم کی تھی وہی پیش آیا یعنی اس کی وفات کے بعد سلطنت کیلئے دونوں بیٹوں میں بڑی خونریز جنگ ہوئی لیکن چونکہ ہارون الرشید کی زندگی میں ان میں کوئی فساد نہیں ہوا اسلئے کچھ ریمارک کی ضرورت نہیں ہے مگر پامرنے سلطنت کی آمدنی یا فوج کی تعداد وغیرہ نہیں لکھی مگر تاریخ میں یہ باتیں بھی درج ہونا ضروری ہیں اس لئے ہم نے بحال تلاش و جستجو میں یہ سب باتیں تحریر کر دی ہیں

اور آخر ضمیمہ میں ایک فہرست تمام خلفائے راشدین اور خلفائے بنی امیہ و خلفائے عباسیہ و  
خلفائے عثمانیہ کی لکھی گئی ہے۔

ایہا الناظرین! آخر ویساچہ میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اسلامی دنیا کو جس قدر عروج ہوا وہ  
سب علم و ہنر کی وجہ سے تھا دیکھو! یورپ والوں نے مسلمانوں کے علوم کے ذلہ سا ہو کر اس میں  
جو ترقی کی توجہ اور اقبال اور عروج کے آسمان پر چڑھے ہوئے ہیں تاریخ سے ثابت ہے کہ جس  
قوم نے علم سے شوق اٹھالیا وہ جھینٹ ادبار میں نہیاں ہو کر معدوم ہو جاتی ہے گو ہندوستان  
کے مسلمانوں نے زیر سایہ گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ علوم و فنون کی طرف بہت کچھ میل کیا مگر ابھی تک  
اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ مسلمان تحصیل علوم و فنون کی طرف اپنے اسلاف کے مانند زیادہ تر  
کوشش کریں کیونکہ دینی اور دنیوی ترقی اور بہبودی کا باعث اور ذریعہ یہی علم و ہنر ہے۔

خاکسار محمد مصباح الدین احمد صاحب  
فرانس و پریشیا، و مؤلف مصباح الادب السیم ابن  
الہارون و لباب الاحادیث و چمنستان عرب غنچہ حج و غیرہ  
سابق پرائیوٹ سکریٹری و بار ریاست لونک (راجپوتانہ)

متوطن روہتک

حال ایڈیٹر سول اینڈ ملٹری نیوز لڈھیانہ



# تہذیب

## خلافت کی ابتدا اور اس کا عروج

محمد صاحب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بعیثت نبوت اپنی پیغمبرانہ وحی یا سچی پوشیل تدبیر ملکی تمیز و عقل سے ایک روز قوم عرب کو مجتمع کر کے بطور پیشین گوئی یہ بات ارشاد فرمائی کہ قدیم سلطنت فارس اب زوال پذیر ہے اور چنار روز میں بالکل معدوم ہو جائیگی اسی طرح سلطنت رومۃ الکبریٰ جو شام و عرب تک پھیلی ہوئی ہو اس کے اختتام کا زمانہ بھی قریب اپنی ہے اب ان دونوں سلطنتوں کی شان و شوکت دولت و ثروت تمہارے ورثہ میں آویگی جیسا کہ وہ معبود برحق و بے ہمتا اپنی کتاب مقدس میں فرماتا ہے ان الارض لله یورثها من یشاء من عباده یعنی زمین اللہ تعالیٰ کی ہے وہ جس کو چاہے اس کا وارث کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ قرآن شریف کی سورۃ میں فرماتا ہے کہ ہم نے روئے زمین پر بہت سی قومیں آباد کیں آسمان سے ان کے لئے بارش برسائی اور زمین سے نہریں نکالیں اور جب انہوں نے گناہ کئے تو ہم نے ان کو برباد کر ڈالا اور دوسری قومیں پیدا کیں حضرت محمد نے فرمایا کہ اگر بعد تمہارے قابض ہونیکے تم سے بھی وہی خطا میں ظہور میں آئیں جو ان ہر دو سلطنت کے زوال کا باعث ہوئیں تو تم کو بھی یہی روزہ دیکھنا ہوگا ناظرین کو اس کتاب کے ذریعے سے اسلامی سلطنت کی اعلیٰ شان و شوکت اور بادشاہان اسلام کا دہرہ و عظمت اس زمانہ کی دکھانا مقصود ہے کہ جس زمانے میں اسلامی سلطنت کمال عروج پر تھی اس لئے ان شہنشاہوں میں سے ایک سب سے زیادہ مشہور و معروف شہنشاہ یعنی خلیفہ ہارون الرشید کے عہد سلطنت اور دوران حکومت کے واقعات اس کتاب میں ظاہر کئے گئے ہیں جس کے نام سے

آنحضرت کی  
پیشین گوئی

خلیفہ ہارون الرشید  
کی سوانح عمری

لے جناب رسول مقبول احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور عرصہ قلیل میں عرب ان سب ملکوں پر قابض ہو گئے یہ آیت شریف سورۃ العام میں ہے المریدوا کہ اهلکنا من قبلہم من قرن مکناہم فی الارض فالو نمکن لکم و اسلنا السماء علیہم لائل وجعلنا الونوار تجری من تحتہم فاهلکناہم بذا نوبہم والشلنا نامن بعدہم قونا الخوین ۱۲

یورپ کے ذی علم اصحاب خوب واقف ہیں لیکن اس سے بیشتر یہ بات ضروری ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے مختصر اس بات سے بھی واقفیت حاصل کر لینا چاہیے کہ مسلمانوں کی حکومت کی ابتداء کس طور سے ہوئی اور کس ذریعے سے اس کو عروج ہوا۔

## عربوں کے مختصر حالات بزمانہ جاہلیت

قوم عرب محمد صاحب صلعم کے زمانہ سے بیشتر ایک بہادر اور مضبوط قوم تھی اس کی عادت اور طرز معاشرت یکساں رہی کبھی نہیں بدلی ان میں گھر کا بڑا بوڑھا اپنے سب گھرانے کا سردار ہوتا تھا ریگستان کی خالص اور قوت دینے والی آب و ہوا میں رہنے کے باعث سے اور اس وجہ سے کہ بڑے بڑے شہروں میں اکٹھے رہنے اور آبادی میں سکونت پذیر ہونے کی ان کی عادت نہ تھی اور نیز دنیا کی نعمتوں سے ناواقف تھے یا یہ کہ دنیا کی نعمتوں میں سے صرف اونٹ بھیر اور خمیر اپنی قوت بسری اور آسائش کے لئے کافی سمجھتے تھے عرب ہمیشہ آزاد اور سادہ مزاج اور طاقتور رہے دوسری اقوام کی مانند جو قدرتی اشیاء پر دلدادہ ہیں عرب بھی فن شاعری کے بڑے شائق تھے اور یہ کہنا مبالغہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ان میں شاعری کا فطرتی مادہ تھا۔ شعر و نظم اور شاعری کے ذریعے سے عرب اپنے تمام خیالات کا اظہار اور واقعات ملک کا بیان کیا کرتے تھے درحقیقت ان کا علم و ادب یہی تھا گو یہ ضبط تحریر میں نہیں لایا جاتا تھا لیکن عوام کو اس کے سننے سے اس قدر فائدہ ضرور ہوتا تھا کہ دوسری وحشی اور جاہل اقوام کی طرح عربوں سے اکثر جاہلانہ خطائیں اور وحشیانہ باتیں سزور نہیں ہوتی تھیں عربوں کا مقولہ ہے کہ ہماری کتابیں تو ہمارے شاعروں کی شعریں اور نظمیں ہیں ان کا یہ قول درست ہے اس لئے کہ تھوڑے عرصے کے بعد جبکہ ان کے شاعروں کے بہت سے نظم اور کلام ضبط تحریر میں لائے گئے تو ان سے ان کے ملک کی تواریخ اور رسم و رواج اطوار۔ عادات کی پوری پوری کیفیت معلوم ہو گئی۔ عربوں کی شعریں ان کے طرز معاشرت کے مضامین پر ہوتی تھیں اور جس بحر میں وہ شعر کہتے تھے یا جس قافیہ کو وہ پاندھتے تھے وہ سب ریگستان کے موافق ہوتے تھے یا پوں سمجھنا چاہیے کہ سمنان ریگستان کے ویرانہ میں سفر کرتے تھے عرب اپنے خیالات زور زور سے کہتے چلتے تھے اور جبکہ یہ خیالات بصورت الفاظ زبان پر آجاتے تھے

عرب کا زمانہ  
جاہلیت

عربوں کی  
شاعری

تو ان کو اپنے اونٹ کے قدم اٹھانے یا رکھنے کے وقت یا خود اپنے قبوں کے اٹھانے اور رکھنے کے درمیانی وقفہ کے لحاظ سے بحر میں بنا کر اپنے شعروں کو موزوں کر لیتے تھے۔

عرب آزادی کے اس قدر شائق ہیں کہ وہ کسی گورنمنٹ کے قوانین یا قواعد کی پابندی نہیں کرتے اور بعض اوقات باہمی طرز معاشرت کے قاعدہ کا بھی لحاظ نہیں رکھتے خصوصاً بدوی فرقہ تو سوائے اپنے دل کی تابعداری کے اور کسی حکومت کی اطاعت نہیں کرتا اگر کوئی قوم کسی شیخ یا بزرگ کو اپنا سرگروہ مقرر کرتی ہے تو اس کی اطاعت مثل رئیس یا حکمران کے نہیں کرتے شیخ کو قوم صرف یہ اختیار عطا کرتی ہے کہ ان کا قائم مقام ہو کر شہر طیکہ کوئی موقع پیش آجائے دوسری قوم سے تجارت وغیرہ کے متعلق یا دیگر امور میں گفتگو کرے یا یہ کہ جہاں قافلہ قیام کرے تو شیخ کا خیمہ اچھی جگہ پر قائم کیا جائے اور کوئی مہمان آوے تو شیخ اس کی ضیافت اپنے ہی طرف سے کرے۔

عکاظ

جبکہ محمد صاحب پیدا ہوئے تو اس زمانے میں ملک عرب کا یہ حال تھا کہ ہر قوم کا قبیلہ قبیلہ علیحدہ علیحدہ ہو رہا تھا لوٹ مار کی بہت کثرت تھی جس کی وجہ سے قوموں میں ہمیشہ خانہ جنگیاں اور مستقل طور سے لڑائیاں رہا کرتی تھیں۔ بہت پرستی کا تمام ملک میں رواج عام ہو رہا تھا ہر قبیلہ کا الگ الگ بت تھا اور علیحدہ علیحدہ صفتیں اس سے منسوب کی جاتی تھیں رفتہ رفتہ تجارت کی ضروریات اور باہمی خرید و فروخت کی احتیاج کی وجہ سے اس بات کی ضرورت واقع ہوئی کہ تمام قومیں مبینہ اوقات پر ایک جگہ جمع ہوا کریں چنانچہ سب قوموں میں آپس میں یہ قرار دیا گیا کہ شہر مکہ میں چونکہ نہایت مقدس ترین زیارت گاہ کل اقوام عرب کی واقع ہے اس لئے مکہ شریف کے علاقہ میں ایک مشترک مجمع تمام قوموں کا ہوا کرے چنانچہ ایک مہینہ مقام عکاظ میں سال بھر میں ایک بار بھرنے لگا کہ جس میں کل قومیں آکر شریک ہوتی تھیں اور اپنی مقامات میں شعراء فصحاء اور بلغاء عرب آپس میں جلسہ کر کے شعر و شاعری کے مضامین پر طبع آزمائی اور بحثیں کیا کرتے اور داد سخن دیا کرتے تھے عربوں کے یہ علمی مباحثے زمانہ قدیم کے یونانیوں کے المپک کھیلوں کی مانند متفرق قوموں کے درمیان قومی اتفاق

میں مسٹر پامر نے عکاذ لکھا ہے مگر صحیح لفظ عکاذ ہے عرب میں زمانہ جاہلیت میں عکاذ میں سالانہ ایک بازار لگتا تھا گو مسٹر پامر نے ایک ہی بازار عکاذ کا حال لکھا ہے لیکن عرب میں اس قسم کے سالانہ چارٹیلے یا بازار لگاتے تھے۔ عکاذ کوئی مقام یا قصبہ نہیں ہے صرف بازار کا نام ہے یہ بازار اس صحرائ میں بھرتا تھا جو شہر فنی کی طرف واقع ہے اور طائف سے دس کوس کے فاصلہ پر ہے علاوہ اس کے تین بازار زمانہ جاہلیت میں اور لگاتے تھے ذوالحجازہ نجدہ حباشہ۔ یہ سب بازار ایام مقررہ پر سال بھر میں ایک بار لگاتے تھے ان سب میں سے دو کا ذکر بخاری شریف کی اس حدیث میں بھی ہے قال ابن عباس کان ذوالحجاز والعکاذ بحر الناس فی جاہلیۃ فلما جاء الاسلام کانہم کرہوا ذلک حتی نزلت لیس علیکم جناح ان تبغوا فضلا من ربکم فی موسم الحج (ترجمہ) فرمایا ابن عباس کہ تھے ذوالحجازہ و بقیہ جاہلیہ برصغیر ملاحظہ ہو

و اتحاد اور خیال یگانگت کو ہر سال تازہ اور مضبوط کر دیا کرتے تھے۔

اس قسم کے جلسوں کے انعقاد سے دو نتیجے پیدا ہوئے جن کی وجہ سے بھی محمد مصطفیٰ صاحب کو اشاعت اسلام اور ترویج مذہب صادق میں کامیابی ہوئی اول تو یہ کہ قوم قریش دو متحد صاحب کی قوم بھی قریشی ہی، کعبہ شریف کے ہر چہار جانب آباد تھی اور کعبہ تمام عربوں کی مقدس قومی عبادت گاہ ہمیشہ سے رہا ہے جس کا کچھ تذکرہ اوپر کے فقرے میں کر دیا گیا ہے اس لئے قوم قریش اس عبادت اقدس کی قدرتی طور سے محافظ اور متولی مقرر تھی اور اسی تولیت کی وجہ سے زمانہ قدیم سے قوم قریش کو کل دیگر اقوام عرب پر عظمت اور بزرگی حاصل تھی دوسرے یہ کہ تمام اقوام عرب قوم قریش کے علاقہ میں مجتمع ہو کر فصاحت و بلاغت اور شعر و شاعری میں اپنے اپنے ہنر اور ہوشیاری کا اظہار کیا کرتی تھیں اس قوم قریش کی زبان اصلی زبان عربی تھی کہ جس کے محاورہ کی شعروں اور نظموں وغیرہ میں سندوی جانے لگی عرب کی دیگر اقوام کے جو محاورات تھے وہ بھی قوم قریش ہی کے محاورے سمجھے جانے لگے اس سے معلوم ہوا کہ مقامی تعلقات اور قومی حالات اور معاشرتی معاملات ایسے آٹے تھے کہ قوم قریش سے اگر کسی بڑے کام یا اظہار رائے وغیرہ کی تحریک ہوتی تو یہ سب امور اس کی کامیابی کے مؤید موجود تھے۔

یہاں تک تو عربوں کے حالات کی تصویر بڑی خوبصورت اور روشن ہے لیکن اس تصویر میں ایک تاریک پہلو بھی ہے اخلاق کی شائستگی اور تہذیب کی روشنی ان میں ہنور نہیں بھیلی تھی اور گو ان کی حالت دیگر غیر مہذب اور وحشی اقوام سے بدرجہا بہتر تھی تاہم ان میں

دلفیہ لوٹ پھوٹ اور عکاظ لوگوں کی تجارت گاہ جاہلیت میں پھریب اسلام آیا صحابہ کرام نے نکر وہ جانا اس کو یعنی اس میں سود اسلاف کرنے کو یہاں تک کہ نازل ہوئی یہ آیت شریفہ کہ نہیں نہیں گناہ یہ کہ لو اپنے رب کا فضل ایام حج میں اتنی عکاظ کا بھرنا غزہ ماہ ذیقعد سے شروع ہوتا تھا اور تین روز تک رہتا تھا اس میں قبائل عرب نزدیک اور دور کے مجمع ہوتے اور خرید و فروخت اور جلسہ کر کے اشعار فخریہ اپنی قوم کے فضائل میں پڑھتے اور اپنے باپ داد کی بڑائیاں بیان کر کے ایک دوسرے پر تقاضا کرتے یہاں تک کہ ایسی جہالت کی باتوں پر کٹ مرنے تھے اور ان لڑائیوں کو فخر کہتے ہیں اور ایسی چار لڑائیاں بہت مشہور ہیں۔ ادیم عکاظی بھی اسی سید کی وجہ سے مشہور ہوا۔

سے یونان میں بزمانہ قدیم کوہ الپیا کے دامن میں ایک میلہ ہر پانچویں سال بھرا کرتا تھا تمام شہروں سے یونانی اس میں آکر شرکت ہوا کرتے تھے آپس میں ہر قسم کے کھیل اور کود مثلاً دوڑنا۔ گاڑیاں دوڑانا بھاری وزن کے ٹوپے کا طوق ایک ہاتھ سے دوڑا تھا اور پھینکنا اور کشتی وغیرہ کھیل ہوا کرتے تھے فصیح اشخاص اپنی تقریریں سنایا کرتے تھے صرف پانچ دن تک یہ میلہ رہا کرتا تھا۔ یونانیوں نے اپنا سنہ و تاریخ بھی اسی میلے کے شمار پر مقرر کر لیا تھا مثلاً کسی واقعہ کو یوں تحریر کرتے کہ یہ واقعہ فلا نے اور المیاک کے پہلے یا دوسرے یا تیسرے سال میں واقع ہوا یہ میلہ ۷۷۶ برس قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرا ۷۷۲ برس قبل مسیح منعقد ہوا ۳۹ برس قبل مسیح یہ میلہ بھرنا موقوف ہو گیا ۱۱۱۱ مصباح العین الحمد

عربوں کی  
شوش حالت  
عکاظ کا اثر

زمانہ جاہلیت  
میں عربوں کے  
اطوار اور وحشیانہ  
رسمیں

اصنام پرستی اس قسم کی تھی کہ سینکڑوں بتوں کو اپنا معبود اور خالق بنا رکھا تھا شراب خواری اور قمار بازی  
یتروں کے ذریعے سے فال اور شگون لینا۔ کثرت ازدواج قتل انسان اور دیگر بہت سی خراب  
عادتیں ان میں بہت مروج تھیں منجملہ عربوں کے وحشیانہ رسم و رواج کے غالباً سب سے بدترین دستور  
تھا کہ وہ اپنی دختروں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا کرتے تھے زمانہ حال میں بھی بدوی فرقے کے  
عرب دختروں کے پیدا ہونے کو بجائے برکت کے اپنے لئے باعث ننگ و عار سمجھتے ہیں اور اپنی اولاد  
کی شمار میں اپنی دختر کو ہرگز نہیں گنتے حضرت محمد صاحب کے زمانے سے پیشتر دختروں کو زندہ دفن کرنے  
کی رسم بہت ہی مروج تھی اور اس دستور کو عرب و اہل بنات کہا کرتے تھے اب تک بھی بعض  
قوموں میں دختریں نفرت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں عربوں کی ایک ضرب المثل تھی کہ بہترین  
داماد قبر ہے اور باپ ہی اپنی دختر کو اپنے ہاتھ سے اکثر قتل کیا کرتا تھا۔

عثمان ایک عرب سردار کا ذکر ہے کہ سوائے ایک موقع کے اس کی آنکھوں سے کبھی آنسو  
نہیں نکلے اور وہ موقع یہ تھا کہ ایک دفعہ وہ اپنی چھوٹی سی دختر کو زندہ دفن کر رہا تھا۔ دفن کے  
وقت کچھ قبر کی مٹی اس کی ڈاڑھی پر لگ گئی صغیر سن دختر نے جوش محبت پدیری کی وجہ سے  
اپنے باپ کی ڈاڑھی سے مٹی اپنے ہاتھ سے ہٹا دی۔ اس خبر و سال ہی کا جوش محبت دیکھ کر  
یہ سنگ دل باپ اُس وقت بہت رویا اور اس کو بڑی رقت ہوئی۔

محمد صلعم صاحب نے اس وحشیانہ رسم اور مذموم رواج کے ترک کر دینے کے لئے بڑے فصاحت  
و بلاغت آمیز حکم میں اپنے غصہ کا اظہار فرمایا اور قوم عرب کو وہ تمام عذاب بتلائے جو حشر کے دن  
نازل ہونگے اور فرمایا کہ اُس دن کیا جواب دو گے جبکہ دختروں کی بابت جن کو زندہ دفن کر دیتے ہو  
اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ کریگا اور استفسار ہوگا کہ کس جرم کی سزا میں تم نے اُن کو مار ڈالا تھا؟  
بالآخر حضرت محمد صلعم صاحب کی ہدایت اور نصیحت سے عربوں نے یہ مذموم رسم ترک کر دی۔  
بت پرستی کا یہ حال تھا کہ خاص کعبہ میں جو عربوں کی مقدس ترین جگہ ہے تین سو چاس بت  
رکھے ہوئے تھے اور منجملہ اُن کے وہ مشہور پتھر حجر اسود بھی تھا جس کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ جنت  
کا پتھر ہے۔ حجر اسود اصل میں سفید تھا لیکن مشہور ہے کہ گندگارا زائرین کی بوسہ ہی سے اس حجر اسود سیاہ ہو گیا

لہذا المودۃ بسبب باقی ذنبانکلت ۱۱ مصباح

و اہل بنات  
یعنی دفن دختران  
زندہ

ایک عرب سردار  
عثمان کی رقت

آنحضرت کا  
عربوں سے وحشیانہ  
رسوم کا ترک کرانا

حجر اسود اور  
کعبہ کے ۳۵۰  
بتوں کا ذکر

کعبہ کی تولیت اور قوم قریش کی سرداری جس زمانے میں کہ ایک سردار قریش عبد مناف سے متعلق تھی اس زمانہ میں اہل حبش نے ملک عرب پر حملہ کیا عبد مناف کے دو بیٹے تھے بٹے کا نام عبد شمس اور چھوٹے کا نام ہاشم تھا۔ قریم زمانے سے جو یہ قاعدہ چلا آتا تھا کہ متولی کعبہ اور سردار قوم قریش مرجانا تو اس کا بڑا بیٹا اس کا جانشین ہوا کرتا تھا عبد مناف کے مرنے کے بعد قدیمی دستور اور معمولی طور سے تولیت کعبہ اور سرداری قوم قریش اس کے پسر کلاں عبد شمس کو پہنچی۔ لیکن عبد مناف نے اپنے پسر کلاں کی جگہ اپنے دوسرے بیٹے ہاشم کو اپنا جانشین مقرر کر دیا اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب فوج حبش نے ملک قریش پر حملہ کیا تو ان کے دفعیہ کے لئے عبد مناف نے اپنے پسر ثانی ہاشم کو ایک لشکر کا افسر مقرر کر کے روانہ کیا۔ ہاشم نے فوج حبش کو شکست دیکر اس کو پسپا کیا اور منظر و منصور ہو کے عبد مناف کی خدمت میں حاضر ہوا عبد مناف نے اس بہادری اور فتح کے صلہ میں ہاشم کو تولیت کعبہ اور سرداری قوم قریش کی عطا کی اور عبد شمس اپنے پسر کلاں کا حق منظر انداز کر دیا۔ اسی وجہ سے ہاشم اور عبد شمس کے خاندان میں دشمنی پڑ گئی۔

عبد شمس کا بیٹا امیہ تھا۔ اس کی اولاد نے دمشق میں حکومت کی اور خلفائے امیہ کے لقب سے مشہور ہوئے اور ہاشم کے پسر یعنی عبد المطلب کے تین بیٹے ہوئے اول عبد اللہ جو پیغمبر صاحب کے والد ہیں۔ دوسرے عباس جو خلفائے عباسیہ بغداد کے مورث ہیں تیسرے ابو طالب پیر علی رضی اور علی کی شادی پیغمبر صاحب کی دختر فاطمہ سے ہوئی تھی۔ ان کی اولاد نے مصر اور افریقہ میں حکومت کی اور خلفائے علوی اور فاطمی مشہور ہوئے۔

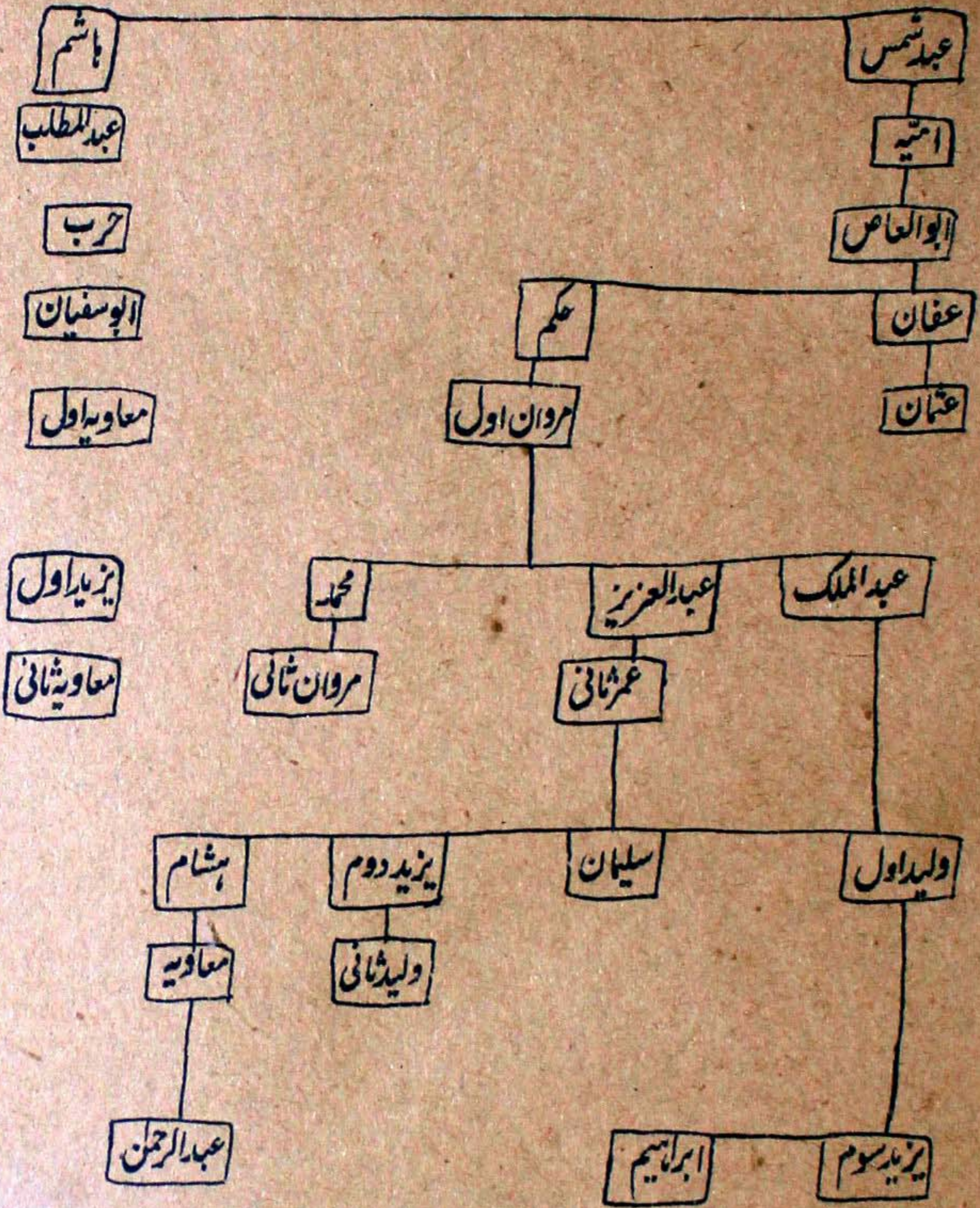
ناظرین کی آگاہی کے لئے خلفائے امیہ اور خلفائے عباسیہ و خلفائے علوی اور فاطمی کا علیحدہ علیحدہ شجرہ نسب درج ذیل کیا جاتا ہے۔

۱۔ کتاب درج الدر میں مرقوم ہے کہ عبد المطلب کی تین زوجہ تھیں ان سے بارہ بیٹے اور چھ بیٹیاں عبد المطلب کے بیٹوں کے نام یہ ہیں عبد اللہ۔ ابو طالب۔ زبیر۔ عبد الکعبہ۔ حمزہ۔ سید الشہداء۔ مرقوم۔ مجمل۔ عرف۔ عبد اوس۔ عباس۔  
۲۔ فہم۔ حارث۔ ابولمب۔ اور دختروں کے نام یہ ہیں۔ بیضا۔ امیمہ۔ ہرہ۔ عائکہ۔ صفیہ۔ اروی۔ کذافی اللوایب۔  
۳۔ مسٹر ہارن نے بارہ بیٹوں کے بجائے تین ہی لکھے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ ۱۲ مصباح

شجرہ نسب  
خانہ خانہ بنی امیہ

# شجرہ نسب خاندان بنی امیہ

عبد مناف



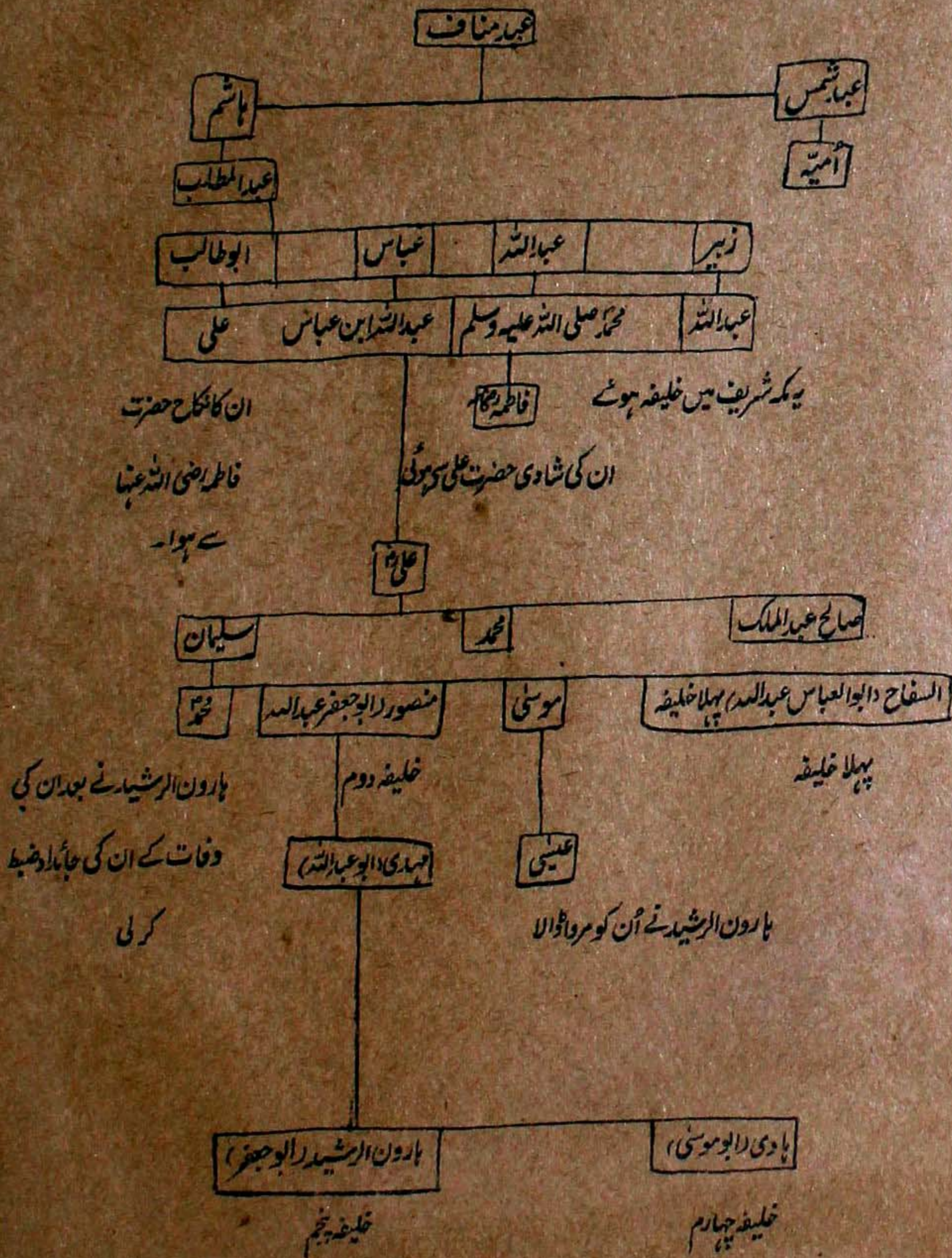
یہ اندلس یا ہسپانیہ

میں خلیفہ ہوئے

# شجرہ خاندان خلفائے نبی عباسیہ حسب ذیل ہے

## خاندان عباسیہ

شجرہ منسوب  
خاندان  
عباسیہ

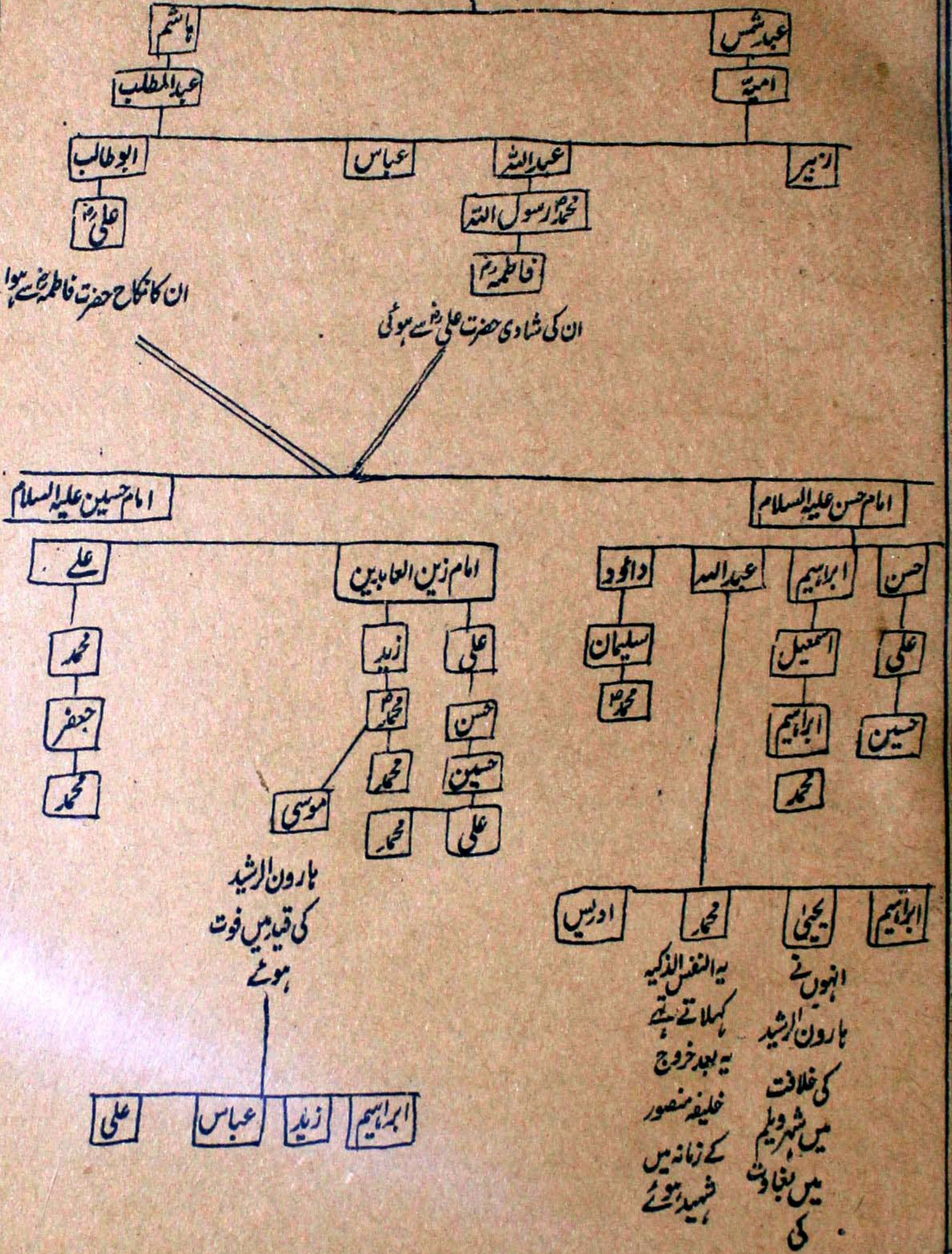




# شجرہ نسب خاندان علوی اور فاطمی کا حسین ہے

(خاندان علوی (فاطمی)  
عید منہاف

شجرہ نسب  
خاندان علوی  
وفاطمی



حضرت محمد صاحب (صلعم) کی وفات پر عرب کی کل قومیں اپنی سابقہ حالت اختیار کر لیتیں یعنی وہاں طوائف الملوکی ہو جاتی۔ اگر وہاں عمر حبیبیے ایک بہادر شجاع جری مضبوط اور مستقل عامی نذیب اسلام موجود نہ ہوتے۔ عمر پیغمبر صاحب کے خسر بھی تھے ان کی بہادری اور صولت اور دہدہ سے سب میں متفق و متحد رہیں اور نذیب اسلام میں کسی قسم کا فتور نہیں آنے پایا۔

حضرت محمد صاحب (صلعم) کی وفات پر چار شخص خلافت کے دعویٰ دار تھے اول تو علیؓ جو پیغمبر صاحب کے چچا زاد بھائی اور داماد بھی تھے پیغمبر صاحب کی چھوٹی دختر فاطمہؓ سے ان کا نکاح ہوا تھا دوسرے ابو بکرؓ جو حضرت محمد صاحب (صلعم) کے خسر تھے اور ام المومنین عائشہؓ کے باپ تھے تیسرے حضرت عمرؓ جن کا ابھی تذکرہ ہوا ہے یہ بھی پیغمبر صاحب کے خسر تھے اور ام المومنین حفصہؓ کے باپ تھے چوتھے عثمانؓ جو بنی امیہ میں سے تھے یہ بھی محمد صاحب (صلعم) کے داماد تھے بعد اسلام لانے کے حضرت محمد صاحب کی دو دختروں سے یکے بعد دیگرے ان کا نکاح ہوا تھا حضرت محمد صاحب کی جانشینی کے جائز وارث اور مستحق درحقیقت حضرت علیؓ تھے لیکن حضرت عائشہؓ کی نسبت جو بہتان اور بہت لوگوں نے لگائی تھی اس میں حضرت علیؓ نے بھی محمد صاحب کو صلاح دی تھی۔

غلقا راشدین

حدیث افک

سلفہ مشرپا مری کا بیان غلط ہے کہ چار شخص دعویٰ خلافت تھے مگر واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک نے بھی خلافت کا دعویٰ نہیں کیا۔ حضرت صلعم کی وفات کے بعد چھوڑ مسلمانوں کی رائے سے خلیفہ اول جس طرح منتخب ہوئے وہ خلیفہ اول کے حال کے نوٹ میں مفصل مذکور ہے ۱۲ مصباح۔

سلفہ مشرپا مری یہ رائے ٹھیک نہیں ہے کہ رسول مقبول احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جائز وارث حضرت علیؓ تھے چونکہ یہ بات مسلمہ ہے کہ پیغمبر صاحب نے کوئی وارث نہیں نام کیا اور نہ وارث اور نہ اشار اس حدیث کا محض معاشرا الانبیاء لا نورا و لا نورث ما ترکناہ صدقہ کہی ہدایت کرتا ہے چنانچہ اسی حدیث پر عمل فرما کر حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت سیدۃ النساء فاطمہؓ رضی اللہ عنہا کو باغ فدک نہیں دلایا۔ حالانکہ آپ حضرت صدیق اکبرؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وارث ہو کر اس باغ کا دعویٰ کیا تھا اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت حقیقی تھی اور شائبہ دنیاوی ورنہ ترکہ کی لاگ لپیٹ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالکل پاک اور صاف تھے ۱۲ مصباح۔

سلفہ عرب میں یہ بہتان بنام حدیث افک مشہور ہے یہ واقعہ افک سال پنجم ہجری میں غزوہ بنی مصلوق سے واپسی کو وقت ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ جب ارادہ سفر کرتے اپنی ازواج مطہرات کے نام کا قرعہ ڈال لیا کرتے جس کا نام نکلتا اس کو سفر میں ساتھ لیا جاتا ہے اس شخص حضرت عائشہؓ سے سفر میں حضرت عائشہؓ کو اپنے ساتھ لے گئے اور چونکہ یہ سفر بعد نزول آیت حجاب کے تھا اس لئے حضرت عائشہؓ کے لئے ایک پردہ دار ہودہ بنا یا گیا۔ عائشہؓ اس میں سوار ہوا کرتی تھیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے واپس لوٹے اور قریب مدینہ کے پہنچے ایک رات حب مہول کوچ کے لئے آواز دی گئی سب اٹھے اور روانگی کیلئے تیار ہی کرنے لگے حضرت عائشہؓ اٹھ کر استنجہ کو تنہا گئیں جب وہاں سے فارغ ہو کر آئیں تو اپنے گلے میں اپنا ہار نہ پایا اور وہ ہار انظار کے دانوں کا تھا انظار ایک قسم کا سیاہ اور سپید عقیق کا پتھر مثل سنگ سلیمان کے ہوتا ہے فارسی میں اس کو باغوری کہتے ہیں عائشہؓ پھر لوٹ کر اسکو ڈھونڈنے جہاں استنجہ کوئی تھیں وہیں گئیں اس سے ان کو کچھ دیر لگا جب ہار مل گیا تو واپس آئیں۔ لشکر کوچ کر گیا تھا اور جو لوگ ہودج کو اٹھایا کرتے تھے انہوں نے ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر لاد دیا اس زمانے سے کہ عائشہؓ اس میں ہونے لگی حضرت عائشہؓ نہایت کم خوراک اور دہلی تھیں اس سبب سے کجا وہ رکھنے والوں کو ان کے ہونے یا نہ ہونے کی کچھ خبر نہیں ہوئی حضرت ربیعہ صغیرہؓ (سندہ)

وہ صلح ام المومنین عائشہؓ کے موافق نہ تھی۔ بدینو جہ عائشہؓ ان سے سخت ناراض تھیں اس لئے  
 علی رضی اللہ عنہ کی جانشینی روکنے کے لئے حضرت عائشہؓ نے اپنے تمام اقتدارات اور نواز استعمال  
 کئے اور بنی امیہ نے بھی عائشہؓ کی حمایت کر کے علیؓ کے انتخاب خلافت سے سخت مخالفت کی لیکن ابو بکر  
 کے فوراً خلیفہ مقرر ہو جانے سے یہ سب فساد اور تنازعہ جو دوبارہ خلافت محمد صاحب صلعم کے  
 تھارفع و رفع ہو گیا۔

رحمہ لوٹ صفحہ ۱۸) عائشہؓ نے جب لشکر میں کسی کو نہ پایا خیال کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو نہ پاویں گے تو تلاش کیئے اور چونکہ  
 ضرور بھیجیں گے اس لئے یہ اپنے مقام پر جا کر سو رہیں۔ ایک صحابی صفوان بن محفل سلمیٰ ذکوانی تھے وہ لشکر کے چھپے رہا کرتے تھے آنحضرت  
 صلعم نے ان کے ذمہ یہ خدمت سپرد کر رکھی تھی کہ اگر کسی کا کچھ اسباب رہ جا یا کرے یا گر بڑا کرے تو وہ اس کو اٹھا کر اس کے مالک کو  
 پہنچا دیا کرتے تھے جس جگہ حضرت عائشہؓ تھیں اس جگہ صبح ہوتے پہنچے اور ان کو دیکھ کر پہچان لیا کیونکہ آیت حجاب کے نزول  
 سے پہلے انہوں نے حضرت عائشہؓ کو دیکھا تھا صفوان نے ان کو مردہ جان کر ان اللہ وانا الیہ راجعون ٹرھا۔ عائشہؓ اس  
 آیت استرجاع کے پڑھنے سے جاگ گئیں اور اپنا منہ چھپا لیا اور ان سے کچھ کلام نہیں کیا۔ انہوں نے اونٹ سے اتر کر اونٹ  
 کو بٹھایا اور حضرت عائشہؓ اس پر سوار ہو گئیں اور صفوان پیدل مہار پر کھڑا چلے اور قریب دو پیر کے آنحضرت صلعم کے لشکر میں  
 پہنچ گئے۔ مروی ہے کہ جب گذران کا منہ قین کی فرود گاہ پر ہوا کہ عبد اللہ بن ابی منافق اور اس کے تابعین اترے ہوئے تھے  
 انہوں نے اپنی زبان افک میں حضرت عائشہؓ پر دراز کی اور عجب یہ ہے کہ چند مومن بھی اس میں شریک ہو گئے تھے از اجماع حسان  
 بن ثابت شاعر اور مسطح بن اثاثہ اور جندبہ بنت جحش امام المومنین زینب کی بہن وغیرہ تھیں چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وجاہ و بالافک  
 عصیہ شکر یعنی کیا بتان ایک جماعت نے تم میں سے۔ عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت مدینہ میں پہنچے لوگوں میں اس  
 بات کا پورا چلتا اور میں بیمار تھی مجھ کو خبر نہ تھی کہ مجھ پر طوفان بنا رہا ہے مگر مزاج مبارک حضرت صلعم کو اس بیماری میں اپنے سے  
 متغیر پاتی تھی اور حیران تھی کہ کیا سب سے جو لطف و عنایات آنحضرتؐ مجھ پر اور بیماریوں میں کرتے تھے وہ اب کچھ بھی  
 نہیں فرماتے مگر جب گھر میں تشریف لائے گھر والوں پر سلام کرتے اور فرماتے کیسی ہے وہ بیمار تمہاری؟ صرف یہی پوچھ کر تشریف لیجاتے  
 اور سرے پاس نہ آتے نہ آکر بیٹھتے میں بہت حیران تھی اور مجھ کو کچھ خبر نہ تھی کہ اس قدر کیوں بے التفاتی فرماتے ہیں جب مجھ کو بیماری  
 سے در افتادہ ہوا تو میں ایک رات قضائے حاجت کے لئے ام مسطح کے ساتھ ایک میڈان میں گئی اس لئے کہ اس وقت تک میخانے  
 گھروں میں نہ بنے تھے اور قضائے حاجت کیلئے ہم رات کو جنگل میں جا کر تھے پھر وہاں سے پلٹتے وقت ام مسطح کا پاؤں چادر میں الجھتا  
 وہ لڑپی اور کہا نفس مسطح یعنی ہلاک ہو مسطح میں نے کہا بری بات ہے تو گالی دیتی اس کو جو شریک ہوا تھا جنگل میں تب اس نے کہا  
 کہ اے عائشہؓ نادان نہیں سنا تو نے کہ مسطح نے کیا کہا ہے؟ میں نے پوچھا اس نے کیا کہا ہے؟ تب اس نے خبر دی مجھے قول اہل افک سے  
 یہ بات سن کر میری بیماری اور زیادہ ہو گئی اور حریت اور غیرت کی وجہ سے چکر آیا اور میں ہوش ہو گئی جب ہوش آیا اٹھ کر آئی حضرت  
 صلعم کی خاطر مبارک میں اس بات سے بہت ہی غمناک تھا اکثر اوقات ملول خاطر گھر میں بیٹھے رہا کرتے تھے اور وحی بھی اس عرصہ  
 میں نہ آئی تھی آپ نے مشورہ کے لئے علیؓ ابن ابی طالب اور اسامہ بن زید کو بلایا اسامہ نے میری پاکی کی تصدیق کی اور عرض  
 کیا یا رسول اللہ آج اہل سے سوائے خیر و خوبی کے میں کچھ نہیں جانتا اور حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ تنگ نہیں رہا تم پر اللہ تعالیٰ  
 نے عورتوں کو سوائے عائشہؓ کے اور بہت عورتیں ہیں اور دریافت کر لیجئے حال ان کا برہنہ ہو کہ وہ انکی ٹوٹی ہے اور شب و روز ان کی  
 خدمت میں رہتی ہے وہ آپ سے جو کچھ بات ہوگی سچ عرض کر دے گی۔ برہنہ نے میری عصمت اور پاکدامنی کی شہادت دی  
 اور اکثر یہ ہوتا تھا کہ جب آنحضرت صلعم امورات خانگی میں کچھ مشورہ کرتے تو حضرت علیؓ اور اسامہ بن زید سے ضرور مشورہ کرتے  
 اور بعد از ان ایک دن آنحضرت صلعم نے عمرؓ اور عثمان اور علیؓ تینوں سے پوچھا کہ تمہاری اس بات میں کیا رائے ہے سب نے اتفاق ہی  
 کہا کہ یہ بالکل بہتان اور طوفان ہے اور بالیقین یہ افتراء ناقول اور بیدنیوں کا ہے جبکہ خداوند تعالیٰ آپ کے سر حال کا نگہبان اور محافظ  
 ہے تو ایسے فعل ناشائستہ سے آپ کی زور مجتہد کی کیونکر مخالفت نہ کرے گا جب آپ نے یہ باتیں سنیں سبھی میں تشریف لیگئے اور خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ  
 جو میری مدد کرے اور استقامت اس شخص سے کہ اس سے مجھ کو میرے اہل کے حق میں ایذا پہنچی مراد اس سے (بقیہ صفحہ آئندہ)

حضرت ابو بکر  
 رضی اللہ عنہ کا  
 خلیفہ منتخب ہونا

حضرت عمر کا  
خلیفہ مقرر ہونا

جب ابوبکر کئی سال تک خلافت کرنے کے بعد انتقال کر گئے تو اس مرتبہ بھی عائشہ کی ساز و باز سے عمر خلیفہ مقرر کئے گئے اور سب خلافت پر تمکین ہوئے اور پھر عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر لوگوں نے عثمان

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۸) عبداللہ بن ابی منافق سے بھی اور فرمایا کہ تم اللہ کی میں نے اپنی اہل سے سوائے نبی کے اور کچھ نہیں دیکھا ہے کئی سردار قبیلوں کے اٹھے اور اقرار کیا کہ ہم اس شخص کی گردن ماریں گے مگر آپ نے اس سے درگزر فرمایا اور مسیحی سے اٹھ کر آپ حضرت عائشہ کے پاس تشریف لے گئے ابھی آنحضرت اس مجلس سے نہ اٹھے تھے اور سب اہل مجلس اسی طرح حاضر تھے حضرت جبرئیل نازل ہوئے باوجودیکہ سردی کے دن تھے چہرہ مبارک سے بسبب وحی کے پسینہ پکنا تھا جب فراغت پانی زبول وحی سے آنحضرت نے تبسم کیا اول کلمہ کہ آپ نے فرمایا یہ تھا کہ اے عائشہ بشارت ہو تم کو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا کیا اور تیری شان میں قرآن بھیجا اور اس تمہت سے پاک کیا۔ جو آیتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں آئیں وہ اس آیتیں سورہ نور کی ہیں اور وہ آیتیں یہ ہیں ان الذین جاؤ بالافواج عصیۃ صنمکم الخ جب پاکمانی حضرت عائشہ صدیقہ کی نازل ہوئی آپ نے تمہت لگائی والوں کو ملا کر حد قذف جاری کی یعنی ہر ایک کو اتنی دوسے ماٹے وہ چار آدمی تھے جن کے نام اور آپ کے واضح ہو کہ حضرت علی کا اول بار عائشہ کے مقدمہ میں مسئلہ کرنا اور کہنا کہ تنگ نہیں کیا ہے اللہ تعالیٰ نے کام کو تم پر عورتیں سوا ان کے بہت ہیں اس لئے تھا کہ جب دیکھا انہوں نے کہ آنحضرت صلعم خج اور حیرت اور تنگدلی میں ہیں تو واسطے دفع کرنے غم و اندوہ کے یہ بات کہی اور ایسی باتیں مجبوں اور خیر خواہوں اور برادروں میں بہت ہوا کرتی ہیں اور ظاہر ہے کہ جو پاس خاطر علی کو ساتھ حضرت صلعم کے تھے وہ عائشہ کے ساتھ نہ تھے میسر پامر کی یہ رائے بالکل درست نہیں ہے کہ عائشہ کو علی سے سخت ناراضگی تھی اسی وجہ سے علی کو بعد آنحضرت کے خلافت نہیں ہوئی واضح ہو کہ صرف یہ معاملہ تھا جو کہ بیان کیا گیا اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے بالکل بخیر نہ تھیں اور خلافت کے معاملہ میں تو ان کا بالکل ہی تعلق نہیں یہ میسر پامر کی خود رائی و خلافت جسطح سے خلفائے راشدین کو پہنچی وہ آئندہ لوگوں سے ناظرین کو معلوم ہوگی ۱۲ مصلح

متعلقہ صفحہ ۱۹ ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو اہل بیت و اصحاب پر قیامت کا رنج و ملال ہوا۔ ہنوز تازین کی نوبت نہ پہنچی تھی کہ انصار نے سفیقہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر یہ تجویزی کی یہ کہ سعد بن عبادہ کو امیر کر لیں یہ خبر سنا کر حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت ابو عبیدہ بن الجراح سفیقہ بنی ساعدہ کو حضرت عباس سے اجازت لیا گئے بنی ساعدہ انصار میں ایک قبیلہ ہے اس قبیلہ میں ایک مکان بطور چوپال کے تھا وہی سفیقہ بنی ساعدہ کہلاتا تھا وہاں ہنگامہ برپا تھا سعد بن عبادہ نام ایک انصار ایک اونچے تخت پر بیٹھے ہوئے اپنی خلافت کے جمانے کا خطاب پڑھ رہے تھے انصار نے ابھی ان پر اتفاق نہیں کیا تھا کہ یہ تینوں صاحب وہاں جا پہنچے اور تقریر سعد کی قطع ہو گئی حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت ایک تقریر اپنے دل میں بنا رکھی تھی میں نے چاہا کہ میں تقریر کروں حضرت صدیق نے روکا اور خود تقریر کی جو باتیں میں نے سوچی تھیں وہ سب بہت خوبی سے ادا کیں انصار کے فضائل اور مناقب بیان کئے اور ان کے حقوق کو بھی تسلیم کیا۔ انہوں نے امارت کے بائے میں دعویٰ کیا وہ کل امارت چاہتے تھے پھر انہوں نے کہا کہ ایک امیر ہم میں ہے اور ایک تم میں یعنی کہا جریں میں پھر ابوبکر صدیق نے کہا کہ اے گروہ انصار کیا تم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث یاد نہیں رہی کہ الامتہ من قریش یعنی بادشاہ قریش میں سے ہوں گے گفتگو بہت ہوئی آخر اسی قبیلہ ہوا کہ قریش میں سے خلیفہ ہوا انصار خاموش ہو رہے تب ابوبکر صدیق نے کہا عمر بن خطاب خواہ ابو عبیدہ سے بیعت کرو عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کل تقریریں یہی ایک بات مجھے ناپسند ہوئی کہ نسبت اس کلام کے اگر میری گردن بڑی جاتی تو قبول تھا اس لئے کہ میں ابوبکر کے مجھے مجھے خلیفہ بنوں میں نے ابوبکر سے کہا کہ تمہارے ہوتے کون امام ہو سکتا ہے۔ ہاتھ دراز کرو۔ انہوں نے ہاتھ بڑھایا میں نے بیعت کی اور حضرت ابو عبیدہ اور سب حاضرین نے بیعت کی کتاب صواعق محرقہ میں ہے کہ بعد فحاش ابوبکر کے سعد بن عبادہ نے حضرت ابوبکر سے بیعت اسی وقت کی اور یہ غلط ہے کہ سعد بن عبادہ چھوڑ کر چلے گئے اور انہوں نے تمام عمر بیعت نہیں کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مسلمانوں نے جو بیعت خلافت کی وہ اس کے مستحق تھے بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض موت میں فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز جماعت پڑھا جائے میں نے کہا یا رسول اللہ ابوبکر نے تم کو دل سے آپ کے تمام بر نماز پڑھانے کھڑا ہو گا اور رونے لگے گا قرآن کی آواز لوگ نہ سنیں گے عمر کو فرمایا کہ وہ نماز پڑھاویں حضرت نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ تم آؤ پڑھاؤ اور پھر دوبارہ حضرت حفصہ (بقیہ صفحہ آئندہ)

کو منتخب کر کے خلیفہ مقرر کیا چونکہ علیؑ نے خلیفہ مقرر کئے جانے کے وقت ان شرطوں کی پابندی سے انکار کر دیا کہ وہ قرآن شریف اور سنت اور سیرت شیخین کے موافق عمل کریں گے علیؑ کا جواب مشہور سی سے

حضرت عثمان  
کا خلیفہ مقرر  
ہونا

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۰) اور حضرت عائشہ سے یہی فرمایا کہ ابو بکرؓ ہی امام ہو کر نماز پڑھاوے۔ بالجملہ حضرت صدیق اکبرؓ نے باج دن تک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں نماز پڑھائی۔ یہ اشارہ ہے حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کا کہ یہ عہدہ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا یعنی امامت نماز سوائی حیات میں ان کو عنایت کیا جس طرح کوئی بادشاہ اپنی زندگی میں کسی کو تخت اور تاج شہی دلوائے تو یہ علامت ہے کہ بادشاہ نے اس کو اپنا ولیہد مقرر کیا جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن در دولت رسول مقبول پر بہارتی اور انصار کی جماعت کے ساتھ حاضر تھا اور باہم تذکرہ بزرگی و فضیلت کر رہے تھے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ کس شغل میں ہو میں نے عرض کیا کہ فضائل لوگوں کے بیان کرتے ہیں فرمایا کہ اگر یہ تذکرہ تو خیر دار ابو بکرؓ کی کو تفصیل نہ دیجیوے اس لئے کہ وہ تم سے افضل ہے دنیا و آخرت میں حضرت علیؑ رضوی سے روایت ہے کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ آفتاب کے طلوع اور غروب نہیں کیا بعد تمہیروں کے کسی پر جو بہتر ہو ابو بکر صدیقؓ سے از اجماع بڑی فضیلت حضرت ابو بکرؓ کی ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مقام دجونی پیغمبرؐ میں فرمایا ہے و سوف یعطیات ربک فرضی، اسی طرح صدیق اکبرؓ کے حق میں وعدہ کیا و سوف یرضی، یعنی یقین سے کہ راضی ہو گا صدیق اکبرؓ خدا سے اور بھی اللہ جل ذکرہ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو اتنی فرمایا ہے و سببہا الاتقی الذی یونی مالہ تیزی اور دوسری جگہ فرمایا ہے ان اکرم عند اللہ اتقالم پس مقتضائے مجموع آیاتوں سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم الناس ہیں بعد سب پیغمبروں کے اور یہی معنی افضلیت کے ہیں ان تمام آیاتوں اور روایتوں اور روایتوں سے ہر طور سے افضلیت حضرت ابو بکر صدیق کی ثابت ہے مسٹر پام کی یہ رائے بالکل غلط ہے کہ حضرت عائشہ کی حضرت علیؑ سے سخت ناراضگی تھی اسی وجہ سے حضرت علیؑ کو بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلافت ہمیں ہوئی حضرت عائشہ کو انتخاب خلافت میں کسی قسم کا تعلق نہیں تھا یہ انتخاب خلافت مسلمانوں کے اجماع سے ہوا ہے نہ کہ حضرت عائشہ کی رائے سے بلکہ حضرت علیؑ نے مجمع عام میں حضرت ابو بکرؓ سے بیعت کی جیسا ملا علی قاری نے اپنی شرح فقہ اکبر میں تحریر کیا ہے ۱۲ مصباح۔ اس کا مفصل حال شیخ جلال الدین سیوطی (نوٹ متعلق صفحہ ۲۰) نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اول اپنے جیسے ہی مقرر کر گئے تھے۔ اس کا مفصل حال شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں اچھی طرح سے تحریر کیا ہے مسٹر پام کا بیان درست نہیں کہ خلیفہ بھی حضرت عائشہ کی سازش سے خلیفہ مقرر ہوئے حضرت عمر نے اپنے انتقال کے قریب خلافت کے بارے میں مسلمانوں سے فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد عثمان اور علی اور طلحہ اور زبیر اور سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمن بن عوف رضوان اللہ علیہم اجمعین ان چھ آدمیوں میں سے تمہو مسلمان جس کو چاہیں خلیفہ منتخب کریں۔ بالآخر حضرت عثمان نے بعد شہادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بتوقف سے شبانہ روز موافق رائے جمہور مسلمانان خلیفہ منتخب ہوئے اور وجہ توقف یہ ہوئی کہ لوگوں نے عبدالرحمن بن عوف سے دوبارہ خلافت مشورہ کیا تو انہوں نے فرمایا بہتر یہ ہے کہ اس امر کو تین شخصوں پر مخد چھ کے تجویز کرو سو علی رضی اللہ عنہ کو زبیر ابن عوام اور طلحہ نے قبول کیا اور سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمن نے انکار فرمایا اور علی رضی اللہ عنہ نے بھی خواہش نہ کی۔ آخر عبدالرحمن نے بلا درخواست حضرت عثمان کے انہیں سے بیعت کی بعد ازاں علی رضی اللہ عنہ اور بقیہ ہاجرین اور انصار نے بیعت کی مسند امام احمد میں ابو وائل سے روایت ہے کہ میں نے عبدالرحمن بن عوف سے کہا کہ تم نے کس طرح عثمان سے باوجود علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی کے بیعت کر لی عبدالرحمن نے کہا میرا قصور نہیں ہے اول میں نے حضرت علیؑ سے کہا تھا کہ میں بیعت کرتا ہوں تم سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور سیرت ابو بکرؓ و عمرؓ پر وہ کہتے تھے میں اس کی استطاعت نہیں رکھتا ہوں تب میں نے اسی طرح عثمان سے کہا اس نے قبول کیا۔ کذا فی اخبار الدول۔ اور شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری نے تحریر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت اور امامت پر جو اس کے کہ ان میں امامت کی شرطیں موجود تھیں اجماع ہو گیا اور مروی ہے کہ حضرت عبدالرحمن نے قبول خلافت سے انکار کر کے اسے اس کو اختیار دیدیا تھا اور کہہ دیا کہ جب لو آپ خلیفہ بنا دینگے اس پر ہم سب راضی ہو جائیں گے انہوں نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ کتاب اللہ اور حدیث اور سیرت شیخین پر حکم کرو تو آپ کو امام بنایا جاوے حضرت علیؑ نے فرمایا کہ قرآن اور حدیث پر عمل کروں گا اور باقی اجتہاد کروں گا پھر حضرت عبدالرحمن نے اسی طرح حضرت عثمان سے کہا انہوں نے قبول کیا اور یہ بات انہوں نے دونوں صاحبوں سے تین تین

علیؑ نے قرآن کے مطابق حکومت کرنے سے تو رضامندی ظاہر کی لیکن یہ کہا کہ میں طریقہ شیخین پر عمل کرنے کا پابند نہیں ہوتا گویا علی رضی اللہ عنہ نے اُس وقت اس بات کی شہادت دی کہ سنت (حدیث) حضرت محمد صاحب کے ذاتی مقولے نہیں ہیں جیسا کہ سنی فرقے والے بیان کرتے ہیں۔ یہ عقلاء و فضلاء عرب کے مقولے ہیں جو کہ محمد صاحب صلعم کے نام سے بسبب اسکے کہ آپ نے اُن کو پسند فرمایا مشہور ہو گئے ہیں۔ یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہے اس سے یہ پتہ لگتا ہے کہ ایرانیوں کو فرقہ سنی سے جو نفرت یا مخالفت ہے اُس کا بڑا باعث یہ انکار ہے۔

قرآن میں محمد صاحب صلعم کے خیالات یا مقولے بہت ہی کم ہیں۔ عرب میں زمانہ قدیم سے بزرگوں کی کرامتوں وغیرہ کی جو باتیں مشہور ہو گئی تھیں کچھ تو وہ کچھ عربوں کے نصیحتانہ اور اخلاقانہ اقوال قرآن شریف میں لکھے ہوئے ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے القا ہو کر

قرآن شریف  
کا منزل من اللہ  
ہونا

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۱ مرتبہ کہی اور حضرت علیؑ نے ہر بار وہی جواب اول دیا اور حضرت عثمانؓ کو جس طرح حضرت عبدالرحمن نے کہا انہوں نے اسکو قبول کیا پس حضرت عبدالرحمن بن عوف نے حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر ان سے تمام مسلمانوں نے بیعت کی اور حضرت علی کا یہ کہنا کہ بعد قرآن و حدیث کے جو میری رائے میں آئے گا وہ کروں گا۔ یہ شیخین کے خلاف یعنی اُن سے خلاف ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ مذہب اُن کا یہ تھا کہ جتھہ کو اپنے اجتہاد کی اتباع چاہئے دوسرے کی تقلید نہیں چاہئے۔ جیسے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تقلید امام اعظم رحمہ اللہ کی نہیں کی اور حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عثمان کا یہ مذہب تھا کہ جتھہ کو دوسرے کی تقلید جائز ہے جبکہ اُسکو اپنے سے بڑھ کر علم و فقیرین جانے اور یہ قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے جیسے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہ باوجود مرتبہ اجتہاد کے تقلید امام اعظم صاحب کی کی۔

پھر صاحب کا یہ بیان یا یہ خیال کہ حضرت علیؑ نے اقوال سنت پر عمل کرنے سے انکار کیا محض غلط ہے متذکرہ صدری پر اور واقعی حال معتبر اور مستند کتب سے بالتفصیل لکھا گیا ہے پھر صاحب کا یہ بنیاد بات تو علیؑ کی شہادت (گواہی) اور اس وجہ کو سنی اور ایرانیوں میں یعنی اہل شیعہ اور سنیوں میں مخالفت قرار دے لینا محض بے دلیل ہے اور نہ اقوال سنت و حدیث، فضلاء و عقلاء عرب کے مقرر کئے ہوئے ہو سکتے ہیں۔ اقوال سنت (حدیث) خاص ذات مقاس بانی اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ فضلاء و عقلاء عرب شیوعہ اسلام کے وقت بانی اسلام (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بہت مقابلہ اور معارضہ رہتے پھر مخالفان اسلام کے مقولے سنت اسلام میں کیونکر داخل ہو سکتے ہیں؟ چھوٹی سے چھوٹی عقل کا آدمی بھی اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا ۱۲ مصباح۔

لہٰذا یہ رائے نادرست ہے کہ معاذ اللہ قرآن شریف میں عربوں کے نصیحتانہ و اخلاقانہ اقوال درج ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ خیالات ہیں۔ کلام مجید از اول تا آخر بالکل اللہ تعالیٰ کا کلام پاک ہے یہ قدرتی اعجاز اس کے کلام اللہ ہونے پر شاہد ہے کہ رسول صلعم (امی اُن پر پڑھے) تھے اور امی کا کلام جامع علوم گذشتہ اور آئندہ نہیں ہو سکتا۔ قرآن کے احکام اور اصول کا جامع علوم ہونا زمانے کے انقلاب سے ثابت ہوتا چلا آیا ہے یعنی جب زمانہ بدلتا ہے اور کوئی نیا علم پیدا ہوتا ہے تو اصول اس علم جدید کا کلام اللہ ہی سے نکل آتا ہے اور کلام اللہ کے نادر اور بے مثل مضمون ہدایت میں ہرگز کوئی نقص عائد نہیں ہوتا اگر قرآن بشری کلام ہوتا تو جیسا کہ انقلاب زمانہ کے وقت زمانہ جدید کے آدمیوں کی طبائع بدل جاتی ہیں اور قوانین بشری کے مضامین نئے زمانے کی ضرورت لاحقہ کے سبب نسوختے ہو جاتی ہیں تو قرآن بے مثل ہدایت کے مضامین میں بھی صورت انقلاب پیدا ہونے بغیر نہیں رہتی لیکن قرآن وہ اعجاز قدرتی دکھا رہا ہے کہ ہر زمانے کے علوم و طبائع مختلفہ قرآن کی بے نظیر ہدایت سے مختلف نہیں ہوتے اور زمانے کے بدلنے سے اصول اسلام ہر گز کوئی شکل تغیر نہیں ہوتی (بقیہ صفحہ ۲۱)

جذبہ پیغمبری سے قرآن لکھا گیا ہے اس لئے نہایت عمدہ اور فصیح و بلیغ ہے اگر خدا کی جانب سے یہ القانہ ہوتا صرف محمد صاحب صلعم کی ایجاد کردہ گفتگو ہوتی جس میں ان کے خیالات کا اظہار ہوتا تو اسکو

رہیقہ لوٹ صفحہ ۲۴) علاوہ ازیں قرآن کے منزل من اللہ موئی کی یہ دلیل بھی ہے کہ تمام جزیرہ نماے عرب بے دینی اور نہایت ناشائستہ اور عقل منق اور نجور اور غلامی اور مذہبی خرابی کا مرکز ہو رہا تھا مگر باہر سے عرب نے اپنی زبان کو ایسی ترقی دی تھی کہ ایک ایک فصیح صاحب تقریر چو خطیب کہلاتا تھا قبیلوں کے قبیلوں کو محض اپنے کلام کے اثر سے جس ارادے سے جانتا روک لیتا اور جہد جانتا تھا جھونک دیتا تھا الغرض ان کا سرمایہ ناز بھی ایک زبان تھی جس پر وہ نہایت فخر کرتے تھے اور اپنے مقابلہ میں تمام دنیا کے لوگوں کو گونگا اور بے زبان یعنی عجم بتلانے لگتے تھے جب خداوند تعالیٰ نے قرآن شریف نازل فرمایا وہ قرآن ہونہ صرف قوم عرب بلکہ تمام اقوام کی ہدایت کیلئے نازل ہوا اور اپنی روحانی اور معنوی خوبیوں کے علاوہ لفظی لطافتوں اور ظاہری کماتوں سے ایسا منور ہوا کہ اس کی مثل کو لینا ناممکن تھا بلکہ وہ قوم جاہل جو نکات معنوی سے بیخبر تھی اور صرف کلام کی ظاہری خوبی اور فصاحت اور بلاغت کو بڑی چیز سمجھے ہوئے تھی اس کے معارضہ سے عاجز ہو کر اس کو کلام الہی جان کر ایمان لے آئی یہی سبب تھا کہ جب مخالفوں نے اس کلام پاک کے منزل من اللہ ہونے پر شبہ کیا اور کسی نے جادو اور کسی نے کچھ بتایا تو خداوند تعالیٰ نے بطور حجت اور دلیل صداقت اپنے رسول کے اسی چیز میں ان سے معارضہ چاہا کہ جس کا ان کو بڑا ٹھنڈ تھا۔ کئی موقع پر فرمایا ہے کہ اگر قرآن شریف کے من اللہ ہونے پر شک ہے اور تم اپنی بات میں سچے ہو تو اس کے ایک ٹکڑے کے برابر ہی بنا لاؤ۔ اور اپنے حمایتیوں کو بھی بلا لوبا و خود اس غایت مرتبہ کی عداوت اور مخالفت کے جو وہ لوگ بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رکھتے تھے اور باوجود اس غلی واکمل درجہ کی دستگاہ کے جو فصاحت اور بلاغت میں ان کو حاصل تھی اور اس بے انتہا جد و کد اور ہزاروں کے جو آنحضرت صلعم کے دعوی رسالت کی تکذیب اور قرآن مجید کے من اللہ ہونے کی تردید میں کرتے تھے قرآن مجید کی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورت کے مانند بھی ایک فقرہ نہ بنا لاسکے۔ بلکہ ان کا وہ سب سے بڑا نامی گرامی شاعر لہید نامی جو الموجود انا ولا غیر کی کادم بھرتا تھا سورہ بقرہ کی چند آیتوں کو ٹپھ کر بے اختیار چلا اٹھا کہ خدا اور اس شخص کے سوا جس پر وحی نازل ہوتی ہو کوئی انسان ایسا کلام نہیں کر سکتا اور فوراً شرک اور بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہو گیا۔

اس موقع پر ضرور ہے کہ ہم بعض علماء محققین یورپ کی رائے کا اندازہ بھی قرآن مجید کی نسبت ان کی تصنیفات سے انتخاب کر کے ظاہر کریں چنانچہ قرآن شریف کی نسبت -

۱ مسٹر ڈوش صاحب ایک فاضل جرمنی لکھتے ہیں کہ ان تبدلات مضامین میں جو برق کی مانند تیز و طرار میں نہایت بڑی خوبصورتی اس کتاب کی پائی جاتی ہے۔

۲ مسٹر گوٹھی ایک مشہور ترین جرمنی کے فاضل کا قول ہے کہ جب قدر ہم اسکے قریب پہنچتے ہیں یعنی اس پر زیادہ غور کرتے ہیں وہ ہمیشہ دور پہنچتی جاتی ہے یعنی زیادہ اعلیٰ معلوم ہوتی ہے اور تاریخ فریقہ کرتی ہے۔ پھر تعجب کرتی ہے۔ اور آخر کار تخریر آمیز فرحت میں ڈال دیتی ہے۔ یہی فاضل ایک اور مقام پر قرآن شریف کی نسبت لکھتا ہے کہ ہم دفعہ ازراہ ترجیح اس عجیب کتاب کی ماہیت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جس کی اعانت سے عربوں نے سکندر اعظم کے جہاں بڑا جہان اور روم و اٹلی کی سلطنت سے وسیع تر سلطنت فتح کر لی اور جس قدر زمانہ کہ سلطنت روم کو اپنی فوقات کے حاصل کرنے میں درکار ہوا تھا اس کا دسواں حصہ بھی ان کو نہ لگا۔

۳ جارج سیل صاحب اپنے ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں لیبیر شاعر کے اسلام لانے کی تصریح کر کے لکھتے ہیں کہ یہ بات علی العموم مسلم ہے کہ قرآن شریف قریش کی زبان میں جو جملہ اقوام عرب میں شریف ترین اور مہذب ترین قوم ہے انہما کی لہیف اور پاکیزہ زبان میں لکھا گیا ہے لیکن اور زبانوں کی کسی قدر قلیل آمیزش ہے اور زیادہ کے عقیدے کے لوگوں کا قول ہے اور نیز اس کتاب سے یہی ثابت ہے کہ کوئی انسان اس کا مثل نہیں لکھ سکتا اگر بعض فرقوں کی مختلف رائے سے اور اسی واسطے اسے لازوال معجزہ قرار دیا ہے جو مردے کے زندہ کرنے سے بڑھ کر ہے اور تمام دنیا کو اپنے ربانی الاصل ہونے کا ثبوت دینے کے لئے اکیلا کافی ہے۔

۴ مسٹر جان ڈیون پورٹ ٹرسٹ عالم اور فاضل میں وہ لکھتے ہیں کہ جملہ ان بہت سی اعلیٰ درجہ کی خوبیوں کے جو قرآن کے لئے واجب طور پر باعث فخر و ناز ہو سکتی ہیں دونوں بیان نہایت ہیں یعنی اول تو اس کا وہ مؤدبانہ ہیبت اور رعاب سے

یہ کامیابی کبھی بھی حاصل نہیں ہوتی کہ ہر ایک عربی بولنے والی قوم اس کو فصاحت اور بلاغت کا معجزہ سمجھتی ہے بیشک قرآن کے خوبصورت اور پرتاثر الفاظ ہی ایسے ہیں کہ وہ پاک خدا کی طرف سے منزل معلوم ہوتا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ علمی فصاحت اور بلاغت کی مسلمہ سارا اور معیار کبھی نہ مانا جاتا جیسا کہ اب تمام مسلمانوں میں مانا جاتا ہے علیؑ کے جواب میں شیعہ اور سنیوں کے درمیان جو تنازعہ ہے اس کا تمام لب لباب شامل ہے اول الذکر قرآن کو مانتے ہیں لیکن اس کا قانونی حصہ غیر مکمل بیان کرتے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۳) بھرا ہوا طرز بیان جو ہر ایک مقام پر جہاں خدا تعالیٰ ذکر کیا اس کی ذات کی طرف اشارہ ہے اختیار کیا گیا ہے اور جس میں خداوند عالم کو ان جذبات اور اخلاقی نقضوں سے منسوب نہیں کیا جو انسان میں پائے جاتے ہیں دوسرے ان کا ان تمام خیالات و الفاظ اور قصوں سے مبرا ہونا جو فحش اور خلاف اخلاق اور نامہذب ہیں۔ حالانکہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ یہ عیوب توریت وغیرہ کتب مقدسہ ہوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

۵ مسطر طاس کارلائل جو اس صدی کے نہایت مشہور و معروف نقلا میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں سچائی کا جو ہر اس کے معنی میں موجود ہے جس نے اس کو وحی عربی کی نظر میں پیش بہا کر دیا تھا سب سے اخیر یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن سب سے اول اور سب سے اخیر جو تمد گیاں ہیں وہ اپنے میں رکھتا ہے اور ہر قسم کے اوصاف کا بانی ہے بلکہ دراصل ہر قسم کے وصف کی صرف بنا اسی سے ہو سکتی ہے۔

۶ ریونڈراڈویل صاحب اگرچہ قرآن مجید کی نسبت چند بے اصل اور غلط الزامات قائم کرتے ہیں مگر اس پر بھی خلاف توقع ان کی قلم سے ایسا کچھ نکل گیا ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن مجید کا گویا معجزہ کہنا چاہتے وہ لکھتے ہیں کہ محمدؐ کی زندگی کا مدعا جو حیدرآبی کا اعلان کرنا تھا اور وہ بیشک اس میں کامیاب ہو گیا جس قدر کہ نہایت صحیح تاریخی واقعات پر نظر کرنے سے ہم کو محمد صلیم کی سیرت سے اصلی واقفیت حاصل ہوتی ہے اسی قدر مرگشتی۔ پریڈ اور دیگر مصنفین کی سخت کلامی اور بدزبانی ہم پر غلط ثابت ہوتی ہے اور یہ کہنا حقیقت الامر کے زیادہ تر قریب ہو گا کہ وہ بیشک ایک اعلیٰ درجہ کا شخص تھا۔

۷ یہی صاحب اور ایک جگہ لکھتے ہیں کہ یہ بھی مان لینا ضرور ہے کہ قرآن نے جس طور خدا کی ذات کی تعریف بلحاظ اس کی وحدانیت اور تمام جہان کا پروردگار اور عالم الغیب اور قادر مطلق ہونیکے بیان کی ہے اس کے لئے وہ نہایت اعلیٰ درجہ کی تعریف کا مستحق ہے۔ اور پھر ایک جگہ اعتراض کر کے لکھتے ہیں کہ "ما وجود ان باتوں کے اس میں ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی عمیق سچائی ہے جو ایسے الفاظ میں بیان کی گئی ہے جو باوجود اختصار کے قوی اور کثیر الدلالہ اور ملہمانہ حکمت سے بھرے ہوئے ہیں۔"

۸ اب غور کی جگہ ہے کہ جس کتاب کی تعلیم روح کو ایسی ترقی دینے والی ہو اور جو لطافت زبان اور حسن بیان کے اعتبار سے یگانہ اور اعلیٰ تر ہو وہ بیشک ایسے وجود کا کلام نہیں ہو سکتی جو اپنی فطرت میں ناقص اور مرکب عن الخطا والنسیان ہو اس کا مقصد وہی کامل الذات اور قادر مطلق ہونا چاہیے جو ہر ایک طرح کی قدرت پر قادر ہے کیونکہ کامل شئی کا صدور کامل سو ہی ہو سکتا ناقص سے نہیں ہو سکتا۔ اب ناظرین کو ہماری اس مختصر تقریر سے اور نیز متواتر شہادت علماء محققین اور سچے قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے کی کوئی شک نہیں رہیگا اور اس بات کو قرآن کا معجزہ سمجھنا چاہیے کہ اس کی اعلیٰ درجہ کی افضلیت اور صداقت اور بانی الاصل ہونے کی شہادت ایسے مخالفین سے باوصف اعتراضات کے ظاہر ہو رہی ہے جنہاں خود پامر صاحب نے آگے اپنی عبارت میں قرآن کو منزل من اللہ ہونا سلیم کر لیا والفضل ما شہدت به الاعداء ۱۲ مصباح

۱۲ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت میں مسئلہ ہجری میں قرآن مجید کی کل جلدوں کو جمع کر کے دوبارہ بہت مصروفیت کے ساتھ سی پارہ جہاں کر کے بعد مراتب قرأت وغیرہ ترتیب کیا اور بعد نقل مطابق اصل ایک ایک جلد قرآن قائم کر کے جو اوراق مستشرقین نقل بطور دی ایسے انکو بیکار سمجھ کر ادبی کے خیال سے جلا دیا آج تک وہ قرآن موجود ہے حضرت عثمان پر حق قرآن ہونیکا الزام لگانا اور جبکہ اور چونکہ اہل تشیع ان کو خلیفہ برحق نہیں جانتے اسلئے شاید وہ قرآن کو مکمل نہیں سمجھتے ہیں اہل سنت اور شیعوں میں جو اختلاف ہے ہر دو مذہب کی کتابوں میں جو ضرورت ہو ملاحظہ کر کے مذہب کی بحث لکھنے سے ہم اپنے مطلب کے دوچار پڑتے ہیں اس لئے کہ نہیں لکھا گیا ۱۲ مصباح



ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ اس میں صرف ایک غیر محدود عقیدہ خدا کی واحدائیت کا ہے جس کو وہ درست مانتے ہیں لیکن وہ سنت کو جیسا کہ اوپر بیان ہوا نہیں مانتے۔ کیونکہ اگر وہ سنت کو درست مان لیں تو ادنیٰ ادنیٰ بات پر غیر ملک (عرب) کے طریقے اور واجبات پر ان کو عمل کرنا پڑے جس کو وہ اپنی ملکی رسم و رواج اور قومی عادتوں کے بالکل خلاف سمجھتے ہیں۔

عثمان نے خلیفہ ہوتے ہی اول کام جو کیا وہ یہ تھا کہ جس قدر اعلیٰ عہدے اور مناصب تھے ان سب پر امیہ کے خاندان کے اشخاص کو مقرر کر دیا اور معاویہ بن ابوسفیان کو ملک شام کا عامل رکھوا دیا۔ آخر کار عثمان شہید ہوئے اور اس مرتبہ علیؑ بلاشرط خلیفہ منتخب ہو گئے۔ علیؑ نے خلیفہ ہوتے ہی معاویہ کو عہدہ سے معزول کر کے واپس بلوایا۔ مگر معاویہ نے تعمیل حکم سے انکار کر دیا اور عائشہ

حضرت علیؑ کا خلیفہ مقرر ہونا

سے مشورہ پانے لکھا ہے کہ معاویہ کو حضرت عثمان نے گورنر شام مقرر فرمایا یہ بالکل غلط ہے۔ معاویہ حضرت عثمان کے زمانہ میں بھی گورنر شام تھے حضرت عمرؓ دورہ کرتے ہوئے جب شام میں پہنچے ایک اونٹ سواری میں اور ایک غلام ہمراہ تھا امیر معاویہ کے تکلف درباری دیکھ کر بہت خفا ہوئے امیر معاویہ کے ہوش و حواس باختہ ہو گئے۔ یہ عذر پیش کیا کہ یہ ملک سرحدی ہے دشمنوں پر عیب کرنے کی ضرورت سے یہ سامان جمع کیا گیا ہے۔ چونکہ یہ عذر مقبول تھا خلیفہ دوم کو تسلیم کرنا پڑا آخر کار اصحابوں نے درمیان میں پڑ کر امیر معاویہ کی خطا مفا کرائی جیسی سرکشی امیر معاویہ نے حضرت علیؑ سے کی اگر ایسی حضرت عمرؓ سے کرتے تو عجب نہ تھا کہ وہ ان کی حکومت کی جڑ اکھاڑ دیتے ۱۲ مصباح

۱۳ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ حسب ذیل ہے آپ اپنے برادر رضاعی عبد اللہ بن مسعود کو حاکم مصر مقرر فرمایا یہی برس تک وہ پورا عدل و انصاف کرتا رہا بعد ازاں رعایا پر جبر و تعدی کرنے لگا اور فسق و فجور میں مبتلا ہو کر شراب خوار ہو گیا مصر والے مجتمع ہو کر حضرت عثمان کے پاس فریاد دی آئے۔ آپ نے عبد اللہ کو موقوف کر کے محمد بن ابی بکر کو وہاں کا حاکم مقرر کر کے روانہ کیا مروان جو حضرت عثمان کا سالار اور خاص منشی تھا وہ محمد بن ابی بکر کا سخت دشمن تھا اس نے جعلی رقعہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے عبد اللہ حاکم مصر کو لکھا کہ محمد کو مصر میں وارد ہوتے ہی قتل کر ڈالنا اور رقعہ پر حضرت عثمانؓ کی مہر ثبت کر دی۔ اس تمام حال سے حضرت عثمانؓ بالکل بے خبر تھے مروان نے ایک غلام کو تیز رفتار اونٹ پر سوار کر کے اور یہ رقعہ دیکھ کر اس کو مصر کی جانب روانہ کیا وہ غلام مع تحریر کے راہ میں مصر والوں کے ہاتھ گرفتار ہوا۔ یہ رقعہ دیکھ کر محمد بن ابی بکر اور سب مصر والے راہ میں سے مدینہ شریف لوٹ آئے اور حال بیان کیا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اس تحریر سے مجھے مطلق اطلاع نہیں اور میری بغیر اجازت لکھی گئی ہے مصریوں نے کھنسنے والے کو آپ سے مانگا آپ نے فرمایا کہ ہم خود سزا دینے میں خلیفہ ہوں تمکو میری اطاعت چاہیے یہ بات بڑھ گئی۔ مصر والے کہہ اٹھے کہ ہم آپ کو خلیفہ نہیں مانتے بلکہ ہوا آپ حضور ہو گئے چھ دن تک پانی بند رہا۔ مصر والے ضد پراڑے رہے حضرت علیؑ نے حسنین علیہما السلام کو دروازہ پر مقرر کر دیا کہ تم دونوں حضرت عثمان کے دروازہ پر کھڑے رہو اگر یہ لوگ اندر جانے کا قصد کریں تو میں مسجداں میں ہوں ان لوگوں کو اندر داخل مت ہونے دینا اور مجھے اطلاع کر دینا یہ کہہ کر حضرت علیؑ مسجد کو چلے گئے مصر والے عقب سے ہمسایہ کے مکان سے دیوار کو دیکر حضرت عثمان کے گھر میں گھس آئے اور حضرت عثمان کو شہید کیا اتنے میں حضرت علی تشریف لائے حسنین علیہما السلام کو تادیب کی راہ سے سخت و ست کہا اور کہا کہ تمہارے موجود ہونے یہ لوگ کسے اندر چلے گئے حسنین علیہما السلام نے کہا کہ آپ اندر چل کر دریافت فرمائیں ہمارا قصور کچھ نہیں ہے حضرت علیؑ اندر گئے دیکھا تو صورت ہی اور تھی اب کیا ہو سکتا تھا خلیفہ سوم بلاشبہ مظلوم شہید ہو گئے۔

شیوہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نسبت اور ذمہ کل جرم قرار دیتے ہیں کہ جو کچھ ہوا انکی مرضی سے لیا گیا ہے بالکل غلط ہے اور بعض لوگ درپردہ حضرت علیؑ کو اس بات کا مجوز مانتے ہیں یہ خیال بھی محض لغو اور افتراء ہے حضرت علیؑ کا ذمہ حضرت عثمان کے خون سے بالکل بری ہے ۱۲ مصباح

۱۳ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم کی شہادت کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت علیؑ کو مظلوم شہید کے ابقیہ برصغیر آئندہ ۱۵

ان کی طرف دار ہو گئیں اس وجہ سے امیر معاویہ نے خود خلافت کا دعویٰ کر دیا اس بات پر امیر معاویہ اور

بقیہ لوگ صفحہ ۲۵) سامنے خلافت پیش کی۔ آپ نے انکار کیا۔ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اس طرح شہید ہونا ایک امر عظیم قرار دیا اور لوگوں کو جنہوں نے آپ کو خلافت پیش کی اپنے پاس آنے سے منع کر دیا اور اپنے گھر بیٹھ رہے پھر لوگوں نے خلافت کو حضرت طلحہ پر پیش کیا آپ نے بھی انکار کیا اور اس سے کراہت کی۔ پھر انہوں نے زبیر رضی اللہ عنہ پر خلافت پیش کی کہ سرداری کرو اور ہم تمہاری فرمانبرداری کو موجود میں آپ نے بھی انکار کیا اس میں تین روز گزر گئے۔ چوتھے روز ہاجرین اور انصار نے جمع ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مکان پر ہجوم کیا اور خوشامد کی اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلائی کہ اسلام کی حفاظت کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دارالہجرت کی صیانت کریں پس آپ نے بعد شدت کے اس کو قبول فرمایا پھر تمام ہاجرین اور انصار نے آپ سے بیعت کی اور یہ جو بعض بھوٹے لوگ کہتے ہیں کہ حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کراہت کے ساتھ بیعت کی تھی بالکل غلط ہے۔ پھر جب آپ خلیفہ ہو گئے تو ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کو انتظار تھا کہ ان باغیوں کے قتل و قصاص کا حکم دیں گے جو واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں شریک تھے اور شام میں امیر معاویہ کو بھی یہی انتظار تھا کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اولیاء میں سے امیر معاویہ زیادہ قریب تھے اور خون ناحق کا مطالبہ وہی کو پہنچتا ہے اور ان باغیوں کو سرگزا اپنے امام برحق و خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شہید کرنا روانہ تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے باغیوں کو قتل نہیں کیا اور یہ آپ کا اجتہاد تھا اور ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ اجتہاد صحیح تھا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ باغیوں نے تاویل کی تھی اور ان کی جماعت کثیر تھی اور باغیوں کا حکم یہ ہے کہ باغی لوگ جب امام عادل کے فرمانبردار ہو جائیں تو جو کچھ انہوں نے حالت بغاوت میں اہل عدل کے مال اور جانیں تلف کیں یا زخم پہنچا ہیں ان سے مطالبہ اس کا نہ کیا جاوے اور حالت لڑائی میں جو مال باغیوں کا لوٹا ہے آیا ہو وہ ان باغیوں کو بعد اطاعت کے واپس دینا واجب ہے اور جو باغی گرفتار ہوں وہ ہار دے جائیں پس جب وہ لوگ ایسی جماعت کثیر تھے کہ ان کو مغت و شوکت حاصل تھی۔ جب صحابہ ہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیعت کی تو باغیوں نے آپ سے بغاوت کرنا خوب نہ دیکھا اور مطیع ہونے تو آپ پر ان کو قصاص میں قتل کرنا یا بیکرا کرنا اولیاء مقبول کو دینا واجب نہ تھا اور بعض کے نزدیک باغیوں سے مواخذہ و قصاص لازم ہے لیکن یہی اس وقت واجب ہے کہ جب باغیوں کی قوت لوٹ جاوے اور شوکت جاتی ہے اور فتنہ برپا ہونے کا خوف جاتا ہے اور اس وقت میں جبکہ امیر معاویہ مطالبہ کرتے تھے یہ بات حال نہ تھی اور یہی قصاص نہ لینا حضرت طلحہ اور زبیر کے مطالبہ کا باعث ہوا اور یہ دونوں بھی اہل علم و اجتہاد تھے اگرچہ ہر دو دوسری نصوص سے معلوم ہوا کہ اجتہاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا برحق تھا اور دوسروں سے اجتہاد میں خطا ہو گئی اور صحیح معلوم ہوا کہ حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما آخرین نام ہوئے اور یوں ہی حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نام ہوئیں اور بعض اوقات اس قدر روئیں کہ اور بھی تر ہو جاتی۔ اور امیر معاویہ نے جو کیا تاویل و اجتہاد سے کیا۔ لہذا اسق ان پر لازم نہیں آتا ہے اگرچہ اس اجتہاد میں خطا ہوئی اور معاویہ کو خلافت علی نہیں مناقشہ نہ تھا لیکن قائلوں کا مطالبہ تھا اور بیعت کی لو بیت نہ پہنچی تھی کہ درمیان میں جھگڑا ہو گیا اور حق صریح یہی ہے جو اہل السنۃ کا اجماعی اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اصحاب خانم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا اور خیر امت فرمایا پس وہ سب اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائد کے تھے پس اور ان کی فضیلت میں قرآن کلام الہی ناطق حق ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسے تم اصحاب صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگمانی ذکرنا کہ ان میں سے ایک کا قیام ایک دم بھرا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمہاری عمر بھر کی عبادت (شب و روز) سے بہتر ہے۔

مشترک امر کی یہ رائے غلط ہے کہ حضرت عائشہ معاویہ کی طرف دار ہو گئیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ وہ حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے اصکار اور اپنے اجتہاد سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ برآئی تھیں جس کا حال سب ذیل ہے۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے قاتلان عثمان آپ تھے لشکر میں تھے طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم ان کی طرف سے خائف ہو کر مکہ شریف کو چلے گئے وہاں حضرت عائشہ موجود تھیں ان دونوں نے سارا ماجرہ بیان کر کے کہا کہ ام المومنین ہم آپ کی پناہ میں آئے ہیں مقصود صرف یہ ہے کہ قاتلان عثمان کو اس لشکر میں سے گرفتار کر لیں ام المومنین نے پوچھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ان کے ساتھ ہرناؤ کیسا ہے یہ سننے لگے وہ ان کو جدا کیا بقیہ برصغیر آئندہ

## حضرت علیؑ کے لشکروں میں ایک سخت جنگ واقع ہوئی جس میں اول اول علیؑ کے لشکر کو کامیابی

نہیں جانتے حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اب یہ کام بغیر لڑے بھڑے نہ چلے گا۔ طلحہ زبیر اور یعلیٰ ابن مرہ صحابی نے بصرہ کی طرف مسلمانوں کو متفق کرنے کے لئے کوچ کیا اور ام المومنین کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ حضرت عائشہ جبل اونٹ پر سوار تھیں اسی واسطے یہ جنگ بنام جنگ جبل مشہور ہوئی۔ قصہ بصرہ پہنچ کر اپنے ساتھ بصرہ والوں کو متفق کر لیا بارہ ہزار آدمیوں کی جمعیت ہو گئی ادھر حضرت علیؑ نے خبریں کر دینے سے لشکر سمیت روانہ ہو کر بصرہ میں پہنچے۔ گفتگو آئی طلحہ زبیر نے قاتلان عثمان کو طلب کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ حضرت عثمان باوے میں شہید ہوئے ہیں قاتل ان کا معین نہیں ہے حضرت عثمان کی اولاد اگر کسی شخص پر دعوے کرے تو ثبوت کے بعد قصاص ہو گا تم عثمان کے ولی نہیں ہو اور جنہیں تم طلب کرتے ہو وہ سینکڑوں مسلمان ہیں مصر کے رہنے والے سب کے سب تو عثمان کے قاتل نہیں ہیں سب کے سب کو گرفتار کر کے تم کو کیسے دیا جاوے آخر یہ تجویز تھیری کہ حضرت علیؑ بلوایوں کو اپنے لشکر سے جدا کر دیں پھر بصرہ والے ان سے بھگت لیں گئے حضرت علیؑ نے اپنی اپنی رائے خاص کو ظاہر نہیں کیا تھا کہ خبر لشکر میں پھیل گئی مصر والوں نے خیال کیا اگر علیؑ رضی اللہ عنہ نے ہمیں ان کے حوالہ کر دیا تو بری بنے گی اس سے بہتر یہ ہے کہ کچھ رات سے لڑائی شروع کر دو حضرت علیؑ کو چھس تو کہہ دینا کہ ابتدا، ادھر سے ہوئی تھی پھلی رات ایسا ہی ہوا لڑائی ایک آگ ہوئی بے لگی سو لگی طرفین سے ہنگامہ جدال و قتال گرم ہوا دن نکل آیا حضرت علیؑ نے دیکھا کہ لشکر مخالف اونٹ کے ادھر ادھر صفیں باندھے ہوئے ہے بیچ میں وہ اونٹ ہے فرمایا کہ جب تک صدیقہ کی سواری کا شرمیدان میں کھڑا رہے گا مخالفوں کا جوش کم نہ ہو گا مصلحت وقت یہ ہے کہ تھوڑے سے دلاور قلب جنگ گاہ کی طرف بڑھیں اور صدیقہ کے شتر کی کوچیں کاٹیں تاکہ طرفین کے مسلمانوں کو قتل سے امن حاصل ہو چنانچہ اس حکم کی تعمیل کو چند دلاور صف اعدا کو چیر کر آگے بڑھے اور قلب گاہ میں پہنچ کر اونٹ کے پاؤں جا کاٹے جب مخالف زمین پر گر گئے لگا محارم عمر نے اٹک کر گواہ کو سنبھالا اور زمین پر گرنے نہ دیا اور صدیقہ کو کجاوہ سے نکال کر حضرت علیؑ کے چھے میں بحفاظت پہنچا دیا فوراً لڑائی بند ہو گئی حضرت زبیر کا شرفِ خوابی کی حالت میں حضرت علیؑ کے لشکر کا ایک سپاہی عمر نامی کاٹ لیا جب حضرت علیؑ سے انعام کا طلب گار ہوا تو آپ نے فرمایا کہ زبیر کا قاتل جنہی ہو گا بقول رسول اللہ وہ شخص غضبناک ہو کر بولا یا علی اپنے دشمنوں سے ہم کو لڑاتے ہو پھر ہمیں تبتلے ہو میں نے اس کو ٹرا سدا راجع جان کر قتل کیا تھا اسی غصہ میں اپنے پیٹ میں چھری مار کر مر گیا اور طلحہ کے پاؤں میں تیر لگا وہ بھی اسی زخم کاری سے فوت ہو گئے اور اس لڑائی میں ۶ ہزار آدمی اہل مکہ قتل ہوئے لقیۃ السیف فرار ہو گئے صبح ہوتے ہی چند آدمیوں کی حفاظت میں عائشہ صدیقہ کو مدینہ منورہ روانہ کر دیا اور اس مفسدہ کا خاتمہ ہو گیا۔

روضۃ الاحباب میں مرقوم ہے کہ بعد جنگ جبل جب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں پہنچ گئیں تو قیر بنوی پر جا کر اس جنگ میں شریک ہونے سے نادم اور پشیمان ہو کر اور تاسف کا اظہار کر کے توبہ و استغفار خدائے تعالیٰ سے کرتی تھیں کہ اقسوس میں ایسے کام میں شریک ہوئی کہ جس میں مجھے ہرگز شریک نہیں ہونا چاہیے تھا اس سے تو یہ بہتر ہوتا کہ میں جنگ جبل سے ۲۰ سال پیشتر فوت ہو جاتی تاحیات توبہ و استغفار کرتی رہیں۔

اہل سنت والجماعت کے نزدیک طرفین کے مقتول جنتی ہیں اور شہید۔ ۱۲ مصلح  
نوٹ۔ امیر معاویہ کی معزولی کے بارہ میں معمرہ ابن شعبہ صحابی نے کہ ایک نامور شخص تھے حضرت علیؑ سے عرض کیا کہ معاویہ کو سردست معزول کرنا مصلحت نہیں ہے۔ دمشق سارا ان کے ساتھ ہے فتنہ برپا ہو جائے گا آپ نے اس رائے کو پسند نہیں کیا عبداللہ ابن عباس نے بھی یہی رائے دی کہ سردست معاویہ کو معزول کرنا نامناسب ہے ہاں بیعت کیلئے معاویہ کو بلوائے دیکھئے کیا جواب دیتے ہیں حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ نے اس رائے کو پسند فرمایا۔ نامہ لکھا گیا معاویہ کی طرف سے جواب آیا ہم آپ سے جب بیعت کریں کہ حضرت عثمان کے قاتل آپ ہمارے حوالہ کر دیں ہم ان کے ولی ہیں بدوں اس کے اتفاق ممکن نہیں۔ اس جواب پر حضرت علیؑ نے حکم لکھوایا کہ حضرت عثمان کے ولی حضرت عثمان کے بیٹے ہیں تم نہیں ہو سکتے وہ میرے سامنے اگر خون کا دعویٰ کریں قاتل معین پر جرم ثبوت کو پہنچاؤں قصاص لیا جائیگا۔ امیر معاویہ نے جواب دیا کہ عثمان کے بیٹوں مجھے اپنا کھیل مقرر کر دیا ہے میں اس سبب سے ولی ہوں ابھی آپ کا خلیفہ ہونا میں نے اور شام والوں نے نہیں مانا آپ اپنی خلافت کو ثابت کریں پھر بیعت لیں عرض نوبت طول کو پہنچی اور تشریح طرفین (لقیۃ صفحہ ۱۳۰)

حاصل ہوئی لیکن عمرو بن عاص کی سازشوں سے جو مسلمانوں میں ایک بڑا جھل تھا اور جس نے مصر کو فتح کیا تھا۔ علیؑ مجبوراً اس بات پر رضامند ہو گئے کہ بجائے جنگی کارروائی کے قضیہ ثالثی کو فیصلہ کیا جاوے یعنی علیؑ اور معاویہؓ اپنے اپنے دعاوی خلافت ثالثی کے سپرد کر دیں جب حضرت علیؑ کو فہم پہنچے تو ان کے پیروں میں سے بارہ ہزار آدمی اس مجوزہ ثالثی سے سخت ناراض ہوئے اور علیؑ کو چھوڑ کر چل دیئے اور بوجہ اس غداری اور بھاگ جانے کے ہمیں سے فرقہ خوارج کی ابتدا ہوئی ہے۔ خارجی یعنی علیؑ کا شاخہ شدہ وہ لوگ ہیں جو اس حکومت سے منکر ہوئے جو جہور نام کے اتفاق سے

فرقہ خوارج

دقیقہ نوٹ صفحہ ۲۷، دو ٹوٹے تھاؤں سے ہوئے۔ امیر معاویہؓ لڑائی پر آمادہ ہو گئے اور ہر سے حضرت علیؑ چالیس ہزار فوج اور امیر سے معاویہؓ مع اسی ہزار فوج سوار و پیادہ سے اس سرزمین پر جبکہ نام صفین ہے مقابلہ آرا ہوئے آخر لڑائی ہوئی بہتر مقابلے کے طرفین کے ہزاروں آدمی قتل ہو گئے ہر بار لشکر تصویبی کو غلبہ تھا دمشق والوں نے اپنی مغلوبیت معلوم کر کے ایک اور تدبیر کی تو سو قرآن شریف نیزوں پر باندھ لئے اور پکار پکار کر کہنے لگے کہ اے اہل عراق! ہم تم ایک کلمہ پڑھتے ہیں خونریزی سے یا فخر و گوہار سے درمیان میں یہ قرآن ہے اس کے حکم کے موافق تم بھی کرو ہم بھی کریں اسی پر فیصلہ ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ دمشق والوں کا فریب ہے ہم نہیں مانیں گے مسلمان جس طرح لڑتے ہیں لڑے جاویں تھوڑی دیر کی بات ہے۔ اس اثنا میں لشکر میں اختلاف پڑ گیا۔ بعض کی رائے ہوئی لڑنا نہیں چاہیے قرآن کی مخالفت کیونکر کریں غرض دودلی میں لڑائی ملتوی ہوئی بالآخر قرار پایا کہ دونوں طرف سے ثالث مقرر ہو جاویں جب فریقین نے مان لیا حضرت ابو موسیٰ اشعری حضرت علیؑ کے ثالث اور عمرو بن عاص امیر معاویہ کے ثالث مقرر ہوئے موسیٰ سیدھے ساتھ مسلمان تھے اور عمرو بن عاص بہت تجربہ کار اور دانشمند تھے۔ اس قرار داد کے بعد عمرو بن عاص نے موسیٰ سے کہا کہ بھائی ابو موسیٰ یہ جو ہزار مسلمان قتل ہوئے ان کے قتل کا سبب حضرت علیؑ اور امیر معاویہ ہیں میری رائے تو یہ ہے کہ یہ دونوں معزول کر دیئے جائیں کوئی اور مسلمانوں کا حکم قرار پائے یہ تو سیدھے ساتھ مسلمان تھے بے تکلف مان گئے کہنے لگے ٹھیک ہے اس گفتگو کے بعد ثالث اپنے اپنے مقام پر آئے طرفین کو یہ گفتگو معلوم ہوئی حضرت علیؑ کے لشکر میں سے بعض صاحب حضرت ابو موسیٰ کو بھجاتے رہے کہ صبح کو رائے ظاہر کرنے کے لئے تم اول نمبر پر نہ چڑھ جانا میرا عمرو بن عاص کا کبھی معلوم ہوتا ہے پہلے عمرو بن عاص کو اپنی رائے کرنے دینا۔ موسیٰ ہاں ہاں کرتے رہے صبح کو دونوں لشکر جمع ہوئے منبر رکھا گیا ثالث آئے عمرو بن عاص نے کہا۔ بھائی موسیٰ تم بڑے ہو میں پیش قدمی نہیں کر سکتا پہلے آپ منبر پر چڑھیں ان سے کچھ نہ بن پڑی۔ منبر پر جا کھڑے ہوئے اور کہہ دیا کہ میں نے حضرت علیؑ کو معزول کیا۔ عمرو بن عاص نے منبر پر چڑھ کر کہا کہ مسلمانو! میں نے امیر معاویہ کو قائم کیا۔ یہ سنتے ہی لشکر میں غوغا ہوا قریب تھا کہ تلوار چل جائے مگر حضرت علیؑ نے لشکر والوں کو روک دیا کہ معاہدے سے پھرنا خلاف ہے امیر معاویہ مع لشکر شام اسی وقت دمشق کو چل دیئے۔ اور حضرت علیؑ کو یہ وجہ اسی مذہب حالت میں

کو فہم کی جانب مراجعت فرما ہوئے ۱۲ مصلح

لے تجویز فیصلہ ثالثی ہے جو اشخاص ناخوش ہو کر اور حضرت علیؑ سے ناراض ہو کر ان لشکر سے علیؑ کا شاخہ ہو گئے ان سے خارجیوں کی ابتدا ہوئی ہے یہ تینوں شخص بھی مجددان غداروں کے تھے جو تجویز ثالثی کے بعد جنگ صفین کے موقع پر حضرت علیؑ کی رفاقت سے بھاگ گئے تھے۔ بعد جنگ صفین جب حضرت علیؑ کو فہم کی جانب چلے آئے ان میں یہ خبر سنی کہ نہروان میں ایک گروہ خوارج باغیان نے بہت شور اور فساد برپا کر رکھا ہے حضرت علیؑ نے اپنے مصاحب کو در یافت حال کے لئے بھیجا ان لوگوں نے مصاحب کو مع اس کے ہمراہیوں کے قتل کر ڈالا حضرت علیؑ نے یہ سنا کہ نہروان کی جانب کوچ کیا چار ہزار آدمی جمع ہو کر مقابلہ کے لئے آئے مگر ایسا موقع آپر کہ وہ سب حضرت علیؑ کی فوج کے زیر غم میں آگئے چار ہزار آدمی سے کل ۹ آدمی نڈھ پڑے جو مکہ معظمہ کی طرف بھاگ گئے باقی ماندہ سب تہ تیغ ہو گئے مجددان ۹ کے تین شخص رہے ۱۲ مصلح

مقرر ہوئی۔ ان بھاگے ہوئے خارجیوں میں سے تین شخصوں نے جنکے نام برک عمر اور عبدالرحمن  
 ابن بلجم تھے آپس میں مشورہ کر کے یہ سازش کی کہ علیؑ معاویہؓ۔ عمرو بن العاص کو کہہ چکی وجہ سے یہ  
 سب جنگ وجدل ہوئے ہیں اور اسلام میں اس قدر فرقہ پڑ گیا ہے ایک ہی مقررہ دن پر قتل کر دانا  
 چاہیے چنانچہ اس تجویز کو عمل میں لائیکے لئے برک دمشق کو گیا اور معاویہ پر جمعہ کی نماز میں حملہ  
 کیا۔ مگر یہ حملہ ہلک ثابت نہیں ہوا معاویہ کو زخم خفیف پہنچا۔ عمر مصر گیا اور اسی مقررہ وقت پر  
 مسجد قاہرہ میں داخل ہوا اور اس نے ایک شخص مسمیٰ کریچہ کو قتل کر ڈالا جس کو کہ اس نے غلطی سے جبل  
 عمر خیال کر لیا۔ عبدالرحمن تیسرا سازشی کوفہ میں گیا اور جس وقت کہ حضرت علیؑ مسجد میں داخل ہوئے تھے  
 اس نے ان کے سر پر ضرب تلوار ماری علیؑ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے اور اسی زخم کی وجہ سے ان کا  
 انتقال ہو گیا یہ واقعہ ۴۹ھ میں ہوا کوفہ سے دھیل کے فاصلہ پر علیؑ کو دفن کیا گیا۔ بہت عرصہ کے  
 بعد ان کی قبر پر ایک عالی شان مقبرہ بنایا گیا جو کہ شیعہ زائرین کی اب ہر دل عزیز زیارت گاہ ہے  
 اور اب وہاں ایک شہر بھی آباد ہو گیا ہے جس کا نام مشہد علیؑ ہے یعنی علیؑ کا مقبرہ۔ علیؑ کی وفات پر  
 ان کے بڑے بیٹے حسن خلیفہ منتخب ہوئے لیکن انہوں نے اس قرارداد پر عہدہ خلافت سے استعفا

قتل حضرت  
 علی رضی  
 اللہ عنہ

بنی امیہ کی  
 خلافت اور امام  
 حسین رضی اللہ عنہ  
 کا شہید ہونا

لے حضرت علیؑ نے حضرت امام حسنؑ کو بچھڑا اور وصیتوں کے یہ بھی وصیت فرمائی تھی کہ ہمارے جنازے کو کوفہ کے میدان میں  
 رات کے وقت ریگستان میں پوشیدہ طور سے دفن کر کے زمین کو ہوا کر دینا کہ مزار کا نشان نو دار نہ ہے کیونکہ ان معرکوں میں اس  
 ہزار غدار خاص ہماری ذوالفقار سے قتل ہوئے ہیں اور یہ تمام ملک ہماری جان و مال کا دشمن بن گیا ہے۔ یہ لوگ ہمارے  
 مزار سے بدلہ لینے میں درگزر نہ کریں گے تاہم سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ہارون الرشید خلیفہ اس میدان میں ٹسکار کھیلنے آیا  
 کتے اور باز ٹسکار پھوڑے وہ ٹسکار پر نہ پڑے اس وقت ہارون الرشید نے بڑھے آدمی جمع کر کے تحقیقات کی تو انہوں نے بتلایا  
 کہ اس میدان میں علیؑ کی بے نشان قبر ہے تب ہارون الرشید نے تلاش کے ایک مکان عالی شان بنوایا اور بخت اشرف کے موسم کیا ۱۳  
 لکھ بعد شہادت امیر المومنین امام المتقین حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے جو ۲۱ رمضان سنہ ہجری میں جمعہ کے دن عبدالرحمن  
 (ابن بلجم) کے ہاتھ سے شہید ہوئے ۲۲ رمضان سنہ صمد کو کوفہ میں حضرت امیر المومنین امام حسن خلیفہ منتخب ہوئے اور ان  
 کے ہاتھ پر چالیس ہزار سمانوں نے بلا تامل بیعت خلافت کی۔ عمر آنجناب اس وقت سینتیس برس کی تھی بعد ازاں آنجناب نے  
 عبد اللہ ابن عباس کو عامل بصرہ مقرر فرمایا۔ یہ خبر معاویہ کو پہنچی اس نے دو آدمی روانہ کئے ایک بصرہ میں دوسرا کوفہ میں تاکہ اخبار لے  
 کریں اور لوگوں کو بتالیف قلوب بکادیں۔ یہ حال حضرت امام حسنؑ پر بھی کھلا تو آنجناب نے ان دونوں کو قتل کرایا تاکہ  
 عبرت ہو جاوے۔ رفریح الاذکیا میں تحریر ہے کہ ان دونوں کو قتل نحر کے امام حسنؑ علیہ السلام نے امیر معاویہ کو لکھا  
 کہ اگر تو الادہ لڑائی کا کہتا ہے تو میں حاضر ہوں سو امیر معاویہ بالشکر شام مقابل ہوئے اور آنجناب بھی چالیس ہزار آدمی  
 کے ہمراہ امیر معاویہ کے مقابلہ کو تشریف لائے اور فوجوں کا مقابلہ ہوا اس وقت اللہ بخود بخود حضرت امام حسنؑ کے دل میں ڈالا  
 کہ دونوں فرقوں میں علیہ کسی کو نہیں ہوگا اور ایک فتنہ عظیم برپا ہو جاوے گا اس لئے امیر معاویہ کو لکھ بھیجا کہ ہم امارت دنیا  
 بچھڑا کر دیتے ہیں پچند شرط۔

اور بخاری سے حضرت حسن بصری سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے لشکر عظیم الشان معاویہ  
 ابن ابی سفیان پر بھیجا تو عمرو بن عاص نے کہا کہ اسے معاویہ لشکر ایسا نہیں ہے۔ کہ بلا جہال و قتال بھر جاوے  
 ہزاروں کا خون ہوگا۔ معاویہ نے کہا کہ اگر اتنی ہولی تو ہزاروں مسلمان مارے جاویں گے (بقیہ یہ صفحہ آئندہ)

دیدیا کہ بعد وفات معاویہ کے امام حسنؑ پھر اس کے جانشین ہوں مگر معاویہ کو اور تجوز نہ نظر تھی ان کی یہ خواہش ہوئی کہ میرے بعد میرا پسر صلیبی یزید میرا جانشین ہووے۔ معاویہ کی ترغیب پر علیؑ کی وفات سے آٹھ برس کے بعد امام حسنؑ کو ان کی بی بی نے زہر سے مار ڈالا اور عائشہؓ جو علیؑ کے خاندان کے لئے مثل خراب موکل کے تھیں وہ بھی چند برسوں کے بعد مر گئیں۔ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ نے ان کو مروا ڈالا۔ معاویہ کے انتقال پر ان کا بیٹا یزید بغیر انتخاب کے ان کا جانشین ہو گیا اور اس طرح سے خاندان بنی امیہ تخت خلافت پر متمکن اور قائم ہو گیا۔ یزید کے خلیفہ ہوتے ہی حضرت علیؑ کے خاندان کے طرف داروں نے بغاوت شروع کی اور امام حسینؑ ابن علیؑ کو کوفہ والوں کے خفیہ طور سے بلوایا کہ آپ مکہ سے یہاں آجاویں اور ہمارے پیشوا بنیں۔ یزید کو اس مجوزہ بغاوت کی عین موقعہ

(بقیہ نوٹ ۲۹) اور کوئی باقی نہیں رہے گا جو مسلمان کی آبرو کی حفاظت کرے۔ لہذا عبد الرحمن ابن عامر اور عبد الرحمن ابن سمرہ کو جناب امام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا اور سمجھا دیا کہ تم دونوں حاضر ہو کر آنجناب کے حضور میں حسنؑ اور حسینؑ کو اور تمھیں کو طلب کر آؤ اور جس طرح ہو سکے صلح کی تدبیر کھیجو۔ چنانچہ انہوں نے حاضر ہو کر ہر طرح التماس کیا مگر آنجناب نے جوابات اولیٰ عذر امیر فرمائے پھر انہوں نے کہا کہ معاویہ کی یہ عرض ہے کہ جس طور سے آپ ارشاد کریں مجھ کو قبول و منظور ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ان شرائط کا ضامن کون ہوتا ہے ان دونوں نے کہا کہ ہم ضامن ہیں سب شرائط قبول کرتے ہیں بجا لاویں گے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ صلح آنجناب کی طرف سے واقع ہوئی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یعنی ابی ہذاب۔ وعلی اللہ ان یصلح بہ بین قشتین من المسلمین کما روی البخاری فی صحیحہ۔ اس مقام سے معلوم ہوا کہ صلح آنجناب کی طرف سے بہ سبب قلت اور ذلت کے نہ تھی بلکہ آنجناب از روئے فوج و شہم غالب اور حق ہی بجانب امام تھا مگر جب چھ مہینے خلافت حقہ پر گزر گئے تو حضرت کے دل میں ابہام ہوا اور یہ حدیث یاد آئی کہ حضرت خیمہ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الخلفاء بعزتی ثلاثون سنۃ ثم یصیر ملکاً عضو ضاراً احمد و ترمذی و ابو داؤد و صحیح ابن حبان اور وہ تیس برس گزر گئے تو اب وقت بلوک و سلاطین کا آگیا ایسا نہ ہو کہ میں ان میں معرود ہو جاؤں لہذا از خود صلح فرمائی بالجملہ جب صلح امام کی طرف سے موافق ارشاد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہوئی تو آنجناب نے معاویہ کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں نے ولایت مسلمانوں کی معاویہ کو تفویض کی بایں شرط کہ مطابق قرآن و سنت رسول اور سیرت خلفائے راشدین عمل کرے اور اس کو یہ اختیار نہیں کہ یہ امر بجا اپنے کسی کو تفویض کرے بلکہ مسلمانوں کی رائے پر چھوڑے وغیرہ، یہ وثیقہ صواعق محرقہ وغیرہ کتب معتبرہ اہل سنت میں بالتفصیل موجود ہے جو ضمیمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی یا حدیث بھی حرف بحرف پوری ہوئی کہ تم میرے بعد تیس سال تک خلافت رہے گی اور پھر بادشاہت ہو جاوے گی۔

چنانچہ خلفائے راشدین کے بعد خلافت دینی و دنیوی امور میں پھر ایک ہی شخص میں مجتمع نہیں رہی۔ دنیوی انتظامات کے لئے بادشاہ اور بلوک تخت نشین ہونے لگے اور امام اور مجتہدوں نے دینی معاملات کی اطاعت اور ترقی اختیار کی۔ یزید ابن معاویہ اور مروان کے اغوا سے امام حسنؑ کو ان کی بیوی جعدہ نے زہر دیا جس کی وجہ سے علیؑ میں آسا خیمہ ہوئے ۱۲ مصلح۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مہر پارنے نہ معلوم ہر جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کا دشمن ٹیوں تحریر کیا جو سوا تعصب یا فطرتی کے لے اور کیا کہا جا حالانکہ گذشتہ لوگوں میں کتب سیرت معتبرہ طور پر ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دشمنی نہ تھیں اور نہ امیر معاویہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف داری میں لڑنے کا ارادہ کیا تھا اور جنگ جمل کی شکر کس قدر دشمنان تھیں۔ آگے چل کر مہر پارنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت لکھا ہے کہ امیر معاویہ نے ان کو مروا ڈالا یہ بات بھی غلط ہے ۱۲ مصلح۔

پر خبر ہو گئی۔ اُس نے گورنر کوفہ کو موقوف کر کے اس کی جگہ عبید اللہ کو مقرر کر دیا جو ایک بڑا ظالم اور خونخوار آدمی تھا۔ عبید اللہ نے مسلم کو گرفتار کر لیا جس کو امام حسین نے بطور اپنے سفیر کے کوفہ میں بھیجا۔ یہاں کو بھی گرفتار کر لیا جس کے گھر میں مسلم چھپے تھے۔ کوفیوں کے ایک گروہ نے جمع ہو کر اس کے محل کو گھیر لیا اور مسلم اور بانی کی رہائی کے غل مچایا۔ عبید اللہ نے بجائے اُن کے رہا کرنے کے یہ حکم دیا کہ ان دونوں کے سر کاٹ کر محل سے نیچے مجمع میں پھینکا دیئے جائیں۔ اس اثنائے میں حسین، بھی بابل کی سرحد تک آگئے وہاں حرم سواروں کے ایک دستے کے اُن سے ملا۔ حرم نے امام حسین سے کہا کہ عبید اللہ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں آپ کو کوفہ لے چلوں امام حسین نے اُس کے ساتھ چلنے سے انکار کیا تو حرم نے کہا کہ آپ جس راہ سے چاہیں کوفہ کو چلے جائیں اور اپنی فوج کو پیچھے ہٹا لیا تاکہ (حضرت) امام حسین آسانی سے تشریف لے جائیں۔ رات بھر حرم اپنے سواروں کے گشت کرتا رہا اتنے میں اُس کے پاس ایک سواریہ حکم لایا کہ امام حسین کو ایک کھلے اور غیر محفوظ میدان میں گھیر لاؤ اور اس وقت تک گھیرے رہو جب تک کہ شام سے اور ٹی فوج آکر اُن کو گھیر لیوے دوسرے دن عمر کوفہ سے ہزار فوج کے ہمراہ آیا اور حسب الحکم عبید اللہ کے دریاے فرات کے متوازی میدان کر بلا میں امام حسین کے لشکر کو گھیر لیا اور اُن سے درخواست کی کہ وہ اپنے تئیں بلا شرائط سپرد کر دیں امام حسین نے اس بات سے انکار کر دیا اس پر فرین میں جنگ شروع ہو گئی۔ امام حسین اور اُن کے چند ہمراہی اور دوست و احباب کچھ عرصہ تک تو دشمنوں کے حملہ کی مدافعت کرتے رہے لیکن آخر کار یہ سب لوگ مع امام حسین کے شہید ہو گئے۔

حضرت محمد صاحب صلعم کی کامیابی ترویج مذہب اسلام میں اور مسلمانوں کا اس قدر بے نظیر جنگی عظمت حاصل کرنا سب سے بڑا سبب درحقیقت یہ ہے کہ انہوں نے تمام جنگجو اقوام عرب کو جو ساری عمر بھی نہیں ملتی تھی آپس میں ملا کر ایک متحد قوم بنا دیا اور ان کو یہ سکھایا کہ ان کی ایک ہی قوم ہے اور سب کو قومی اتفاق رکھنا چاہیے۔ محمد صاحب صلعم کی وجہ سے تمام تفرقہ اور حسد اور خانہ جنگیاں جو عرب کی قوموں میں رہا کرتی تھیں وہ سب یک قلم اور یک دم غائب ہو گئیں۔

اول کے چار خلفائے راشدین جن کو کہ مسلمان جائز اور صحیح خلیفہ کہتے ہیں گو کہ وہ کامل طور سے

اول کے چار خلفاء راشدین نے اپنی خلافت کے عہد میں پرہیزگاری کے ساتھ دینداری کو کام فرمایا اور خدا ترسی

حضرت نے  
کل اقوام  
عرب کو  
یک متحد قوم  
بنایا اور  
تہذیب  
سکھائی

خلفاء راشدین  
کی سادگی

مطلق العنان تھے اور ان کی حکومت بالکل خود مختاری کی حکومت تھی مگر وہ ہمیشہ مثل ریگستانی شیخ کے سے اور بے تکلف امیری کی اور اپنے عادات و طریقوں کو کبھی ترک نہیں کیا ان کی پوشاک ایک موٹے کپڑے کی عبا ہوتی تھی یا بالوں کا بنا ہوا ایک ڈھیلا ڈھالہ چوغہ ہوتا تھا یا بھڑکے چمڑے کی چادر کندھوں پر پڑی رہا کرتی تھی۔ پیروں میں چمڑے کا جوتہ مثل سلیمپ کے ہوا کرتا تھا۔ سلیمپ اس قسم کا جوتہ ہوتا ہے کہ صرف اس میں تھلا چمڑے کا ہوتا ہے اور اوپر چمڑے کے تیسے لگے ہوتے ہیں اس وضع سے مسلمانوں کے یہ بادشاہ بازار میں پھرا کرتے تھے اور ایک شخص بھی ان کی اردلی میں ان کے ہمراہ نہیں ہوتا تھا۔ لوگوں کی فریادیں اور شکایتیں سنا کرتے تھے اور جو لوگ ان کے طرز حکومت پر نکتہ چینی کرتے وہ بھی سنتے تھے اور بعض اوقات یہ نکتہ چینی بڑے سخت اور اشتعالک وہ الفاظ میں بیان کی جاتی تھیں۔ مگر ان سب کو یہ خلفائے اربعہ بڑی خاموشی سے سنتے تھے۔

ان کا عہدہ یا رتبہ جیسا کہ خود خلیفہ کے نام سے ظاہر ہے تمیمہ صاحب کی جائیشینی کا تھا اور اس لئے ان کے فرائض منہی دینی اور فوجی دونوں قسم کے تھے اور جوہ کے دن دار الخلافہ کی جامع مسجد میں نمازیوں کو وہ خود نماز پڑھایا کرتے تھے۔

ذیل کی حکایت سے ان کی سادہ طرز زندگی اور بے تکلف امیری کا احوال اور ان تعلقات کی کیفیت جو ان کو اپنے پیروں کے ساتھ تھی پوری پوری معلوم ہوتی ہے۔

ایک دفعہ خلیفہ دوم عمر بن الخطاب کو ملک مین سے ایک نہایت عمدہ دیبا کا کپڑا پیش کیا جس کو انہوں نے سب مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اس کے دوسرے دن عمر ممبر پر چڑھ کر وعظا کہ رہے اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دلا کر نصیحت کر رہے تھے کہ اتنے میں حاضرین میں سے ایک شخص اٹھا اور خلیفہ دوم سے عرض کیا کہ میں آپ کے احکام نہیں سنتا اور نہ ان کی تعمیل کروں گا۔ خلیفہ دوم نے دریافت کیا کہ کیا وجہ اس نے عرض کیا کہ میں سے جو دیبا کل آیا تھا میں دیکھتا ہوں کہ آپ اس کپڑے کا ایک کڑہا پہنے ہوئے ہیں چونکہ آپ ایک طویل القامت آدمی ہیں جب تک کہ اپنے اپنے حصہ سے زیادہ نہ لیا ہوگا

اور عدل گستری جہانی و فیض سانی کو کام میں لائے۔ ان میں سے کسی نے خلافت کے ذریعے سے دنیاوی شان و شوکت عیش و عشرت کو روا نہیں رکھا سوائے تعمیر مساجد عالی شان کے کسی نے اپنا ایوان بلند نہیں بنوایا خلافت کی آمدنی کو یا محتاج ضروری سے زیادہ خرچ نہیں کیا بلکہ بذاتہ روزی پیدا کر کے کھائے میں دریغ نہیں فرمایا چنانچہ خلیفہ اول باایں ہمہ اقتدار و دولت و مصلحت بکریوں کا رٹور پالتے اور چراتے رہے۔ خلیفہ دوم ایٹیں بنواتے اور پچواتے اور ان کے فروخت سے اپنا کام چلاتے رہے۔ خلیفہ چہارم متوکل اور الفخری "پر قائم ہے۔ ۱۲۰ مصباح

خلفائے راشدین  
کی سادگی کی  
ایک حکایت



تب تک آپ کا کرتہ اس کپڑے کے حصہ بری میں سے ہرگز نہیں بن سکتا تھا۔ اس بات پر عمر نے اپنے بیٹے عبداللہ کو پکارا تاکہ وہ اس شخص کا غیر واجبی شہہ رفع کر کے خلیفہ دوم کو اس شہہ سے بری کر دے۔ اس وقت عبداللہ نے اس مجمع کے روبرو بیان کیا کہ میرے باپ کے حصہ میں سے جب ان کے کرتے میں کمی رہ گئی تب میں نے ان کو اپنے حصہ میں سے تھوڑا سا کپڑا اس کمی کے پورا کرنے کے لئے دیا اس سے ان کا کرتہ پورا ہوا ہے۔

سلطنت اسلام  
کی ترقی

اسلام میں ایسے ایسے سردار تھے جیسا کہ اوپر کی حکایت میں بیان ہوا اور بی جوش اور مذہبی سرگرمی تھی جو کہ محمد صاحب نے ان میں پھونک دی تھی ایسے ہی سرداروں کی رہنمائی سے مسلمانوں کے لشکر بڑے عظیم ایشیا میں پھیل گئے اور کوئی ان کی مزاحمت نہ کر سکا اور نہ ان کے روکنے پر قادر ہو سکا۔ خسروان ایران کی عظیم الشان سلطنت ان کے قبضہ میں بغیر جنگ و جدل کے آگئی۔ اول اول تو عربوں کو بت شکنی کی بڑی حرص اور آرزو تھی اور لوٹ مار کرنے کا بڑا شوق تھا وہ جس ملک میں جاتے تھے وہاں بربادی اور ویرانی ہو جاتی تھی۔ علمی اور صنعتی خزانے جب ان کے ہاتھ پڑ جاتے تھے ان کو یا تو منتشر کر دیتے یا برباد کر ڈالتے تھے۔

جزیہ

۱۔ مسٹر پامر کا یہ قول بالکل غلط ہے۔ پامر صاحب کا یہ اشارہ غالباً اسکندر یہ کے کتب خانہ کی بابت ہے کہ جس کو کہ صدیوں تک مورخین یورپ نے ہی جانا کہ عرب یعنی مسلمان فاتحوں نے جلا دیا مگر آخر کار ایڈورگین صاحب نے یہ بات ظاہر کر دی کہ یہ کتب خانہ متعصب عیسائیوں نے خود ہی جلا کر یہ الزام مسلمانوں کے ذمہ لگا دیا تھا مسلمان اس الزام سے بری ہیں اور کسی کتب خانہ کی بربادی مسلمانوں کے ہاتھ سے ہونا کسی معتبر تاریخ سے ثابت نہیں ہے ۱۲۔ مصباح۔

مسٹر پامر کا کہنا یہ ٹھیک نہیں ہے کہ جو شخص ٹیکس ادا نہیں کر سکتا تھا وہ قتل کر دیا جاتا تھا یہ بات روایت اور روایت دونوں طرح سے قابل قبول نہیں۔ تاریخوں سے ظاہر ہے کہ غیر مستطیع اشخاص سے یہ ٹیکس ہرگز نہیں لیا جاتا تھا مسٹر پامر ہی پر کیا مختصر ہے یہ بات قابل افسوس ہے کہ علی العموم یورپین مورخین جزیہ کا ذکر کرتے ہوئے حقیقت میں تعصب کا آئینہ سامنے رکھ لیتے ہیں جس کی وجہ سے اصلی واقعات پر پردہ پڑ جاتا ہے ناظرین کی دلچسپی کے لئے جزیہ اور دیگر آمدنی سلطنت مسلمانان عرب کا حال تاریخ المامون سے انتہا باذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ہر ایک قسم کی رقم جو عربوں کی سلطنت اور خلافت کے زمانے میں خزانہ شاہی میں داخل ہوتی تھیں اس کی چار قسمیں تھیں (۱) خراج (۲) عشر (۳) جزیہ (۴) زکوٰۃ۔

اول۔ جو زمین نہروں کے قدرتی پانی سے سیراب نہ ہوتی ہو۔

یا دوسرے۔ جو زمین فوج کو جس نے اس حصہ ملک کو فتح کیا ہے، تقسیم کر دی گئی ہو۔

یا تیسرے جس مقام کے باشندے فوج کشی کے وقت اسلام قبول کر چکے ہوں۔

ان تینوں حالتوں میں زمین عشر ہی ہوتی تھی یعنی اس کی پیروار سے صرف دسواں حصہ وصول کیا جاتا تھا اور اس کا خراج سمجھا جاتا تھا۔ مذکورہ بالا قسموں سے پہلی قسم کی عشری زمین بہت کم تھی ان تینوں قسم کے علاوہ جو زمین تھی وہ خراجی تھی عام اس سے کہ مسلمان رعایا کے قبضہ میں ہو یا غیر کے اگر کوئی شخص عشری زمین بڑی ڈال دیتا تو اس سے کچھ نہیں لیا جاتا تھا خراجی زمین میں ایسا نہیں ہوتا تھا لیکن اگر کوئی شخص ایک برس بڑی ڈال کے دوسرے سال کاشت کرتا تو ایک ہی سال (بقیہ صفحہ آئندہ)

اول اول تو اپنی فتوحات سے عربوں کو فائدہ حاصل کرنے کا اچھے طور سے خیال نہ ہوا  
سوائے رسم عرب کے کہ وہ ایسے سامان منقولہ کو ضبط کر لیتے یا پھین لیتے تھے جو آسانی لیا جاسکے  
اور مفتوح قوم پر ایک ٹیکس لگادیتے تھے جو شخص ٹیکس ادا نہیں کر سکتا تھا یا ادا کرنا نہیں چاہتا  
تھا اس سے کہتے تھے کہ یا اسلام قبول کرو یا موت۔

اس کے بعد بہت ہی جلد چونکہ ان کی سلطنت نہایت عظیم الشان اور وسیع ہو گئی اس لئے اس  
بات کی ضرورت واقع ہوئی کہ ایک باقاعدہ گورنمنٹ اور حکومت قائم کی جاوے چنانچہ عرب گورنر  
اور عرب جرنیالوں کے لئے ایرانیوں اور یونانیوں کو مارو کے لئے مقرر کیا گیا اور صحرائے عرب کے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۳) کا خراج دینا کافی ہونا تھا اگر کھیتی کو کوئی آفت پہنچی تو خراج معاف ہو جاتا تھا جس زمین پر دو کابین بنائی  
جاتی تھیں وہ عموماً عشر اور خراج سے معاف ہو جاتی تھیں۔

عشر اور خراج کے احکام مسلمان اور دوسرے مذہب والی رعایا سے جن کو اہل اسلام کی حمایت میں آجانے سے ذمی کا لقب  
ملائے قریب قریب یکساں متعلق تھے خراجی زمین کسی کے قبضہ میں ہو ایک شرح سے لگان لیا جاتا تھا خراج کی کوئی معین شرح  
نہ تھی لیکن یہ اصول عامہ ملحوظ رہتا تھا کہ کسی حالت میں نصف آمدنی سے زیادہ نہ لیا جاوے زکوٰۃ مسلمانوں کے ساتھ  
خاص تھی اور سونے چاندی۔ اونٹ۔ گائے۔ بکری۔ سب پر جب لگانہ شرحیں مقرر تھیں۔ حقیقت میں نہایت سخت ٹیکس تھا  
جس کو خود اسلام نے اپنے اوپر گوارا کیا تھا۔

ذمیوں پر جزیہ تھا گو وہ ایک نہایت خفیف رقم تھی اور زکوٰۃ کے مقابلہ میں تو گویا کچھ بھی نہ تھی لیکن تعجب ہے کہ  
دوسری قوموں نے مسلمانوں کو ٹیکس کا الزام دینے میں ہمیشہ بڑے زور شور سے اس کا تذکرہ کیا ہے یہ بلا ٹیکس جس کے  
نام سے یورپین مورخوں کے دل میں مسلمانوں کی طرف سے نہایت ناگوار خیالات دفعۃً جوش مارنے لگتے ہیں زیادہ سے زیادہ  
فی کس ۸۴ درہم یعنی ۸۴ روپیہ سالانہ تھا اور یہ تو ادب سے دو ٹوٹا۔ وں کے ساتھ خاص تھی متوسطین پر چھ روپے اور عام  
درجہ کے لوگوں پر تین روپیہ سالانہ تھا بشرطیکہ وہ ادا کرنے کے قابل ہوں لیکن فرماؤ کہ وقت کو حسب مصلحت وقت  
اختیار عام حاصل تھا کہ اس کی شرح گھٹاوے یا بالکل معاف کر دے۔ لڑکے۔ بوڑھے۔ عورتیں۔ مفتوح معطل العضو۔ نابینا  
ہر حالت میں مطلقاً معاف تھے اس خفیف محصول کے عوض میں ذمیوں کی جان و مال کی نہایت مستحکم ذمہ داری مسلمانوں  
پر فرض ہو جاتی تھی۔

ان آمدنیوں میں سے زکوٰۃ کی آمدنی یا زکوٰۃ کی رقم جو صرف مسلمانوں سے لی جاتی تھی کہ اس سے آیا بیج نادار مسافر اور  
اس طرح کے در ماندہ لوگوں کی اعانت کی جاوے زکوٰۃ میں یہ قیام تھی کہ خاص مسلمانوں پر صرف ہو لیکن اور کسی قسم کے  
صدقات میں جو مسلمانوں سے لئے جاتے تھے کوئی تخصیص نہ تھی اور غیر مذہب والی رعایا بھی برابر ہرہ مند ہوتی تھی۔ خود  
حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم نے دمشق کے سفر میں مجذوم عیسائیوں کے لئے بیت المال کی اس رقم سے وظیفہ  
مقرر کر دیا تھا۔

حضرت عمر نے ایک اور دوسرے موقع پر بیت المال کے داروغہ کو کہلا بھیجا تھا کہ خدا کے اس قول میں کہ صدقات فقراء  
اور مساکین کے لئے ہیں۔ مساکین سے عیسائی اور یہودی مراد ہیں۔ باقی خراج عشر۔ جزیہ۔ پبلک کاموں یعنی سڑک۔ پل  
چوکیدارہ تعلیم وغیرہ کے لئے خاص تھے۔ فوج کا صرف بھی اس آمدنی سے دیا جاتا تھا۔

بارون اربشید یا مامون الرشید اور تمام نیکدل بادشاہان اسلام کے عہد میں ٹیکس یا محصول یا جو کچھ کہو یہی تھا  
جس کا ذکر ہوا۔ انکم ٹیکس انڈا ریگری ٹیکس چنگی۔ سرکانہ۔ ماریسانہ۔ چوکیاری۔ اسٹامپ و فیزہ کے ناموں سے اس زمانہ  
میں کوئی واقف نہ تھا۔ مصلح۔

سپاہیوں نے اب بتدریج ہند بھارت اور جو تہذیب کہ ان کے ملک کے چاروں اطراف میں پھیلی ہوئی تھی اس کو چل کر مٹا کر شروع کر دیا۔

علوم و فن  
کی ترقی

مسلمانوں کی حکومت میں علوم و فنون صنعت و حرفت نے مثل زمانہ سابق کے پھر بڑی ترقی کی لیکن ہم کو یہ بات فراموش کرنا نہ چاہیے کہ یہ سب برکتیں علوم کی عربوں کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ عربوں کی اجازت و سرپرستی سے موجود رہی ہیں اور یہ بات صرف ایرانیوں اور یونانیوں کی وجہ سے تھی کہ یہ علوم و فنون باقی رہے۔

اول اول کے خلفاء سلطنت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں صوجات مفتوحہ کا نظم و نسق کلی اس قدر دلیلیوں کے ہاتھ میں دے رکھا تھا کہ کچھ عرصے تک عرب حکام کی سرکاری خط و کتابت بھی یونانی زبان میں تحریر کی جاتی تھی۔

ایرانی صنایع اور کاریگریوں کی مسجریں اور محلوں کے نمونے یا نقشے تیار کرتے اور ان کو نقش و نگار سے آراستہ کرتے تھے وہ خوبصورت نقش و نگار عمارت جسکو ہم عربی وضع کا نقش و نگار کہتے ہیں وہ ریگستان کی ناہموار چٹانوں سے اختراع نہیں ہوئے۔ یعنی عربوں کی ایجاد نہیں ہے بلکہ اس کو شیراز کے باغوں نے سکھایا تھا۔ مراد یہ کہ اس کے موجد اہل ایران ہیں علم سائنس اور فلسفہ وغیرہ یا تو ہندوستانوں نے یا یونانیوں نے ایجاد کیا۔

عبداللہ  
بن زبیر

معاویہ کی وفات پر یزید کا خلیفہ مقرر ہونا صرف علیؑ کے خاندان کے پیروں ہی کو نہیں بلکہ سب عربوں کو ناگوار گذرا۔ مکہ میں ایک شخص عبداللہ بن زبیر رہتے تھے جن کا کئی سبب سے تمام مسلمان ادب اور محبت سے پیش آتے تھے۔ عبداللہ کے باپ زبیر منجملہ ان چند مسلمانوں کے تھے جو سب سے اول مسلمان ہوئے تھے اور محمد صاحب کے چچا زاد بھائی اور ولی دوست بھی تھے۔ یہ زبیر بڑے بہادر جنرل تھے۔ ملک افریقہ زیادہ تر ان کی وجہ سے فتح ہوا۔ اور انہوں نے مسلمانوں کے لئے قسطنطنیہ کے قریب تک فتح کر لیا۔ زبیر کے بیٹے عبداللہ مدینے میں اس وقت بیمار ہوئے جبکہ حضرت محمد صاحب مدینے میں رہا کرتے تھے۔ پیغمبر صاحب ان سے بہت محبت کرتے تھے ایک دفعہ جب وہ بیمار ہوئے تو پیغمبر صاحب نے بذات خود ان کی تیمارداری کی۔

امام حسینؑ کی وفات کے بعد اہل مکہ نے عبداللہ کو خلیفہ مقرر کر لیا اس کے تھوڑے عرصہ بعد

مدینے والوں نے بھی ان کو خلیفہ تسلیم کر لیا اور تھوڑے ہی عرصے میں کل ملک حجاز نے ان کی حکومت تسلیم کی یزید نے اپنی فوج مدینے کے فتح کرنے کے بھی اُس فوج نے مدینے کو فتح کر لیا لیکن مکہ ابھی تک فتح نہیں ہوا تھا کہ خلیفہ یزید کی موت کی وجہ سے مکہ کا محاصرہ ختم ہوا اور فوج شام واپس چلی گئی۔

یزید اپنے سادہ اور پابند مذہب موثر کا بالکل برعکس نکلا اپنی حکومت کے دوران میں جو تین برس چھ مہینے تک رہی اُس نے دنیا کے اسلام کو اپنی بے اعتدالیوں سے سخت متنفر کر دیا۔ یزید علانیہ شراب پیا کرتا اور اپنے شعروں میں مذہب اسلام کے پاک مسئلوں کے ساتھ تمسخر کرتا اور ان کی مذمت لکھتا تھا جس بات کی مذہب اسلام میں ممانعت آئی ہے یعنی اسلام میں جو باتیں حرام ہیں ان کی تعریف ہی اور توصیف بے انتہا کیا کرتا۔ عرض کہ وہ علی الاعلان فاسق اور فاجر تھا۔ جب یزید مر گیا تو اُس کا بیٹا معاویہ محض لڑکا تھا چنانچہ مہینے حکومت کر کے اُس نے کہا کہ مجھ سے خلافت اور بادشاہت کا بوجھ نہیں اٹھ سکتا اس سے مجھ کو معاف رکھا جاوے یہ بوجھ میری طاقت سے بہت زیادہ ہے پھر اُس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور اُس کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مر گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کسی نے زہر دیکر مار ڈالا۔

یزید کے مرنے پر جو موقعہ خلافت کے لئے پیش آیا اُس سے عبداللہ ابن زبیر نے کچھ

فائدہ نہیں اٹھایا سرداران خاندان بنی امیہ نے مروان کو جو خلیفہ سوم (حضرت عثمان کا دو اور عزیز تھا

۱۔ مروان ابن الحکم فرسی اموی سے اس کی کنیت ابا عبد الملک ہے یہ مروان حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دادا ہے جو مذہب اسلام میں مجدد اول اور نہایت نیک نفس آدمی ہوئے ہیں مروان مسند تخریج میں پیدا ہوا کتاب الکمال فی اسماء الرجال مصنف مولانا شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی میں تحریر ہے کہ مروان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا اس لئے کہ آنحضرت رسول مقبول نے اُس کے باپ علم کو شہر طائف کی طرف جلا وطن کر دیا حکم مع اپنے پسر مروان کے اس وقت سے تا زمانہ خلافت خلیفہ سوم حضرت عثمان طائف کے اطراف ہی میں رہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب خلیفہ منتخب ہوئے تو آپ نے حکم کو مدینہ منورہ میں بلا لیا۔ اُس کے ساتھ ہی مروان بھی آیا پھر یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خاص منشی مقرر ہو گیا اور اُس کی وجہ سے جس قدر کشت و خون اور فتنے مسلمانوں میں ہوئے ہیں وہ سب حال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نوٹ میں اس سے پیشتر تحریر کر دیا گیا ہے مروان نے بہت سے صحابیوں سے حدیث روایت کی جس میں عروہ ابن زبیر اور علی ابن حسین رضی اللہ عنہما شامل ہیں۔ مروان ۶۷ برس کی عمر میں بمقام دمشق زہر سے مارا گیا۔ یہ علی ابن حسین حضرت زین العابدین کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں الکمال فی اسماء الرجال میں آپ کے حال میں تحریر ہے کہ ابن عیینہ نے کہا کہ علی ابن حسین نے آخری حج کے لئے جب احرام باندھا تو منہ آپ کا زرد ہو گیا اور کانپنے لگے اور لفظ لبیک نہ کہہ سکے اسے دریافت کیا گیا کہ لبیک کس لئے نہیں کہتے فرمایا کہ ڈرتا ہوں کہ لبیک زبان سے نکالوں اور وہاں سے یہ جواب آوے کہ لا لبیک۔ آپ سے کہا گیا کہ حج میں لبیک کہنا تو مجملہ مناسب حج کے ہے اور کہنا ضروری ہے یہ سن کر آپ نے لبیک کہا مگر یہ لفظ کہتے ہی آپ پر غشی طاری ہو گئی اور اپنی سواری سے اسی حالت میں نیچے زمین پر گر پڑے مگر غشی سے کسی لمحہ آفاقہ ہوا غشی پڑیں آثار باہمال تک کہ آپ نے اسی حالت میں قضا فرما کر سلسلہ ہجری میں آپ کا انتقال ہو گیا ۱۳ صبح۔

یزید اول کا  
فسق و فجور

مروان بنی  
خلافت



خاندانِ بنی امیہ کی کامیابی کا سبب یہ تھا کہ ان میں سخت پابندی مذہب - فرائض کی انجام دہی کا خیال نیکیاں اور غیر زائل بہادری اور شجاعت تھی جو کہ سردارانِ صحرا میں خلقی طور سے ہوا کرتی ہے لیکن جبکہ بنی امیہ کو عروج ہوا وہ عیش و عشرت میں پڑ گئے۔ اس طرح ان کی سادگی کی امیری اور بے تکلف طرز زندگی جاتی رہی اور شاہانہ عیش و عشرت کا طریقہ اختیار کر لیا تو ان پر فوراً زوال اور ادبار آ گیا۔

مروان کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا عبد الملک تخت نشین ہوا۔ اس نے مذکورہ بالا تمام بد انتظامیوں - بادامنیوں اور خانہ جنگیوں کے روکنے کا کچھ انتظام کیا یہ خلیفہ نہایت الوالعزم اور صاحب لیاقت تھا سلطنت کو طاقتور اور عظیم الشان اور مضبوط بنا نیکی ترکیبوں سے پورے طور سے واقف تھا۔ سرکاری زبان کہ جس میں سلطنت کے امورات اور واقعات تحریر کئے جاتے تھے وہ اب تک فارسی زبان تھی۔ اس خلیفہ نے فارسی کی بجائے عربی زبان کو سرکاری زبان مقرر کیا گفتگو اور تقریر کی آزادی جو خلفائے سابقین نے اپنی رعایا کو عطا کی تھی۔ وہ رعایت اس نے حسد سے موقوف اور منسوخ کر دی اور عرب کے صوبوں کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔

الحجاز کو جو ایسا ظالم اور خوار حاکم تھا کہ تواریخ اسلام میں اس سے زیادہ کوئی خونخوار اور ظالم نہیں مل سکتا عبد الملک نے مکہ میں بھیجا جس نے مکہ کو فتح کر کے عبد اللہ بن زبیر کو ۶۹۲ء میں مروا ڈالا۔

عبد الملک نے تخت نشینی سے پہلے مدینہ میں دین الہی اور علم دین اس قدر محنت سے حاصل کیا تھا کہ اس کا لقب مسیحا کا بوتر پڑ گیا۔ اس لئے کہ مثل اس پرندہ کے وہ اس پاک مزار سے کبھی باہر نہیں نکلتا تھارات دن وہیں رہتا تھا اور قرآن شریف پڑھا کرتا تھا۔ جبکہ اسے اسکے باپ مروان کے مرنے کی خبر اور اسکے تخت نشین ہونے کی اطلاع دی گئی تب اس نے قرآن شریف کو جس کو وہ اس وقت

لے سٹر پارنے الحجاز لکھا ہے۔ دراصل نام حجاج ہے یہ حجاج بن یوسف ثقفی ہے۔ خلیفہ عبد الملک نے بعد اس کے اس کو عراق کا گورنر مقرر کر دیا۔ اس کا ظلم حاتم کی سخاوت سے کم مشہور نہیں ہے حجاج کی سفاکیاں زیادہ تر ائمہ مذہب اور پیشوایان دین پر تھیں۔ صحابہ کرام اور عامہ مسلمان کی تعداد جو حجاج نے قتل کرائی ایک لاکھ بیس ہزار ہے اس کے ظلم کی انتہائی تعریف یہ ہے۔ جو عمر بن عبدالعزیز نوین خلیفہ خاندان بنی امیہ نے کی ہے۔ کہ اگر بنعمروں کی امتیں سب مل کر اپنے اپنے زمانہ کے بدکاروں کو پیش کریں اور ہم صرف حجاج کو مقابلہ میں لاویں تو البتہ ہمارا پلہ بھاری رہیگا، بے سقف قید خانہ اسی کا ایجاد ہے مرد عورت شب کو ایک زنجیر میں اس نے قید کیا صحرا نشین لوگوں کے ہاتھ پر ان کے اور ان کی ولادت گاہ کے نام گدوا کے سب سے پہلے جسکے دربار میں ہزاروں کھانسنے کے اہل مجلس کے سامنے رکھے گئے وہ یہی حجاج ہے ۱۲

خلیفہ  
عبد الملک

حجاج  
بن یوسف

کبوترم

پڑھ رہا تھا یہ کہہ کر بنا کیا کہ "اب میں تم سے جدا ہوتا ہوں" اور اسکے بعد وہ بالکل سلطنت کے کاموں میں مصروف اور مشغول ہو گیا۔

عبد الملک بن مروان کا سب سے بڑا عظیم الشان کام بیت اللحم کی چٹان پر قبہ کی عالیشان عمارت کی تعمیر ہے یہ عمارت گو خاص کر پولیٹیکل ضرورتوں کی وجہ سے بنائی گئی تھی اور نیز اس غرض سے تاکہ حاجی مکہ (شریف) کو نہ جا کر اس کے حریف عبداللہ بن زبیر کا دار الخلافہ تھا تاہم یہ عمارت اس کی فیاضی کی ہمیشہ رہنے والی یادگار ہے۔

عبد الملک کی وفات پر تخت خلافت پر اس کا بڑا بیٹا ولید اس شرط سے جانشین ہوا کہ ولید کی وفات پر تخت خلافت پر عبد الملک کا دوسرا بیٹا سلیمان ولید کا جانشین ہووے مگر ولید یہ چاہتا تھا کہ میرا بیٹا عبدالعزیز میرے بعد جانشین ہو اس لئے ولید نے سابقہ انتظام کو یعنی اپنے بھائی سلیمان کی جانشینی کو منسوخ کرنا چاہا۔ حجاج اور دوسرے سرداروں کی مدد سے ولید نے اپنے برادر سلیمان سے حق خلافت کا باضابطہ باز دعویٰ لینے کی تدبیر نکالی۔ سلیمان نے یمنی سرداروں سے مدد چاہی۔ اب ہر دو فریقین کے چھپے ہوئے حسد اور غصہ کی دبی ہوئی آگ بھڑک اٹھی تمام سلطنت

خاندان  
بنی امیہ  
پر زوال  
آنے کا  
سبب

لہ بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ کے اندر یہ چٹان ہے اس کا نام صحرہ ہے اول اول سب مسلمان نماز صحرہ بیت المقدس کی جانب پڑھا کرتے تھے اور آنحضرت صلعم نے بھی بعد ہجرت ۱۶ یا ۱۷ھ یعنی طرف صحرہ شریفہ کے نماز پڑھی۔ بعد ازاں بحکم وحی کعبہ شریف کی طرف نماز پڑھنے لگے مسجد اقصیٰ کی بناء حضرت داؤد علیہ السلام نے ڈالی تھی پھر دوبارہ اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بڑی رفعت اور شان کے ساتھ بنائی اور نیز ایک زمردین قبہ طلائی تیار ہوا۔ دنیا کے بڑے بڑے عجائبات میں سے ایک یہ عمارت بھی ہے۔ صحرہ شریف اس کے اندر تھا اور وہ عمارت ۳۴۴ برس تک قائم رہی پھر ۷۸۷ء سال بمقابل مسیح علیہ السلام کے تخت نصر بادشاہ نے مسجد اقصیٰ پر فوج کشی کی اور بنی اسرائیل کو قتل اور ہلاک کیا۔ شہر اور مسجد اقصیٰ کو جلا دیا اور ڈھا کر پاٹ ڈالا اور تمام سونا اور چاندی لوٹ کر لے گیا جب رومی غالب ہوئے انہوں نے از سر نو اس قبہ کی تعمیر کی اور ایک عرصہ کے بعد خود اس کو خراب کر دیا۔ یہاں تک کہ اس میں کوڑا کرٹ پڑنے لگا خلیفہ دوم حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں اس کی شکست و ریخت کی ترمیم کی اور خادم و مؤذنین اور مصارف ضروریہ اس کے مثل فرش اور روشنی کے مقرر کئے پھر عبد الملک بن مروان نے اپنی خلافت کے سال یعنی ۷۰ھ میں سات سالہ خراج مصر کے صرف سے عمارت مسجد اقصیٰ اور قبہ صحرہ شروع کی ۸۰ سال تک بڑے اہتمام کے ساتھ یہ عمارت تیار ہوئی ۱۳۰ھ میں پوری ہوئی اور اسی عہد میں درمیان زنجیر قبہ الصحرہ کے ایک بیش قیمت بڑا موتی اور دونوں سینک دینہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اور تاج کسری معلق تھا پھر جب بنی ہاشم کی سلطنت ہوئی ان چیزوں کو کعبہ شریف میں لے آئے مگر پھر کا یہ خیال کہ یہ عمارت اس غرض سے بنوائی گئی تھی کہ حجاج لوگ مکہ نہ جایا کریں درست نہیں کیونکہ حج سوائے کعبہ کے اسلامی مذہب میں دوسری جگہ نہیں ہو سکتا غرض یہ تعمیر محض ثواب یا یادگار کی نیت سے خلیفہ عبد الملک نے بنوائی تھی اس خلیفہ کا لقب المرفق لامر اللہ تھا اسلام میں یہ اول خلیفہ ہے جس نے درم و دینار پر سکہ منقوش کیا۔ سکہ میں ایک طرف المداح اور دوسری طرف اللہ الصمد مضمون کیا۔ قبل اس کے درم اور دینار رومی اور کسری مروج تھے ۱۲ مصباح الدین احمد عفی عنہ۔

بغاوت اور خانہ جنگیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا جس کا نتیجہ آخر کار یہ نکلا کہ بنی امیہ خاندان پر دوبارہ زوال آ گیا۔  
ولید ۶۸۶ء میں مر گیا اور اس کا بھائی سلیمان اس کا جانشین و خلیفہ مقرر ہوا اس نے بھی مثل  
اپنے بھائی کے یہ چاہا کہ اس کے بعد بھی اس کے بیٹوں میں سے ایک نہ ایک اس کا جانشین مقرر ہو لیکن  
اپنے مشیروں کی صلاح پر کار بند ہو کر سلیمان اس ارادے سے باز رہا اور اپنی مہری اور تختی ہدایتیں تحریر  
کر لیا گیا کہ میری وفات کے بعد عمر بن عبد العزیز جو مروان کا پوتا ہے میرا جانشین ہووے چنانچہ اس  
کے مطابق اس کی وفات کے بعد عمر بن عبد العزیز خلیفہ مقرر ہوئے۔

خلیفہ عمر  
ابن عبد العزیز

عبد الملک اور ولید دونوں خلفائے کے دوران حکومت میں سلطنت کی حدود متواتر اور  
مسلح فتوحات سے بہت بڑھ گئیں اور ایک عظیم الشان سلطنت ہو گئی۔ مالک اسپین (اندلس)،  
ہندوستان اور سنٹرل ایشیا یہ سلطنت میں شامل ہو گئے۔ عبد اللہ ابن زبیر کی وفات اور مکہ شریف  
کے فتح ہو جانے سے ملک عرب میں بھی امن و امان اور خاموشی ہو گئی۔ حجاج جس نے کہ ملک عرب  
میں یہ فتوحات حاصل کی تھیں صوچیات عراق کا گورنر مقرر ہوا ملک عراق اس وقت بڑی بد نظمی کی  
حالت میں تھا اور نخل امن و امان ہو رہا تھا۔ حجاج نے وہاں بڑی خونریزی اور ظلم سے حکومت کی۔  
خاندان بنی امیہ میں سے ولید الوالعزم بادشاہوں میں سے آخری بادشاہ تھا۔

مسلمانوں کی  
سلطنت کی  
وسعت

یزید ثانی جو عمر بن عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) کے بعد تخت نشین ہوا اس کے عادات و اطوار  
اچھے نہ تھے۔ اگرچہ یزید ثانی کو یہ کہو کہ اس کے بھائی مسلمہ کو یمنی فرقہ کی ایک زبردست بغاوت کے  
فرو کرنے میں کامیابی ہوئی لیکن اس فتح کے حال کرنے میں جس قدر کشت و خون ہوا اس کی وجہ سے  
ان قوموں میں جو برسرِ عناد تھیں اور بھی زیادہ حسد اور نفرت اور دشمنی بڑھ گئی۔

اسے موافق اس بشارت کے ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علی راس کل مائتۃ سنۃ من یجد لہا دنہا ترجمہ  
بیشک اللہ تعالیٰ اٹھاوے گا اس امت کے لئے سرے پر ہر صدی کے ایسا شخص کہ تازہ کرے اس لئے دین اس کا سو  
ہر صدی کے سرے پر اللہ تعالیٰ ایک مجدد پیدا کرتا رہا اور اس کے ہاتھ سے تجدید دین کی ہوتی رہی اور ائمہ رحمۃ اللہ علیہم تعین  
مجددین کے وجود سے دین متین اسلام کی بنیاد اور اس میں مستحکم اور مضبوط ہوتی رہی چنانچہ اول صدی کے مجدد عمر بن عبد العزیز  
ہوئے جو لوہے کی خلیفہ بنی امیہ سے ہیں۔ ان کی خلافت میں تمام ملک میں عدل و انصاف علم و عمل خیر و برکت میں گویا  
دوبارہ جان پڑ گئی ایک مدت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر خطبوں میں جو لحن و طعن پڑھا جاتا تھا ایک کھت موقوف کر دیا  
گیا۔ بنو امیہ شہزادوں کی جاگیریں چھین لیں جہاں جہاں ظالم اور سفاک عمال اور حکام تھے یک قلم سب کو معزول و موقوف  
کر دیا سب سے بڑھ کر یہ کہ علوم کو وہ رونق دی کہ گھر گھر پڑھنے پھیل گئے۔ امام زہری کو حکم دیا کہ حدیثوں کو یکجا کریں جب  
حدیثوں کا یہ مجموعہ تیار ہو گیا تو مالک اسلام میں اس کی نقلیں بھجوائیں۔ ۱۲ مصباح



یزید ثانی ۲۱۷ء میں مر گیا اور اس کا بھائی ہشام اُس کا جانشین ہوا۔

ہشام نے مختلف صوبجات میں بجائے اپنے بھائی بناروں کے یعنی اپنے خاندان کے لوگوں کی جگہ بمبئی سرداروں کو اپنا نائب مقرر کیا۔ اب تک ان عہدوں پر صرف بنی امیہ ہی ہوا کرتے ہیں اس طرح سے ہشام کچھ عرصہ کے لئے اپنی سلطنت کے ایک حصہ میں امن و امان قائم کرنے میں کامیاب ہوا لیکن اُس کے بخل اور بخوسی کی وجہ سے اُس کی رعایا کو اُس سے محبت نہیں رہی۔ ہشام ۲۱۷ء میں مر گیا اور اُس کا بھتیجا ولید ثانی جانشین ہوا۔

ولید ثانی بڑا زانی اور فضول خرچ تھا اُس نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی وہ تمام خزانے اڑا ڈالے اور خرچ کر دیئے جن کو ہشام نے جوڑ جوڑ کر جمع کیا تھا ولید ثانی کی یہ حکایت مشہور ہے کہ ایک مرتبہ اُس نے قرآن شریف سے ایک فال نکالی۔ جیسا کہ یورپ میں ٹڈل ایجز میں ورجیل کی کتاب سے فال نکالا کرتے تھے۔ تو فال میں قرآن شریف کی یہ آیت نکلی جس کا ترجمہ یہ تھا کہ سرکش اور ظالم بادشاہ ہمیشہ مایوس رہتے ہیں اور اپنی مراد کو نہیں پہنچتے، اس پر ولید ثانی کو نہایت غصہ آیا اور پاک قرآن کو زمین پر غصہ سے پھینک دیا اور فی الباریہ دو شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ میں سرکش اور ظالم بادشاہ ہوں کیا تو مجھے ڈراتا ہے درحقیقت میں ایک ظالم اور سرکش بادشاہ ہوں۔ تو سچا ہے جبکہ حشر کے روز تو خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو تو کہہ دینا کہ ولید کے داہنے ہاتھ سے تو اس طرح پھاڑا گیا۔

تمام مورخین کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ولید ثانی مار ڈالا گیا ولید ثانی بوجہ اپنی فیاضیوں اور سخاوتوں کے اپنی رعایا میں بہر و لعزیز ہو گیا تھا اس وجہ سے اس کو بھی اپنے بیٹے کو اپنا ولیعہد مقرر کرنے کی تحریص ہوئی اُس نے بھی وہی خوفناک

لہ یورپ میں ٹڈل ایجز کا زمانہ دگوٹھیک ٹھیک طور سے تو اس زمانہ کا کہ کب سے شروع ہوا اور کتب ختم ہوا کوئی خاص تعین نہیں ہوا ہزار برس کا عرصہ سمجھا جاتا ہے جو پانچویں صدی عیسوی سے شروع ہو کر نپندرہویں صدی عیسوی کے اختتام پر ختم ہوتا ہے۔ ۱۲

۱۲ھ درجیل زمانہ قدیم کا اٹلی کا ایک شاعر ہے۔ اُس کے اشعار رزمیہ ہوا کرتے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ستر برس پیشتر پیدا ہوا اور ۱۹ برس قبل مسیح کے مر گیا کئی کتابیں اُسکی تصنیف کی مشہور ہیں مجذبات کے اینیڈ اور رسول بہت مشہور ہیں۔

تجزہ کیا یعنی اپنے بیٹوں میں سے ایک کو جو نہایت ہی خوردسال تھا اپنا جانشین مقرر کر دیا۔  
 اور ولید اول کے بیٹوں نے اس بات سے فطرتی طور سے مخالفت کی اور ولید ثانی کی  
 حکومت کے برخلاف سازشیں شروع کر دیں۔ اسی اثنا میں ولید ثانی نے اس سے بھی بڑھ کر  
 یہ غلطی کی کہ یعنی سرداروں میں سے ایک سردار کو جو نہایت ہر دل عزیز تھا اور ولید اول کے زمانہ میں  
 صوبہ عراق کا گورنر بھی رہ چکا تھا اور ابن ومان سے دمشق میں سکونت پذیر تھا اس کے  
 ایک پولیٹیکل دشمن کے حوالے کر دینے اور مار ڈالنے کی اجازت دیدی۔ ابن ومان کی تمام قوموں نے  
 اپنی قوم کے اس مقتول آدمی کا بدلہ لینے کے لئے بغاوت کر دی اور ولید اول کے بیٹے یزید  
 کو اپنا پیشوا اور سردار مقرر کر کے ولید ثانی پر حملہ کر دیا اور اس کو مار ڈالا۔ ولید ثانی کی جگہ  
 یزید سوم خلیفہ مقرر ہوا۔ یزید سوم نے صرف ۶ ماہ خلافت اور حکومت کی۔ یہ خلیفہ ۷۲۰ء کے  
 میں مر گیا اور مروان اول کا پوتا مروان ثانی اس کا جانشین اور خلیفہ مقرر ہوا۔ مروان اس وقت  
 آرمینیا اور آذربائیجان کا گورنر تھا۔ مروان نے قواعد وال سپاہیوں کے ایک لشکر عظیم کے  
 ساتھ جس میں کہ بالکل مصری نسل کے عرب تھے یمنیوں کی ایک فوج کثیر کو جو غیر قواعدان کھتی  
 بڑی آسانی سے شکست دی جنہوں نے یزید کے بھائی ابراہیم کو خلیفہ مشہر کر دیا تھا ان کو  
 شکست دیکر مروان نے حکومت اور خلافت اپنے ہاتھ میں لے لی۔

مروان ثانی اپنی قوم مصری کی بڑی طرفداری کیا کرتا تھا اس لئے یمنی عربوں میں اس کی  
 جانب سے بددلی کا ایک طوفان پھیل گیا۔ دوسری قوموں نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھایا  
 اور سلطنت کے تمام طول و عرض میں یکساں بغاوت پھیل گئی۔ مروان ثانی کی بر موقوعہ اور  
 فوری زبردست تدابیر سے ملک شام میں بہت جلد امن ہو گیا۔ ملک عرب جس پر خارجیوں کے قبضہ  
 کر لیا تھا مروان نے سب کا سب فتح کر لیا۔ اس عرصہ میں ایک نئی بغاوت اور واقع ہوئی جس نے  
 تمام واقعات کی رو کو پلٹ دیا۔

اب تک ہم نے محمد صاحب (صلعم) کے خاندان کی ایک شاخ کا بہت تذکرہ نہیں کیا جسکی  
 تقدیر میں بھی اسلام کی تاریخ میں بہت بڑا کام انجام دینا تھا۔ یعنی عبدالمطلب کے ایک اور بیٹے  
 عباس رضی اللہ عنہ کے خاندان کا عباسی پیغمبر صاحب کے چچا تھے اگرچہ اول اول عباسی نے مذہب

مروان ثانی کی  
 تمام سلطنت  
 میں بغاوت  
 ہو جانا

ابن عباس  
 رضی اللہ عنہ

اسلام کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ لیکن آخر کار انہوں نے یہ مذہب اختیار کر لیا اور ان کے بیٹے  
عبداللہ جو ابن عباسؓ کے نام سے زیادہ تر مشہور ہیں مذہب اسلام کے بڑے عالم اور فاضل تھے  
ان کی رائے قرآن شریف کے علم اور اس کی تفسیر کے لئے زیادہ مستند مانی جاتی ہے۔  
ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کے کئی بیٹے ہوئے لیکن ان کے سب سے چھوٹے بیٹے علیؓ  
کے اولاد ہوئی اور علیؓ کے بیٹے عبداللہ نے اول اول خلافت کی خواہش کی اور یہی عبداللہ  
ہیں کہ جو خلفائے عباسیہ کے مورث اول ہوئے ہیں۔

محمد ابن عباس نے علی ابن ابی طالب کی اولاد کا ساتھ دیا اور ان کی رفاقت کی  
آخر کار لوگوں نے ان کو امام یعنی پیشوائے دین تسلیم کر لیا اس کے بعد فوراً ہی انہوں نے  
ایران میں اپنے مذہبی مسئلوں کو شائع کرنا شروع کر دیا۔ ایران میں بغاوت کے  
لئے ہر ایک چیز تیار تھی کیونکہ فتح عرب مفتوح ایرانیوں میں مثل جنگی قوم کے رہتے تھے اور  
ان سے حقارت سے پیش آتے تھے۔ ایرانیوں سے میل جول نہیں رکھتے تھے بالکل علیحدہ رہتے تھے  
اور ہر طور سے ایرانیوں کی مغرور اور زودرنج خلقت کو صدمہ پہنچاتے تھے۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے  
کہ جن ایرانیوں نے اسلام قبول کر لیا تھا وہ علی اور ان کے خاندان کے بڑے سرگرم طرفدار ہو گئے  
اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ عباسیوں کے نقیب یا جاسوسوں کی باتیں ساسانی  
بادشاہوں کی سابقہ رعایا نے فوراً سننا شروع کر دیں محمد ابن عباسؓ میں مر گئے اور  
ان کے بیٹے ابراہیم کو لوگوں نے امام تسلیم کر لیا۔

ایران میں عباسیوں کے خفیہ جاسوس برابر اپنی کارروائیوں میں مشغول تھے۔ اب تک  
موقعہ لڑائی اور سرکشی کے لئے مناسب آگیا یعنی اور مرضی اقوام کی مسلسل اور علانیہ لڑائیاں  
تمام سلطنت میں اور خاص کر خراسان میں ہو رہی تھیں۔ ابراہیم نے ایک شخص ابو مسلم نامی کو  
اپنا رفیق بنا لیا۔ ابو مسلم کے نسب وغیرہ کا حال تو معلوم نہیں لیکن وہ ایک بڑا عقلمند اور  
اولوالعزم بہادر سپاہی تھا اور اس کو خاندان عباسیہ سے بہت الفت تھی۔ امام ابراہیم نے  
ابو مسلم کو اس کے وطن صوبہ خراسان میں اپنا کارندہ مقرر کر دیا۔ اسی شمار میں امام زین العابدین  
خلف امام حسینؓ کا ایک پوتا جو جائز اور مستحق امام تھا مار ڈالا گیا۔ ابو مسلم نے اس کی نعش دفن کی اور اپنے

ابو مسلم

تمام پیروں کو حکم دیا کہ وہ کالے کپڑے پہن لیں۔ ابو مسلم نے خود ایک سیاہ جھنڈا لیا یہ سیاہ پوشش اپنے پیشوا یا امام کی وفات پر اظہار رنج کے لئے تھی۔ اُس دن سے سیاہ رنگ خاندان عباسیہ کا مخصوص رنگ ہو گیا۔ خراسان کی آبادی کے ایک بڑے حصے نے فوراً یہ ماتمی لباس پہن لیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عباسیوں کی تجویزیں وہاں کس قدر جلد کامیاب ہو گئیں۔ ابو مسلم نے اپنے تئیں کافی طور سے ایک لشکر عظیم کا سردار بنا کر علانیہ بغاوت کر دی اور ایک لشکر عراق کے فتح کرنے کو بھیجا۔ کوفہ والوں نے فوراً اطاعت کر لی کیونکہ ان کو یہ امیر ہو گئی کہ علی کا خاندان اب پھر بحال اور بدستور سابق پیشوا ہو جائیگا۔

اس اثناء میں ایک خط جو ابو مسلم نے امام ابراہیم کو بھیجا تھا مروان کے ہاتھ پڑ گیا اور امام ابراہیم کو مروان نے مرواڈالا لگا انہوں نے قبل اس کے ایک خط کسی ترکیب سے بھجوا دیا جس نے بھائی عبداللہ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ یہ عبداللہ کوفہ میں خلیفہ مشہور کئے گئے۔ مروان نے اگرچہ بڑی بہادری سے جی توڑ کر ان کا مقابلہ کیا لیکن اس کو شکست ہوئی اور بالائی مصر میں مروان بڑی عقوبت سے قتل کر دیا گیا۔ نئے خلیفہ عبداللہ نے اپنی خلافت اور حکومت نہایت خونریزی اور کشت و خون سے شروع کی۔ خاندان بنی امیہ کے ہر ایک فرد بشر کو اور اس کے طرفداروں کو تہ تیغ بے دریغ کیا ایک دفعہ خاندان بنی امیہ کے ستر سے زیادہ اشخاص کو خلیفہ عبداللہ نے اپنے محل میں بلا کر جن سے کہ اُس نے معافی خطا کا اقرار کر لیا تھا دغا بازی سے مرواڈالا اور نطع یا چمڑے کے وہ ٹشت جو قتل کرنے کے وقت استعمال کئے جاتے تھے ان کو بطور دسترخوان کے بنی امیہ کی نعشوں کو ہموار کر کے اُنکے اوپر بچھوا دیا اور اسپر بٹھکر کھانا کھایا مقتولین میں سے اگر کسی سسکے ہوئے آدمی کے ایک آدھ سانس کی آواز آجاتی تھی تو اُس پر خوب تہقہ لگاتا اور شکر کرتا تھا اسی وجہ سے اُسکا لقب السفاح یعنی خونریز مشہور ہو گیا۔ السفاح نے چار برس اور کچھ مہینے حکومت کی اور ۳۵۷ھ میں مر گیا۔ اُس کی جگہ اس کا بھائی ابو جعفر الملقب بنصور اس کا جانشین اور خلیفہ مقرر ہوا۔ دربار خلافت میں منصور کی حکومت میں ایرانیوں کا زیادہ غلبہ ہو گیا۔ تمام سلطنت میں ابو مسلم خراسانی کہ جس کی وجہ سے عباسیوں کو حکومت اور ثروت ملی تھی سب سے زیادہ طاقتور اور مقتدر آدمی تھا لیکن عربوں کو یہ بات دل سے پسند نہ تھی اور خلیفہ منصور نے خود بھی اپنی قوم کی دولت

عبداللہ  
عباسی کا  
خلیفہ مقرر  
ہونا

بنی امیہ کا  
قتل ہونا

خلیفہ منصور  
عباسی

اور ثروت اور حکومت کے بانی کو اپنے سے علیٰ ہرگز پناہ چاہا۔

المنصور نے ہزار دقت اور اعلیٰ اعلیٰ درجہ کی جھوٹی جھوٹی قسمیں کھا کے ابو مسلم کو اپنی ملاقات کے لئے بلوایا اور کئی دن تک نہایت شان و شوکت سے اس کی دعوتیں اور رضیافتیں کیں تاکہ اس کو کسی قسم کا شک و شبہ نہ ہو اور موقعہ پا کر اس کو بڑی بے رحمی سے مروا ڈالا۔ المنصور بڑا سخت گیر نہایت بخیل اور کنجوس بادشاہ تھا۔ یہ خلیفہ ۳۷۱ھ میں مر گیا اور اس کا بیٹا محمد المقلب بہ المہدی اس کا جانشین ہوا۔

مہدی عادات و اطوار میں اپنے باپ کا عکس تھا اس کا وزیر اور مشیر خاص یحییٰ ابن داؤد تھا یحییٰ نسلا ایرانی اور مذہباً شیعہ تھا۔ یحییٰ ابن داؤد کی وزارت میں ایرانیوں کو اور بھی زیادہ اقتدار حاصل ہوا۔ وہ مذہب اسلام سے بے پروائی اور علانہ طور سے حسد کرنے لگے اس نے علیؑ کی اولاد میں سے ایک شخص کو قتل کرنے میں غفلت کی اور اس طرح اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں سہل انکاری کرنے سے مہدی اس سے ناراض ہو گیا اور اس کو قید خانہ میں مقید کر دیا۔ جہاں سے وہ بزمانہ خلافت ہارون الرشید رہا ہوا۔

مہدی کے دوران خلافت میں ایک شخص المقنع نامی نے نبوت اور پیغمبری کا دعویٰ کیا۔ یہ برقع پوشن پیغمبر خراسانی کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ مہدی ۳۸۶ھ میں مر گیا اور یہ وصیت کر گیا کہ میرے بعد میرا بیٹا المہادی میرا جانشین ہو اور جبکہ ہادی مر جاوے تو میرا دوسرا فرزند ہارون الرشید تخت خلافت پر ٹمکن ہووے۔

۱۔ صرف نبوت ہی کا دعویٰ نہیں کیا تھا بلکہ حکیم المقنع نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ حکیم پسترد یک چشم باسنڈہ مرو تھا۔ اپنے علمی کمالات سے چاہے نخب میں سے ایک مصنوعی چاند نکالاجی روشنی ۶ میل تک پہنچتی تھی لیکن مقام ماوراء النہر میں ۱۶۱ھ میں جب اس نے علم بغاوت بلند کیا اور خلیفہ کا لشکر مقابلہ میں صف آرا ہو تو اس نے قلعہ بند ہو کر خودکشی کر لی۔ ۲۔ مصباح احمد

ابو مسلم کا قتل ہونا

مہدی کی خلافت

حکیم المقنع

ہادی کی خلافت

# باب اول

## ہارون الرشید کی تخت نشینی

ہارون الرشید بغداد کے خلفاء عباسیہ میں سے پانچواں خلیفہ ہے۔ اس کا پورا نام ہارون بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ہے ایک روایت کے بموجب ہارون ماہ ذی الحجہ کے آخری دن ۱۹۰ھ ہجری مطابق ۲۰ مارچ ۷۹۹ء میں اور دوسری روایت کے موافق یکم محرم ۱۹۰ھ ہجری مطابق ۵ فروری ۷۹۹ء میں شہر کے میں پیدا ہوا ہارون الرشید کی عمر تخت نشینی کے وقت بائیس برس کی تھی۔

ولادت

تمام مورخین کا جنہوں نے کہ اس کی سوانح عمری لکھی ہے اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام خلفاء سے بڑھ کر ہارون الرشید جامع جمیع صفات بڑا عالم اور فاضل بلیغ و فصیح اور بہت ہی فیاض اور سخی تھا۔ اگرچہ اس کا نام زبان زد خاص و عام ہے اور اسکے زمانہ میں بہت سے مشاہیر کا بھی بوضاحت تواریخ میں ذکر آیا ہے لیکن درحقیقت عوام الناس کو ہارون الرشید کے خانگی حالات اور ذاتی تعلقات کا بہت کم علم ہے۔

سنہ جلوس  
علمی فضیلت

ہمارا ارادہ ہے کہ اس کتاب میں ہارون الرشید کی زندگی کے سوانح صرف بحیثیت شہنشاہ اسلام ہی کے نہیں بلکہ بطور عام آدمی کے بھی اس کا حال تحریر کریں۔ اسی اولوالعزم شہنشاہ کی وجہ سے جو کہ بھیس بدل کر پساوہ بغداد اور اس کے قرب و جوار میں پھرا کرتا تھا الف لیلہ کے بہت سے بانداق واقعات مرتب ہوئے ہیں۔

ہارون الرشید مذہبی عقائد اور احکامات کا بڑا معتقد اور سخت پابند تھا اور جو باتیں کہ ایک سچے پاکیزہ مسلمان میں ہونا چاہئیں یعنی خیالات میں مذہبی احکام کی پابندی اور روزمرہ

مذہبی عقائد

کے امورات میں مذہبی باتوں کی اطاعت یہ سب باتیں اس میں موجود تھیں۔  
 ہر دوسرے برس ہاشنائے چند سال کے وہ حج کے لئے مکہ شریف کو جاتا اور جس سال جاتا  
 اس سال اسلام کے دشمنوں سے جہاد کرتا۔ ہارون الرشید حج کیلئے ہمیشہ پیرل جایا کرتا بغداد اور  
 مکہ شریف کے درمیان فاصلہ بعید ہے اس خشک اور دھوپ کی طپش سے جلے ہوئے ریگستان کا  
 جس میں سے حج کیلئے مکہ کی آمد و رفت میں اس کو سفر کرنا پڑتا تھا، جب خیال آتا ہے تو اس امر  
 سے اس کی غیر زائل اولوالعزمی اور عادات کا استقلال بخوبی معلوم ہو سکتا ہے صرف ہارون الرشید  
 ہی ایسا بادشاہ گذرا ہے کہ جس نے مذہبی فرائض کی ادائیگی کے لئے اس قدر سخت مصائب اپنے  
 اوپر برداشت کر رکھے تھے۔ اور غالباً ہارون الرشید ہی ایک ایسا شخص ہوا ہے کہ جو معمولی  
 پنجگانہ نمازوں کے علاوہ سو رکعتیں نفل روزمرہ پڑھنے سے کہی بھی مضحمل اور دل برداشتہ  
 نہیں ہوتا تھا۔ جب ہارون الرشید حج کو جاتا تو اس کے ہمراہ ایک سو علماء اور فضلاء مع اپنے  
 اپنے لڑکوں کے ہوا کرتے تھے اور جس سال کہ وہ مکہ شریف کو نہ جاتا تو اپنی جگہ تین سو آدمیوں کو حج کے  
 لئے بھیجا کرتا اور ان کے سفر کے لئے بڑی فیاضی سے زاد راہ ہتیا کرتا تھا۔ اس کا زہد اور ریاضت  
 حقیقت میں خالص اور ریاضت سے بالکل خالی تھی۔

ہارون الرشید کے اطوار اور عادات اُسکے پیش رو خلیفہ منصور سے بہت ہی ملتے  
 جلتے تھے۔ مگر ہارون الرشید میں منصور سے یہ بات زیادہ نہیں کہ وہ فیاض اور سخی بہت تھا  
 مثل منصور کے ہارون الرشید بھی علوم اور فنون کا بڑا شائق اور خاص کر شاعری سے بہت  
 شوق رکھتا تھا۔ عالموں اور فاضلوں کی صحبت میں بیٹھنے سے ہارون الرشید کو بہت ہی  
 خوشی حاصل ہوتی تھی۔

ایک دفعہ ہارون الرشید نے بڑی شان و شوکت سے ایک مجلس ضیافت ترتیب دی  
 جس میں ابو العتاہیہ کو بھی مدعو کیا۔ یہ اس زمانہ کا ایک نہایت مشہور نابینا شاعر تھا۔ بعد ختم طعام  
 خلیفہ ہارون الرشید نے شاعرنا کو رے کہا کہ اس وقت کی خوشی اور مسرت کے حال  
 کوئی شعر سناؤ۔ ابو العتاہیہ نے ایک شعر حسب الحکم خلیفہ کے سنا یا جس کا مضمون یہ تھا کہ خدا  
 کے بلند قلعہ کے سایہ میں تیری زندگی سچی خوشی کے ساتھ بسر ہوتی ہے۔

فیاضی  
اور سخاوت

ابو العتاہیہ  
شاعر نابینا

اس کو سنکر ہارون الرشید نے کہا آفرین ایشاباش!

ابوالعتاہیہ نے پھر دوسرا شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ:

”دعا ہے کہ ہر صبح و شام تیری ہر ایک ادنیٰ سے ادنیٰ خواہش تک کو اللہ تعالیٰ خیال کرنے سے پہلے ہی مہیا اور موجود کر دیا کرے“

اس کو سن کر امیر المؤمنین نے کہا کہ مرحبا!

ابوالعتاہیہ نے پھر دوسرا شعر اور پڑھے جن کا مضمون یہ تھا کہ:-

”لیکن جب قریب موت کے تیرے سانس سے بھگو سینہ میں رُک رُک کر تنفس ہونے لگے گا اُس وقت بلاشبہ تجھ کو یہ معلوم ہوگا کہ یہ تمام دنیا فانی اور دھوکے کی ٹٹی تھی“

ان اشعار کو سن کر خلیفہ کو رقت ہوئی اور اس کی آنکھوں سے پے در پے آنسو رواں ہونے لگے یہ دیکھ کر فضل نے جو یحییٰ وزیر اعظم کا بیٹا تھا اور جس کا حال ہم اس کتاب میں آئندہ بالتفصیل تحریر کریں گے۔ ابوالعتاہیہ کی طرف مڑ کر نصیحتا نہ لہجہ میں اُس سے کہا کہ امیر المؤمنین نے تو تم کو اس لئے بلا یا تھا کہ تمہارے اشعار سن کر خوشی اور انبساط حاصل ہو اور تم نے اشعار سنائے کہ جس سے امیر المؤمنین کو رنج ہو اس قسم کے اشعار کا یہ کیا موقع تھا اس پر ہارون الرشید فضل کو روکا اور کہا کہ نہیں فضل نہیں۔ ابوالعتاہیہ کو کچھ مت کہو۔ اُس کو صرف یہ معلوم ہوا کہ اس دنیا میں ہم اندھے ہوئے ہیں اور اس کا دل نہیں چاہتا کہ ہم یہاں اس سے زیادہ اور اندھے بنے رہیں۔

ہارون الرشید علماء اور فضلاء کا ادب اور لحاظ کرنے کیلئے مشہور ہے ابو معاویہ ایک نابینا عالم تھے ان کی ہارون الرشید نے ایک روز دعوت کی جب دسترخوان پر کھانا کھانے کے لئے آکر بیٹھے ایک شخص نے اگر حسب دستور ممالک شرقی آفتابہ اور چلمچی لاکر ان کے ہاتھ دھلوائے ابو معاویہ نابینا تھے اس لئے حقیقت اُن کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ اُن کے ہاتھ کس شخص نے دھلوائے یہ امر ان کو اُس وقت معلوم ہوا جبکہ ہارون الرشید نے خود کہا کہ میں نے ہی آپ کے ہاتھ دھلوائے ہیں۔ ابو معاویہ نے کہا کہ امیر المؤمنین اپنے میرے ہاتھ دھلانے کی تکلیف گوارا

علماء کا  
ادب



فرمانی اغلباً اس امر سے آپ کو یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ آپ علم اور فضل کا اس قدر پاس اور لیاظف فرماتے ہیں؟ خلیفہ نے جواب دیا کہ ہاں بیشک یہی بات ہے۔

ہارون الرشید کی تخت نشینی یحییٰ ابن خالد ابن برمک کی محض اصابت رائے ہوشیاری اور عقلمندی سے عمل میں آئی۔ یہ ہارون الرشید کا سکرٹری تھا اور حیب ہارون الرشید خلیفہ ہوا تب یحییٰ کو اس نے اپنا وزیر اعظم مقرر کیا۔ مسلمانوں میں ان کے قانون وراثت کی رسمے بادشاہ کا سب سے بڑا بھائی یا اس کا ذکور رشتہ دار ولیعہد سلطنت ہو ا کرتا ہے لیکن تمام مسلمان بادشاہوں نے اپنی اولاد صلیبی کی خاطر ہمیشہ اپنے رشتہ داروں کے حقوق تلف کرنے کی کوشش کی۔ الہادی بھی اس قاعدے سے مستثنیٰ نہیں رہا اس نے اپنے بھائی ہارون الرشید کو حقوق سلطنت سے محروم کرنے اور اپنے صلیبی بیٹے جعفر کو اپنا ولیعہد اور جانشین مشہور کرنے کا خیال کیا۔ یحییٰ برمکی اس زمانے میں ہارون الرشید کا سکرٹری تھا اور اس کو یہ امید تھی کہ اگر میرا آقا ہارون الرشید تخت نشین ہو جائے گا تو مجھ کو عہدہ محتشمہ وزارت ضرور عطا فرمائے گا۔

ہادی نے خیال کیا کہ اس بارہ میں اول یحییٰ کو اپنی رائے سے متفق کر لینا چاہیے اس لئے اس نے ایک دن یحییٰ کو بلوایا اور اس کو تخلیہ میں لے گیا اور بیس ہزار دینار انعام دے کر اور خلعت فاخرہ مرحمت کر کے جو مضمون کہ اس کے دل سے نہایت قریب تھا یعنی ہارون الرشید کی بجائے جعفر کو ولیعہد کرنے کا ارادہ۔ اس کی بابت یحییٰ سے گفتگو شروع کی۔ یحییٰ نے ایک بڑی زبردست دلیل اس بارے میں ہادی کے روبرو بیان کر کے کہا کہ امیر المؤمنین! اگر آپ اس طرح سے عمل کریں گے تو گویا آپ اپنی رعایا کے لئے قول اور قسم کے توڑ دینے اور معاہدہ پر پابند نہ رہنے کی ایک نظیر قائم لے سلطنت کے بارے میں یا تخت نشینی کے لئے مسلمانوں کا کوئی قانون وراثت نہیں ہے۔ اصل قانون وراثت تخت نشینی کے لئے مسلمانوں کے ہاں یہ ہے کہ جس پر اجماع ہو جائے وہی بادشاہ تسلیم کر لیا جاتا ہے مگر اب یہ بات نہیں ہے اب کوئی ایک الگ الگ سلطنتیں مسلمانوں کی ہیں اور ہر ایک سلطنت اپنے اپنے رسم و رواج کے موافق جیسی مصلحت دیکھتی ہے ویسا عمل درآمد کرتی ہے مسلمانوں کا قانون وراثت یہ ہرگز نہیں ہے جیسا کہ ستر پام نے لکھا ہے زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ اگر کوئی عام مورخ یہ بات لکھتا تو چنداں قابل غور نہ تھی لیکن ستر پام جیسے فاضل کی اور یہ رائے اور نیز پام صاحب کا یہ قول کہ تمام مسلمان بادشاہوں نے اپنی صلیبی اولاد کی خاطر اپنے رشتہ داروں کا حق تلف کرنے کی کوشش کی محض نا انصافی ہی ایک دوئے اگر ایسا کیا بھی تو مثل اکتاد کا معدوم ہے سب پر الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ سب بادشاہان اسلام کو مورد الزام سمجھ لینا انصاف سے بچتا ہے۔

یحییٰ ابن خالد  
برمکی

کر دینگے سو دوسرے لوگ بھی پھر ایسا کرنے پر بے خوف ہو جائیں گے۔ لیکن اگر آپ بجائے اسکے یہ کریں کہ ہارون الرشید کو ولیعہدی کے خطاب محروم نہ کریں اور ہارون کے بھائی جعفر کی تخت نشینی مقرر فرمائیں تو یہ بات اس سے زیادہ جعفر کی تخت نشینی کے لئے مضبوط ضمانت ہو جائیگی ہادی نے کچھ عرصہ تک یہ معاملہ اسی طرح رہنے دیا لیکن آخر کار محبت پداری کا جوش پھر ہوا اور اس نے یحییٰ کو دوبارہ اپنے حضور میں بلوا کر اس سے مکرر مشورہ کیا۔ یحییٰ نے اب یہ دلیل پیش کی کہ جعفر کی طفولیت ہی میں اگر امیر المؤمنین ابا مخاضا آستہ آپ کا انتقال ہو جائے تو خاندان شاہی کے امراء اور سردار جعفر کی جائز تخت نشینی کبھی نہیں مانیں گے۔ ہادی نے اس بات کو تسلیم کیا تب یحییٰ نے کہا کہ امیر المؤمنین! آپ اس تجویز کو ترک فرماویں تاکہ آپ کی جو خواہش ہے وہ دوسری عمدہ تجویز سے پوری ہو سکے آپ کے والد خلیفہ المہدی ہارون الرشید کو اگر آپ کا جائزین مقرر نہ فرماتے تب تو آپ کی جانب سے یہ تجویز عمل میں آسکتی تھی اور اب تو صرف یہی ایک طریقہ ہے جو میں نے عرض کیا جس کی وجہ سے بنی ہاشم کی خلافت قائم رہ سکتی ہے۔

جب ہادی کو معلوم ہوا کہ وہ یحییٰ کی رائے کو پلٹ نہیں سکتا تو اس نے یحییٰ کو قید کر دیا اور اپنے بھائی ہارون الرشید سے بھی اس قدر دشمنی کا اظہار کیا کہ ہارون الرشید نے اپنی جان بچانے کی غرض سے اس سے علیحدگی اختیار کی۔

اب ہادی نے اپنا غصہ ہارون الرشید کی مال خیزران پر اتارا اور اس کو زہر دیکر مار ڈالنا چاہا۔ لیکن خیزران کو اس کی بیعت معلوم ہو گئی اور اس نے ہادی کی چند لونڈیوں کو رشوت دیکر ملا لیا جنہوں نے ہادی کا گلا گھونٹ کر اس کو سوتے ہوئے مار ڈالا۔ یہ واقعہ ۱۵ ستمبر ۷۶۶ء کو وقوع پذیر ہوا۔ اسی رات ہارون کا ایک خادم خزیمہ ابن خازم جعفر کے سر ہانے آیا وہ سوراہا تھا جعفر وہی شاہزادہ ہے جس کو ہادی ہارون الرشید کی جگہ ولیعہد کرنا چاہتا تھا، اس کو جگا کر ڈرایا کہ اگر تو اپنے تمام دعاوی خلافت ترک نہ کر دے گا تو تیرا سر ابھی قلم کر دیا جائے گا۔

جعفر خور دس سال تھا جان کے خوف سے ترک دعاوی خلافت پر راضی ہو گیا خزیمہ دوسرے روز صبح کے وقت جعفر کو مجمع عام کے روبرو لے گیا اور اس کو اس بات پر مجبور کیا کہ عوام کو دعویٰ خلافت کنارہ کش ہو جانے پر آگاہ کرے اور لوگوں نے جو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی قسم

خیزران والدہ  
ہارون الرشید

کہانی تھی اُس سے اُن کو خلاصی دیوے۔ چنانچہ جعفر نے ایسا ہی کیا۔

ہادی کے انتقال کے وقت یحییٰ ابن خالد قید خانہ میں مقید تھا اگر یہ واقعہ نہ ہو جاتا تو اغلباً یحییٰ خودکشی کر لیتا۔ ہارون الرشید کو جب ہادی کے مرنے اور اُس کے تخت نشین ہونے کی خبر پہنچائی گئی تو ہارون الرشید نے یحییٰ کو قید خانہ سے فوراً بلوایا اور اُس کو اپنا وزیر اعظم مقرر فرمایا خلعت وزارت دیتے ہوئے ہارون الرشید نے یحییٰ کو کامل طور سے کل اختیارات سلطنت تفویض کر دیئے اور یحییٰ سے کہا کہ میں تم کو اپنی رعایا پر حکمرانی کے اختیارات عطا کرتا ہوں جس طرح تم چاہو اُن پر حکومت کرو جس کو چاہو معزول اور جس کو چاہو مقرر کرو اور اپنے حکم کی تصدیق میں ہارون الرشید نے یحییٰ کو اپنی انگشتری بھی دے دی بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ہارون الرشید سو رہا تھا اتنے میں یحییٰ اُس کے پاس آیا اور ہارون الرشید کو یہ کہہ کر جگا یا کہ امیر المؤمنین بیدار ہو جائیے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ تم تخت نشینی اور خلافت کا اشارہ کر کے کیوں جگاتے ہو۔ اگر ہادی یہ باتیں سن لے گا تو خیال کرو وہ کیا کہیگا یحییٰ نے ہارون الرشید کو ہادی کی موت کی اطلاع دی اور متوفی خلیفہ کی انگشتری پیش کی ان دونوں میں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک ہرکارہ آیا اور ہارون الرشید سے کہا کہ آپ کے مشکوی معلیٰ میں ایک فرزند پیدا ہوا ہے ہارون الرشید نے اُس کا اسی وقت اور اسی جگہ عبداللہ نام رکھا یہ وہی عبداللہ ہے جو بعد میں خلیفہ المامون کے نام سے مشہور ہوا۔ ہارون الرشید کا دوسرا بیٹا امین بھی اسی سال ماہ شوال میں دوسری ماں سے پیدا ہوا۔ ہادی کے جنازے کی نماز پڑھ کر ہارون الرشید نے پہلا کام یہ کیا کہ ایک شخص ابو اصمع نام کو مروا ڈالا۔ ایک دن ابو اصمع جعفر بن ہادی کے ہمراہ شہر عیسیٰ آباد میں ایک تنگ گلی میں سے جا رہا تھا اتفاق سے ہارون الرشید بھی سامنے سے آ رہا تھا۔ ابو اصمع نے ہارون الرشید سے کہا کہ ”ولیعہ سلطنت کے لئے راستہ چھوڑ دو“ ہارون الرشید نے ظاہراً اسے جواب دیا کہ ہاں شاہزادہ صاحب تیرے ساتھ ہیں میں نے سُن لیا اور اطاعت کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر ہارون الرشید ایک طرف ہو گیا اور جعفر نکل کر چلا گیا۔ صرف اس گفتگو نے ابو اصمع کی جان ضائع کرانی۔

لے یہ بات بالکل بے ثبوت ہے ہارون الرشید بقول متواتر تمامی مورخین اور خود سطر پار کے نہایت پاکباز اور عادل بادشاہ تھا جو بادشاہ کہ ہزار میل ریگستان کی تیز دھوپ میں حج کے لئے پایادہ ہر سال سفر کرے اور علاوہ معمولی نمازوں کے سو رکعت نفل روزانہ بلاناغہ ادا کرے اور فضلہ عطا و اہل کمال کا دل سے ادب اور عبرت ناک حالات پر خدا کے خوف سے اکثر گریبان لے لے اور انصاف و سیاست مذہبی کے اجراء میں صلیبی اولاد کی بھی رعایت نہ کرے پھر ایسا (بقیہ صفحہ آئندہ)

ہارون الرشید کی  
تخت نشینی اور یحییٰ  
وزیر اعظم  
مقرر ہونا

ابو اصمع

ہارون الرشید فوراً بغداد کو روانہ ہوا اور جب وہ شہر میں داخل ہوا اور پل موسوم بہ جسر النواصین پر پہنچا تو ہارون الرشید نے حاضرین سے کہا کہ خلیفہ ہمدانی نے اپنی مہر جس کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی اور جس کا نام الجبل تھا چھکود دی تھی۔ ایک دن ہادی نے ہر کارہ بھیج کر مجھ سے وہ مہر منگوالی اس وقت بھی میں اسی جگہ اس پل پر کھڑا ہوا تھا یہ کہہ کر ہارون الرشید نے اپنی وہی مہر دریا میں پھر نیچے پھینک دی۔ حاضرین میں سے ایک نے مہر کے گرتے ہی دریا میں غوطہ لگایا اور مہر کو لے آیا اور ہارون الرشید کو دیدی۔ اس سے خلیفہ بہت ہی خوش ہوا۔

ہارون الرشید کی سلطنت نے اہل کمال اور عقلا کی وجہ سے جو اس زمانے میں موجود تھے بڑی رونق پائی۔ خاص کر بچی برکی کی قابلیتوں اور لیاقتوں سے جو سترہ برس تک عہدہ وزارت عظمیٰ پر مامور رہا سلطنت میں بڑی شان و شوکت نمودار ہو گئی۔

اب ہم بچی کے خاندان کا ابتدائی حال اور اس کے عہدہ کی بابت کچھ تھوڑا سا تذکرہ بیان کرتے ہیں۔ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ عربوں نے ضرورتاً اپنے مفتوحہ ممالک کے نظم و نسق ہر ملک کے دیسی حکام کو تفویض کر دیے تھے۔ چونکہ عباسیوں کو محض ایرانیوں کی امداد کی وجہ سے عروج حال ہوا تو یہ فطرتی بات تھی کہ ایرانیوں کے صلاح و مشورہ پر زیادہ عمل ہوا اور ان کا ہی زیادہ اقتدار ہو۔ چنانچہ اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایک شخص ایرانی النسل تمام کاروبار سلطنت کا افسر ہے اور خلافت میں اب طرز حکومت اسی طور سے جاری ہے جس طرح کہ ساسانی بادشاہوں کی سلطنت میں حکمرانی کی جاتی تھی۔ ساسانی شہنشاہوں کی طرح خلیفہ صرف دینی ہی پیشوا نہ تھا بلکہ تمام حکومت اور سلطنت کا اس کو اختیار ہوتا تھا۔ اس کی زبان بمنزلہ قانون بھی جاتی تھی اور وہ اپنی ایک رائے سے اپنے وزراء کے نہایت حزم اور احتیاط سے تیار کردہ نقشہ جات اور حسابات اُلٹ سکتا تھا اور تمام رعایا کی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۱) نیک نفس بادشاہ تخت نشینی کے موقع پر بچے کے تکرگزار میٹھتی کے سب سے پہلا کام یہ کہے کہ گزری ہوئی ادنی بات کے غصہ پر ایک غیب بندہ خدا کا خون ناحق اپنی گردن پر لیوے اس بات کو عقل پر گز قبول نہیں کر سکتی۔

مشر پامر کا یہ قول ان کے متواتر بیانیوں کے خلاف الف لیلہ کے اکثر بے سرو پا افسانوں کی مانند بلا دلیل اور غلط ہے یا یہ کہ مشر پامر نے ابو اصم کے قتل کا اصلی سبب بیان نہیں کیا اسی طرح اسی کتاب میں منصور کے قتل کے حکم کا سبب بھی مشر پامر نے ہارون کا ظلم ظاہر کرنے کے لئے بیان نہیں کیا حالانکہ عربی کتابوں سے مشر پامر نے یہ ترجمہ کیا ہے اس میں اس کا سبب خود موجود ہے۔ یہ بات ضرور ہے کہ ابو اصم کے قتل میں سیاست کسی مصلحت ملی نے ہارون الرشید کو مجبور کر دیا ہوگا یا یہ واقعہ ہی غلط ہوگا۔ مشر پامر نے بلا تحقیق اغلباً کسی ضعیف ترین روایت پر نکتہ یقین کر لیا ہے ۱۲

خاندان بچی

جان اور عطاء حکومت اور سلب اختیارات اور رعایا کی آزادی غرضکہ ان سب باتوں خلیفہ  
 قادر مجاز ہوتا تھا لیکن یہ خوفناک شخص یعنی خلیفہ شاذ و نادری عاملانہ انتظام سلطنت میں دخل کی تکلیف  
 گوارا کرتا تھا وزیر ہی جیسا کہ لفظ سے ظاہر ہے تمام سلطنت کے بارگراں کا متحمل ہوتا تھا خلیفہ  
 جس قدر کہ امور سلطنت سے علیحدہ رہتا اور دخل نہ دیتا یا اگر کوئی خلیفہ بمنزلہ کٹ پتلی وزیر کے  
 ہاتھ میں ہو جاتا تو اس میں وزیر کا اور نیز عوام الناس کا بہت فائدہ ہوا کرتا تھا تخت خلافت پر  
 اکثر ایسے ہی اشخاص تخت نشین ہوئے ہیں جو اپنے وزیر کی کٹ پتلی ہوتے تھے اصلی طاقت وزیر اعظم  
 کے ہاتھ میں ہوتی تھی اور وہی حکومت کیا کرتا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وزیر ہی خلیفہ مقرر کیا کرتا  
 تھا اور وہی انتظام سلطنت کرتا تھا۔ ۹۰۸ء میں خلیفہ المکتفی کے انتقال پر اس کے وزیر نے  
 عبداللہ ابن معز کو تخت پر بٹھانا چاہا۔ لیکن چند درباریوں نے جو باقیماندہ درباریوں سے زیادہ  
 ہوشیار تھے وزیر کو آگاہ کیا کہ جس شاہزادے کو اپنے تخت پر بٹھانے کی تجویز کی ہے وہ  
 صاحب علم اور خواندہ ہے اغلباً امور سلطنت سے خوب واقف ہو جائیگا جو شخص کہ اپنی  
 قدر و منزلت پہچانے اور ملکی تجاویز سے آگاہ ہو جائے۔ امور سلطنت اور معاملات کو  
 سمجھ سکتا ہو نیک و بد میں تمیز کر سکتا ہو اور آپ کے باغ اور جاگیرات سے واقفیت رکھتا ہو  
 ایسے شخص کو تخت نشین کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ بات بہتر ہے کہ آپ ایک لڑکے کو تخت نشین  
 کر دیجئے تاکہ وہ برائے نام خلیفہ رہے اور انتظام سلطنت اور حکومت آپ کریں ایسے طفل کو آپ  
 تعلیم دے سکتے ہیں۔ پھر جب وہ بڑا ہوگا تو آپ کا ہر بات میں ممنون احسان رہیگا۔ دوران وزارت  
 میں آپ جو چاہیں سو کر سکتے ہیں۔ اس بات پر وزیر نے عبداللہ کی بجائے المقتدر کو جس کی عمر صرف  
 تیرہ سال کی تھی خلیفہ مقرر کر دیا۔

یحییٰ کا باپ خالد سپر برک قدیم ایرانی شرفاء یعنی ایران کے دہقان یا مکان زمین کے زمرہ  
 میں سے تھا جن کو فوجی خدایات کی شرط پر جاگیر ملا کرتی تھی۔ خالد کا شجرہ نسب اس قدیم زمانہ تک  
 پہنچتا تھا کہ جس زمانہ کی سلطنت فارس اپنے کمال عروج پر تھی۔ خالد کا باپ فارس کے ایک  
 عظیم الشان آئندہ کا برک یا متولی تھا اور گواب ظاہر اندہ سب اسلام اختیار کر لیا تھا۔ لیکن  
 اسے وزیر لفظ عربی ہے اس کے معنی بوجھ اٹھانے کے ہیں۔ ۱۲۔

ابھی تک اپنے وطن کی باتوں اور پرانے مذہب کی طرف اُس کا رجحان تھا بعد ازاں وہ ابو مسلم خراسانی کے طرفداروں میں ہو گیا تھا جس کی وجہ سے خاندان اُمیہ کو زوال آیا۔ خالد بھی اس بغاوت میں ایک بڑا سرگروہ تھا۔ خاندان عباسیہ کی تخت نشینی اور عروج پر خالد بھی بہت جلد سلطنت کے اعلیٰ ترین عہدے پر ترقی پا گیا یہاں تک کہ خلیفہ السفاح کے انتقال پر منصور کا وزیر رہا جو خاندان عباسیہ کا دوسرا خلیفہ ہے۔

المسعودی ایک مورخ ہے وہ خالد کی ذہانت طبع اور ہوشیاری کی بابت مفصلہ ذیل حکایت بیان کرتا ہے۔

خالد کی فراست

ابو مسلم نے گوزر عراق کے مقابلہ کے لئے جو ہم روانہ کی تھی اُس کے ہمراہ خالد کو بھی روانہ کر دیا تھا اثناء سفر میں ایک موضع میں خالد اور جنرل فوج نے کھانا کھانے کے لئے توقف کیا یہ دونوں کھانا کھا رہے تھے کہ یکایک بہت سے ہرن سپاہیوں کے لشکر گاہ میں سے بھاگتے ہوئے نکل گئے۔ خالد نے جنرل فوج سے کہا کہ فوج کو طیار ہونے کا حکم دید و جنرل نے دریافت کیا کہ ابھی تک تو کوئی وجہ خوف کی نہیں ہے پھر ایسے حکم سے آپ کی کیا مراد ہے؟ خالد نے کہا کہ غنیم ہمارے قریب معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ غزال وحشی ایک لشکر عظیم کے خوف سے بیابان سے بھاگے ہوئے ہمارے لشکر گاہ میں آئے ہیں۔ مشکل ابھی فوج تیار ہوئی کہ اتنے میں غنیم کے لشکر کا مقدمہ ہمیشہ کچھ فاصلہ پر نظر آیا اور خالد کی پیش بینی صحیح نکلی۔

ہارون الرشید نے تخت خلافت پر جلوں فرماتے ہی یحییٰ ابن خالد ابن برمک کو اپنا وزیر اعظم مقرر کیا۔ یحییٰ نے جو کہ اب تمام حکمرانی کا ذمہ وار ہو گیا تھا اپنے فرائض منصبی نہایت بیدار مغز ہی۔ لیاقت اور نصفت پسندی سے انجام دئے۔ سرحدوں پر قلعجات تعمیر کرا کے ان کو مضبوط اور مستحکم کیا۔ انتظام سلطنت میں جن جن باتوں کی کمی تھی۔ اور جو جو نقص تھے ان سب کو درست اور مکمل کیا۔ خزانے کو مہمور کر دیا۔ تمام صوبیات کو تجارت کی ترقی۔ حفظ امن و امان اور حفاظت عامہ سے خوشحال اور زرخیز بنا دیا۔ المختصر سلطنت کو خوش حالی فارغ البالی اور شان و شوکت کے اعلیٰ ترین درجہ پر پہنچا دیا۔ سلطنت کے تمام کاروبار کا بذات خود نگران اور منتظم تھا باوجود ان سب باتوں کے نہایت ہی فصیح و بلیغ عقیل اور صاحب شعور اور جامع جمیع صفات

سلطنت کی شان و شوکت اور عاں کی خوشحالی

اور نہایت ہی قابل مدبر اور منتظم تھا۔ بڑے ہی کروفر سے حکومت کرتا تھا اور سلطنت میں جو فتنہ اور فساد برپا ہوتا تھا اس کو نہایت لیاقت سے رفع کرتا تھا اس کا اخلاق ایسا اچھا تھا کہ ہر شخص اس سے محبت کرتا اور مزاج میں اس قدر بردباری اور علم تھا کہ ہر شخص اس کا ادب اور کھلم کرتا تھا۔ فیاضی میں بے مثل تھا لاکھوں روپے خیرات کرتا تمام دنیا نے اس کی فیاضی کی تعریف میں عموماً اور شاعروں اور فاضلوں نے خصوصاً بڑے بڑے قصائد لکھے ہیں۔

یحییٰ کے دو بیٹے تھے جن کا نام فضل اور جعفر تھا۔ یحییٰ کے زمانہ وزارت میں فضل سلطنت کے کاموں میں اپنے باپ کو مدد دیا کرتا تھا اس وجہ سے اس کا لقب چھوٹا وزیر پڑ گیا تھا۔ ایک دفعہ ہارون الرشید نے یحییٰ سے دریافت کیا کہ لوگ فضل کو چھوٹا وزیر کہتے ہیں اور جعفر کو نہیں کہتے اس کا کیا سبب ہے یحییٰ نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! فضل میری نیابت میں کام کرتا ہے اسوجہ سے عوام الناس اس کو وزیر فرمودتے ہیں ہارون الرشید نے کہا جرح تم نے فضل کو سلطنت کا کام دے رکھا ہے اسی طرح جعفر سے بھی کچھ کام لیا کرو یحییٰ نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین جعفر کی توجہ زیادہ تر آپ کی خدمت اور صحبت میں حاضر رہنے کی جانب مائل ہے پھر اسے کام کیا دیا جائے یحییٰ نے جعفر کو بھی منصب سکرٹری اور محلات شاہی کے خزانی اور محاسب کا عہدہ دے دیا۔ اب عوام الناس نے جعفر کو بھی اسی لقب سے پکارنا شروع کر دیا جس سے کہ فضل کو پکارا کرتے تھے۔

ایک موقع پر ہارون الرشید نے ہر سلطنت یعنی عہدہ وزارت فضل سے علیحدہ کر کے جعفر کو دینا چاہا۔ لیکن خود اس بات کو فضل سے کہنا نہ چاہا۔ اس لئے یحییٰ سے فرمایا کہ تم فضل پر بذریعہ تحریر میری خواہش کا اظہار کرو چنانچہ حسب الحکم یحییٰ نے اپنے بڑے بیٹے کو مفصلہ ذیل تحریر لکھی۔

”نور چشم من! امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ ان کی سلطنت اور حکومت زیادہ تر وسیع کرے“

کی یہ مرضی ہے کہ تم ہر سلطنت اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ میں منتقل کر دو۔“

فضل نے جواب لکھا کہ میر بھائی کے متعلق جو حکم امیر المؤمنین نے دیا ہے میں اس کو بجان و دل قبول کرتا ہوں میرے بھائی کو جو عروج حاصل ہوگا تو گویا وہ مجھ کو ہی حاصل ہوگا اور میرے پاس سے نہیں جاتا ہے اور جو رتبہ کہ اُسے ملے گا گویا وہ مجھ سے نہیں لیا جاتا ہے۔“

جعفر نے جب فضل کا یہ جواب سنا تو وہ اپنے بھائی کی محبت اور عقل و تیز اور رائے  
صائبہ بہت خوش ہوا۔

جعفر کا عہدہ بڑی ذمہ داری کا تھا اس کا فرض منصبی یہ تھا کہ تمام سلطنت کے افسروں  
اور عہدہ داروں کے نام جس قدر شاہی احکام اور فرامین صادر ہوتے تھے ان کو جعفر ہی  
تحریر کرتا اور ان پر دستخط کرتا تھا۔ خلیفہ کے حضور میں جس قدر عرض استغاثے اور یادداشتیں  
اور رپورٹیں گذرتی تھیں جو روزانہ ہمیشہ سینکڑوں کی تعداد سے بھی متجاوز ہوتی تھیں ہر روز  
ان پر احکام اور تجاویز اور فیصلے جعفر خود ہی لکھا کرتا تھا۔

فضل خلیفہ ہارون الرشید کا برادر رضاعی بھی تھا۔ یہ رشتہ بھی مسلمانوں میں ایسا ہی  
قریب کا رشتہ سمجھا جاتا ہے کہ جیسے کوئی اپنے کفو اور خون کا قریبی رشتہ دار ہوتا ہے  
فضل کا مزاج ذرا تیز اور سخت تھا فضل کا چھوٹا بھائی جعفر بمقابلہ فضل کے بڑا ہی علیم فصیح اور  
بلخ اور عقل و تیز کا پہلا تھا جعفر اسی فیاضی اور خوش اخلاقی کے سبب مشہور ہے اس وجہ سے  
ہارون الرشید نے بہ نسبت فضل کے جعفر کو اپنی صحبت میں رکھنے کے لئے ترجیح دی۔  
جعفر اور خلیفہ میں غایت درجہ کی محبت اور دوستی ہو گئی۔ خلیفہ کی سیر و تفریح کے وقت  
جعفر ہمیشہ اُس کے ہمراہ ہوتا تھا۔ اکثر راتوں کو ایسا ہوتا تھا کہ عیش و عشرت کے جلسوں میں  
جعفر اور ابونواس جو ایک طرف شاعر تھا اور سرور جو ہارون الرشید کا غلام جلاد اور حبشی نسل  
تھا۔ یہ سب شریک ہو کر تہہ تہہ ایسے جلسے سر شام سے شروع ہو کر اکثر صبح کی نماز کے وقت

لے اس کا اصلی نام ابوعلی حسن بن ہانی عبدالاول ابن صبلح ہے اور زیادہ تر ابونواس کے نام سے مشہور ہے  
ابن الانباری کے تذکرہ میں تحریر ہے کہ یہ ایک جلیل القدر فاضل اور نامور شاعر تھا۔ ابو عمر حافظ کا قول ہے کہ میں نے  
ابونواس سے زیادہ علم لغت میں کسی کو عالم نہیں دیکھا فن شعر میں جو درجہ متقدمین میں امراء القیس کا تھا۔ مجتہدین میں  
وہی رتبہ ابونواس کا تھا لشہ کے عالم میں بھی شعر کہتا تھا اس لئے ہر قسم کے مضامین ہوتے تھے باوجود علم و فضل  
کے مزاج میں تسخر بہت تھا اور کوئی بات نکتہ سنجی اور ظرافت سے خالی نہیں ہوتی تھی۔ خلفاء عباسیہ اور برک کی  
مرج میں اس کے قصائد مشہور ہیں۔ فضل برکی کی تالیف میں جو قصیدہ دیوان میں موجود ہے وہ نہایت زور کا  
جس کا مطلع یہ ہے۔ اربع البلاء ان الحشوع البادی۔ علیک وانی لمرحیک و دادی۔  
یہ شاعر ۱۲۰ھ میں بمقام ابوازیبہ ہوا اور خلیفہ امین الرشید کے زمانہ میں بمقام بغداد ۱۹۰ھ میں فوت ہوا۔ بعد انتقال کے کئی  
صندوق کاغذ اس کے مکان سے نکلے جن میں لطائف و ظرائف اور نکات شاعرانہ لکھے ہوئے تھے۔ چونکہ اُس کے کاغذ پر  
دو کیسو ہر وقت حرکت کرتے رہتے تھے اس وجہ سے اُس کو ابونواس کہتے تھے ۱۲ مصباح الدین احمد۔



تک منعقد رہا کرتے تھے۔

یجی اور اُس کے دونوں بیٹوں کے اخلاق حمیدہ اور عادات پسندیدہ کا احوال بہ نسبت تحریر کرنے کے ذیل کی حکایت سے بخوبی زیادہ تر معلوم ہو سکتا ہے۔

خاندان برامکہ کے زوال کے بعد ہارون الرشید نے تمام شاعروں کو مانعت کر دی کہ کوئی اُن پر مرثیہ نہ توڑے اور نہ لکھے اور جو شخص ایسا کرے گا اُس کو سخت سزا دی جائے گی اتفاقاً ایک رات نگہبانان شب برامکہ کے مہارشدہ مکانات اور کھنڈروں کے پاس سے گذر رہے تھے اُن کو وہاں ایک شخص ملا جس کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔ اور اُس میں آل برامکہ کے لئے مرثیے لکھے ہوئے تھے۔ اُن مرثیوں کو وہ شخص پڑھتا اور رونا جاتا تھا سپاہیوں نے اُس شخص کو گرفتار کر لیا اور ہارون الرشید کے حضور میں لے گئے۔ خلیفہ کے سامنے جاتے ہی اُس شخص نے مرثیہ پڑھنے کا اقبال کر لیا۔ خلیفہ نے کہا کہ اس بارہ میں میں نے مانعت کر رکھی ہے کیا وہ تم نے نہیں سنی؟ میں تم کو ایسی سخت سزا دوں گا جو دوسروں کے لئے موجب عبرت ہو اُس شخص نے کہا کہ امیر المؤمنین اول میرا قصہ آپ سن لیں بعد ازاں جو آپ کا دل چاہے وہ سزا دیں خلیفہ نے کہا اچھا کہو اُس شاعر نے کہا میں ابتدا میں یجی برنگی کا ایک ادنیٰ مقرر تھا۔ ایک دن یجی نے مجھ سے کہا کہ میری یہ خواہش ہے کہ تم کسی روز میری دعوت کرو۔ میں نے جواب دیا کہ وزارت پناہ میں ایسی عزت کے حصول کے قابل کب ہوں اور نہ میرا مکان اس قابل ہے کہ آپ جیسا ذی شان شخص وہاں رونق افروز ہو کر دعوت تناول فرمائے یجی نے میرا عذر منظور نہیں کیا۔ اس لئے میں نے ایک سال کی مہلت لی تاکہ اس عرصہ میں اُس کی ضیافت کے لائق تیاری کر لوں لیکن یجی نے صرف چند ماہ کی مہلت منظور کی چنانچہ میں نے تیاریاں دعوت کے لئے شروع کر دیں جب میں حتی الوسع اُن کو پورا کر چکا تو میں نے وزیر اعظم سے عرض کیا کہ اب آپ کسی دن اس خادم کے مکان پر قدم رنجہ فرمائیں۔

دوسرے دن یجی مع اپنے دونوں بیٹوں فضل اور جعفر اور چند خدمت گاروں کے میرے مکان پر آیا اور دروازے پر گھوڑا اٹھیرا کر اتر پڑا اور کہا کہ میں بھوکا ہوں جاہ میرے لئے

کچھ کھانا لاؤ۔ اتنے میں اُسکے بیٹے فضل نے مجھ سے آہستہ سے کہا کہ بچی کو جانوروں کے  
 گوشت سے زیادہ شوق ہے۔ لیکن جو کچھ حاضر ہو وہ جس قدر جلد مکن ہو لے آؤ۔ میں گیا  
 اور جو کچھ جلدی میں ہو سکا کھانا لا کر اُسکے آگے دسترخوان پر رکھا۔ بچی کھانا کھا کر کھڑا ہو گیا اور  
 میرے مکان میں پہلنے لگا اور مجھ سے کہا کہ تم مجھے اپنا سب مکان دکھاؤ۔ میں نے عرض کیا  
 کہ میرا تو یہی مکان ہے جس میں کہ آپ رونق افزا ہیں اور یہ آپ کے پیش نظر ہے۔ سوائے  
 اس کے اور کوئی میرا مکان نہیں ہے۔ اُس نے کہا نہیں تمہارا ایک مکان اور بھی ہے جسے بچی کو  
 یقین دلایا کہ میرا تو صرف یہی ایک مکان ہے۔ اُس نے پھر چند معاروں کو بلایا اور جب وہ آگئے  
 تو اُس نے حکم دیا کہ اس دیوار کو توڑ کر جو میرے مکان کے ملحق تھی ایک دروازہ بنا لو۔ اس  
 بات پر میں نے بچی سے عرض کیا کہ وزارت پناہ میں اپنے ہمسایہ کی دیوار توڑوانا کس طرح گوارا  
 کروں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ اپنے پڑوسیوں کی عزت اور لحاظ کرو بچی نے جواب  
 دیا کچھ مضائقہ کی بات نہیں ہے۔ اس اثناء میں مزدوروں نے اُس دیوار کو توڑ کر ایک  
 دروازہ بنا لیا۔ بچی اور ہم سب اُس دروازے کے اندر ہو کر اُس طرف گئے وہاں ایک  
 باغ میں پہنچے جہاں طرح طرح کے میوے دار درخت اور قسم قسم کے پھول کھل رہے تھے  
 فوارے متصل جاری تھے۔ ساون بھادوں اور دیگر عمدہ عمدہ مکانات وہاں بنے ہوئے  
 تھے۔ غرض کہ جس چیز پر آنکھ پڑتی تھی دل کو اس نظارے سے بے انتہا انبساط اور فرحت حاصل  
 ہوتی تھی۔ مکانات فرش فروش اور شیشہ آلات سے نہایت آراستہ اور بچے ہوئے تھے  
 نوکر چاکر۔ لونڈی۔ غلام وہاں سب موجود تھے معلوم ہوتا تھا کہ یہ کسی بڑے امیر کا مکان ہے  
 ہم سب وہاں جا کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں بچی نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ تمہارا مکان ہے  
 اور یہ کل سامان مع لونڈی غلام سب تمہاری ملکیت ہے۔ میں نے بطور ادائے شکر یہ  
 بچی کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اُسکے لئے دعا خیر مانگی۔ بچی نے جعفر کو مخاطب کر کے کہا کہ  
 (نور چشم من) یہ شخص غریب ہے اس سے اس قدر نوکر چاکر اور لونڈی غلاموں کا خرچ کیسے اٹھ  
 سکے گا۔ جعفر نے عرض کیا کہ میں اس کو اتنی جاگیر دوں گا اور اس کا قبلاہ ابھی اُس کے پاس فوراً  
 بھیج دوں گا۔ پھر بچی اپنے دوسرے بیٹے فضل کی جانب پھرا اور کہا کہ نور چشم من جاگیر اور جائداد

آمدنی تو ایک عرصہ میں آئے گی۔ اُس وقت تک یہ شخص خرچ کا کہاں سے تکفیل ہوگا فضل نے عرض کیا کہ میں اس خرچ کے لئے دس ہزار دینار دوں گا اور خود آکر دے جاؤنگا۔ یحییٰ نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ جلد جاؤ میں یہاں ٹھہرا ہوا ہوں تم نے جو کچھ کہا ہے اُسے پورا کر دو۔ چنانچہ جو کچھ انہوں نے کہا تھا وہ پورا کر دکھایا۔ میں نے گھرا اور جاگیر اور جائداد پر قبضہ کر لیا اور زر نقد کو اپنے تصرف میں لے آیا۔ اُن کے طفیل سے مجھے بڑی دولت مل گئی۔ میں نے اُس سے بہت نفع اور فائدہ اٹھایا اور اب تک نفع اٹھا رہا ہوں۔ امیر المؤمنین۔ خدا آگاہ ہے کہ میں نے ہر موقع پر اُن کی شکر گزاری اور اپنی منویتت ظاہر کی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ مجھ سے اُن کا احسان کبھی ادا نہ ہو سکے گا۔ اگر آپ اس احسان کی ادائیگی کے لئے مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو اختیار ہے جو دل چاہے سو کیجئے۔

یہ حکایت سنکر ہارون الرشید بہت متاثر ہوا اُس کے آنسو روان ہو گئے اس شخص کو اپنی عام انسانی ہمدردی سے چھوڑ دیا اور اس دن سے ممانعت کا حکم منسوخ کر کے تمام شاعروں کو اجازت دیدی کہ ہر دلعزیز لیکن بد قسمت خاندان برآمدہ پر اگر کوئی مرتبے کے یا پڑھے تو اب اُس کو عام اجازت ہے۔

یحییٰ نے بہت سے پرمغز اور عاتلانہ مقولے تحریر کئے ہیں منجملہ اُس کے بطور مشتمل نمونہ از خروارے چنار یہ ہیں۔ جس شخص نے مجھ سے گفتگو کی میں نے وہ گفتگو ادب اور لحاظ سے سنی جب وہ شخص اپنا کلام ختم کر چکتا تو یا تو اُس کا ادب اور لحاظ میرے دل میں زیادہ ہو جاتا یا بالکل ہی دل سے محو ہو جاتا تھا۔

دوسرا مقولہ اُس کا یہ ہے کہ۔ اقرار اور وعدہ وفائی فیاض آدمی کے جال ہوتے ہیں جن میں کہ وہ شریف اور اچھے آدمیوں کی زبان سے تعریفیں اور توصیفیں پکڑتا ہے۔

یحییٰ جب کبھی گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتا تو اُس کے ساتھ زر نقد کی تھیلیاں ہوا کرتی تھیں ہر تھیلی میں دو سو درہم ہوتے تھے۔ جو شخص اُس سے سوال کرتا تھا اُس کو ایک تھیلی دیدیتا تھا فضل اور جعفر میں سبھی ہی خاندانی فیاضی برابر قائم رہی۔

جعفر اور عامل مصر کے درمیان بہت دنوں سے ریش اور مخالفت تھی۔ اتفاق سے

یحییٰ کے عاتلانہ مقولے

جعفر کی مردت اور فیاضی

ایک شخص ایک جعلی خط جعفر کی طرف سے لکھ کر گورنر مصر کے پاس لے گیا اور اس میں اپنے لئے  
 جعفر کی طرف سے بہت سفارش لکھ لی۔ گورنر مصر کے پاس جب یہ شخص مع خط کے پہنچا  
 تو وہ بہت ہی خوش ہوا۔ کیونکہ اُس نے خیال کیا کہ اب جعفر میں اور مجھ میں پھر راہ و رسم اور  
 دوستی ہو جائیگی جس کی ابتدا جعفر کی جانب سے ہوئی ہے۔ اس لئے اُس نے حامل خط کو بڑی  
 محبت اور اعزاز و اکرام سے اپنے پاس ٹھہرایا اور بڑی خاطر داری سے اُس کی ہمانی کی  
 لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد خط کے اصلی ہونے میں اُس کو شبہ پڑ گیا اس لئے اُس نے وہ  
 خط بجنہ بغداد میں اپنے سفیر کے پاس بھیج دیا کہ دریافت کر کے مطلع کرے کہ یہ خط جعفر کا اصلی  
 ہے یا نہیں؟ گورنر مصر کے وکیل نے وہ خط بمراد تصدیق جعفر کو دیدیا جعفر نے خط کو دیکھتے ہی  
 پہچان لیا کہ یہ خط کسی نے جعلی میری جانب سے لکھ لیا ہے۔ مگر اپنے ناریوں اور مصاحبوں کو  
 وہ خط دکھایا اور کہا کہ بتلاؤ یہ خط میرا ہے یا نہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ خط ہرگز آپ کا  
 نہیں ہے یہ کسی کا جعل ہے جعفر نے پوچھا کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ جس شخص نے میرے نام سے  
 یہ جعل کیا ہے۔ اب اُس کے ساتھ کیا کیا جائے۔ بعضوں نے کہا کہ ایسے شخص کو قتل کر ڈالنا  
 چاہئے تاکہ دوسرے لوگوں کو آئندہ کے لئے عبرت ہو۔ دوسرا بولا کہ اُس کا دست راست  
 قطع کر دینا چاہئے۔ بعضوں کی یہ رائے ہوئی کہ اُس کے درے لگا کر چھوڑ دینا چاہئے اور  
 ان میں جو بہت ہی رحمدل تھے ان کی یہ رائے ہوئی کہ اُس کو واپس بلا لینا چاہئے۔ بغداد  
 سے مصر تک آنے جانے میں جو کچھ سفر میں اُس کو تکلیف ہوئی اور کچھ حاصل نہ ہوا یہی اُس کو  
 کافی سزا ہوگی۔ جعفر ان سب کی رائے خاموش سنتا رہا جب وہ کہہ چکے تو اس نے کہا  
 کہ کیا تم لوگوں میں کوئی بھی اچھے خیالات کا آدمی نہیں ہے؟ تم سب واقف ہو کہ گورنر مصر  
 سے میری کیسی رنجش ہے اور یہ صرف ہمارا غرور تھا کہ اب تک ہم کو ملاپ اور دوستی کرنے سے  
 مانع آرہا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو ہم دونوں کی دوستی اور راہ و رسم کی دلیل ہونے  
 کے لئے غیب سے ذریعہ پیدا کر دیا ہے جس کی وجہ سے ہماری دشمنی رفع ہو کر ختم ہو گئی  
 تم ایسے شخص کی نسبت یہ کہتے ہو کہ اُس کو ایسی اور ایسی سزا دینی چاہئے یہ کہہ کر جعفر نے قلم  
 اٹھایا اور اس خط کی پشت پر گورنر مصر کو یہ تحریر کیا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ نے کیسے خیال کیا کہ میرا یہ خط جعلی تھا؟ یہ خط خاص میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور حامل خط میرا ایک دلی دوست ہے امید ہے کہ آپ اُس سے اچھا سلوک کریں گے جہاں تک جلد ممکن ہو اُس کو میرے پاس واپس بھیج دیجئے جھکوا اُس کی ملاقات کا کمال اشتیاق ہے۔“

عالم مصر نے جب خط کی پشت پر جعفر کے خاص ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا تو وہ بہت خوش ہوا اُس شخص کو اس قدر زرقند اور تحفے تحائف وغیرہ دیئے کہ وہ مال مال ہو گیا۔ جب یہ شخص اس قدر کثرت مال کے ساتھ بغداد واپس آیا جعفر کے پاس گیا اور جاتے ہی اُس کے پیروں پر گر پڑا۔ بہت رویا اور اپنے جبل کا اقرار کر کے خواستگار معافی ہوا۔ جعفر نے دریافت کیا کہ تم کو گورنر مصر نے کیا دیا۔ اور یہ سن کر کہ گورنر مصر نے اس کو ایک لاکھ دینار دیئے ہیں۔ جعفر نے ایک لاکھ دینار اُس کو اپنے پاس سے اور دیئے اور کہا کہ جاؤ چین کرو۔

ایک دفعہ جعفر نے اپنے ندیموں اور خاص دوستوں کو جمع کر کے ایک جلسہ شرب ترتیب دیا۔ مکان کو نہایت آراستہ کر کے ظروف نقرہ اور فرش و فرش شیشہ آلات وغیرہ سے بغایت پیراستہ کیا۔ تمام مہمان اور دوست احباب موجود تھے۔ ایسے موقع پر جیسا کہ دستور ہے سب نے نہایت زرق برق اور لشمین کپڑے پہن رکھے تھے شراب کا آزادانہ طور سے دور چل رہا تھا۔ مغنیوں کے نغمے۔ ساز اور تاروں کے ترنم سے

تمام مکان گونج رہا تھا۔ مگر ابھی تک جعفر کا ایک مہمان عبد الملک بن صالح نہیں آیا تھا جعفر نے دیبانوں کو سخت تاکید کر دی تھی کہ سوائے عبد الملک بن صالح کے اور کوئی شخص چاہے کیسی ہی ضرورت کا کام ہو اندر نہ آنے پائے۔ اتفاقاً ہارون الرشید کا ایک قریبی رشتہ دار جس کا نام عبد الملک بن صالح بن علی بن عبد اللہ ابن عباس تھا ایک ضروری کام کے لئے جعفر سے ملنے کو آئے۔ دیبانوں نے نام کی مشابہت سے دھوکا کھا کر ان کو اندر جانے دیا۔ یہ عبد الملک بن صالح نہایت بہراج تھے اور بڑے پابند شریعت

لے شراب کا لفظ یہاں غلطی سے لکھا گیا ہے۔ نیبڑ ہونا چاہیے۔ جو تازہ شربت کھجور کا ہوتا تھا اور جس میں بالکل نشہ نہیں ہوتا تھا اور جس کی حلت کا فتویٰ علماء عراق نے دیدیا تھا۔ مصباح الدین احمد عفی عنہ

تھے جعفر نے گوئی دفعہ ان سے کہا تھا کہ آپ ایک دفعہ ہمارے جلسہ عیش و عشرت میں شریک ہو جائیں لیکن عبدالملک ہمیشہ باصرار انکار کرتے رہتے تھے اس وقت عبدالملک جب اندر گئے اور جعفر اور ان کی نظر دو چار ہوئی جعفر نہایت پریشان اور نادوم ہوا۔ لیکن عبدالملک کچھ اس جلسہ سے ایسے خوش ہوئے کہ انہوں نے فوراً ہی اس جلسہ کی شمولیت کا ارادہ کر لیا کسی کے بارخاطر نہ رہے اور جعفر کی تسلی اور خاطر اور اطمینان کے لئے عبدالملک نے اس جلسہ کے دستور کے مواقع خادموں سے رشمن پوشاک منگو کر پہن لی اور علیہ نشاہ میں شامل ہو کر نہایت سرگرمی سے ہمکلام ہوئے اور دو چار ساغر شراب بھی چڑھا گئے۔ جعفر اپنے دل میں اس معزز شخص کے یار شاطر اور بے تکلف دوست بن جانے سے بہت ہی مسرور ہوا۔ پھر اس نے دریافت کیا کہ آپ کی تشریف آوری کا اس وقت کیا باعث تھا۔

عبدالملک نے کہا کہ میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ میری تین خواہشیں ہیں چاہتا ہوں کہ خلیفہ سے عرض کر کے میرے یہ کام کرادو۔

اول تو میرے اوپر دس لاکھ درہم قرض ہیں اور میں ان کو ادا کرنا چاہتا ہوں۔  
دوسری بات یہ ہے کہ میں اپنے لڑکے کے لئے ایسے صوبہ کی گورنری چاہتا ہوں کہ جو اسکے رہنے کے موافق ہو۔

اور تیسرا امر یہ ہے کہ میری یہ خواہش ہے کہ خلیفہ کی دختر سے میرے لڑکے کی شادی ہو جائے وہ اس چچا زاد بھائی اور ہم کفو ہے جعفر نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی یہ تینوں خواہشیں پوری ہو جائیں گی۔ دربارہ زر نقد کے تو یہ عرض ہے کہ میں اس کو ابھی آپ کے دولت خانہ پر بھیجتا ہوں۔ عالی کے متعلق یہ التماس ہے کہ آپ کے صاحبزادے کو ملک مصر کا گورنر کر دیا جائیگا۔ اور شادی کی بابت یہ گزارش ہے کہ امیر المؤمنین کی دختر سے میں اس کی نسبت کر دیتا ہوں۔ شادی میں اس قدر جہیز دیا جائے گا۔ آپ اطمینان قرین خاطر رکھیں اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمت کرے۔

لے شراب نہیں بنیذ ۱۲ مصباح

جب عبد الملک اپنے گھر پہنچے تو انہوں نے زر نقد وہاں موجود پایا دوسرے دن  
جعفر نے خلیفہ کے حضور میں حاضر ہو کر عرض و معروض کر کے عبد الملک کے پسر کے لئے مصر  
کی گورنری کی منظوری لے لی۔ اور خلیفہ کو راضی کر کے شہزادی کا نکاح اُس سے کرادیا۔

اسحاق ابن ابراہیم الموصلی کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے ایک نہایت خوبصورت کنیز  
خریدی اور اس کے لکھانے پڑھانے میں محنت کر کے اُس کو ہر علم میں طاق کر دیا اور اس کو  
فضل بن یحییٰ کو بطور ہار یہ کے پیش کرنا چاہا۔ لیکن فضل نے مجھ سے کہا کہ اے اسحاق! گورنر مصر کا  
سفیر ابھی میرے پاس سے گیا ہے اور مجھے وہ کچھ ہدیہ دینا چاہتا ہے۔ تم اُس کنیز کو اپنے پاس  
رکھو میں اُس سے کہوں گا کہ میں نے سنا ہے کہ اسحاق کے پاس ایک نہایت حسین کنیز ہے  
وہ میری یہ خواہش پا کر یقیناً مجھے اُس کنیز کو تحفہ منظور کرنے کے لئے کہے گا۔ میں اُس کی  
درخواست منظور کر لوں گا۔ پھر جب وہ تم سے خریدنے آئے تو اُس کی قیمت پچاس ہزار  
دینار سے کم نہ لینا۔

۱۔ ابو محمد اسحاق بن ابراہیم الموصلی وہ مشہور شخص ہے کہ جس نے موسیقی کا معراج کمال تک پہنچا دیا تھا۔  
مامون میں تخریب ہے کہ اسحاق اپنے ہم عصروں میں باعتبار شہرت مقبولیت اور کمالات موسیقی کے پر فائق تھا اسحق نے  
علامہ صمعی - ابو عبیدہ - کسائی - اور فراء سے فن ادب - انساب - روایات - فقہ - علم نحو حاصل کیا تھا ان تمام  
امور میں مجتہدانہ کمال رکھتا تھا۔ لیکن یہ عبرت کا مقام ہے کہ موسیقی کے انتساب نے نہ تو اُس کو فقیہ مشہور ہونے  
دیا اور نہ ادیب اور صرف معنی کے حقیر لقب اس کی تمام دنیا میں شہرت ہوئی جس کو باوجود کوشش  
کے سلطنت بھی نہ مٹا سکی۔ عود بجانا زلزل سے سیکھا تھا اور تمام راگنیاں اپنے باپ ابراہیم  
اور شہدہ سے سیکھی تھیں۔ خلیفہ مامون الرشید اس کی اس قدر عزت کرتا تھا کہ اس کو ندریموں کے زمرہ میں  
جگہ دیتا تھا اور دربار میں فقہا کا لباس پہن کر آنے کی اجازت تھی۔ خلیفہ مقنم باللہ اکثر کہا کرتا تھا کہ اسحق جب گانا  
تو مجھے جوش مسرت میں یہ خیال ہوتا ہے کہ میری سلطنت میں کوئی نیا ملک اضافہ ہو گیا ہے۔ ۲۳ھ میں  
خلیفہ المتوکل علی اللہ کے زمانہ میں فوت ہوا۔ اس کا باپ بھی موسیقی کا استاد تھا۔ اسحاق کا باپ ابراہیم  
خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں اپنی خدمت پر دس ہزار درہم ماہوار یعنی ڈھائی ہزار روپیہ ماہوار  
کانو کرتا تھا۔ ابراہیم بہت سی راگنیوں کا موجد ہے۔ ۱۳ھ مصباح

فضل برکی  
کا اسحق  
موصلی  
سے  
سلوک

اسحاق کہتا ہے کہ میں اپنے گھر چلا آیا۔ سفیر مصر نے اُس کینیز کو دیکھ کر دس ہزار دینار قیمت لگائی۔ میں نے اُس سے انکار کر دیا۔ اُس نے قیمت اور بڑھائی بیس ہزار کہی۔ پھر تیس ہزار دینار کہے۔ اس قدر رقم عظیم قیمت کی سن کر مجھ سے تو صبر نہ ہو سکا۔ اور میں نے یہ قیمت منظور کر کے کینیز کو اُس کے حوالہ کر دیا۔ دوسرے دن فضل کے پاس جا کر یہ سب واقعہ اُس سے دہرایا۔ فضل مسکرایا اور کہا کہ سفیر روم بھی مجھے ایک تحفہ دینا چاہتا ہے میں اُس سے بھی اس کینیز کا تذکرہ کروں گا۔ تم یہ کینیز اپنے مکان پر لے جاؤ اور سفیر روم کے آنے کے منتظر رہو مگر چالیس ہزار دینار سے کم قیمت میں ہرگز نہ دینا۔ اسحاق کہتا ہے کہ میں اُس کینیز کو اپنے گھر لے گیا اتنے میں سفیر روم پھرے گھر آیا۔ المختصر اُس کے ہاتھ بھی میں نے اُس کو تیس ہزار دینار پر بیع کر دیا پھر جو میں فضل کے پاس گیا تو اس نے مجھے پھر وہی کینیز دیدی اور کہا کہ سفیر خراسان بھی اسی طرح مجھ کو تحفہ دینا چاہتا ہے اُس سے بھی میں نے اسی کینیز کی بابت کہہ دیا ہے۔ میں گھر گیا۔ تھوڑی دیر میں سفیر خراسان میرے پاس آیا لیکن اس دفعہ میں نے ہمت کر کے چالیس ہزار دینار پر اُس کو فروخت کیا۔ دوسرے دن فضل کے پاس گیا اُس نے کہا کہ کیا واقعہ پیش آیا تھا میں نے عرض کیا کہ اس دفعہ میں نے چالیس ہزار دینار پر بیچے خدا کی قسم جب میں نے اس قدر رقم عظیم سنی تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا اور میں نے اُس کو فروخت کر ہی دیا۔ اب آپ کے طفیل میں (روحی فداک) میں نے اُس کینیز سے ایک لاکھ دینار پیدا کر لئے ہیں۔ اور اب زیادہ کی موس نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ یہ سن کر فضل نے اس کینیز کو بلوا کر مجھے پھر بخش دیا اور کہا کہ اُسے گھر لے جاؤ۔ میں نے کہا یہ کینیز تو دنیا میں سب سے زیادہ خیر و برکت والی ہے اسحاق کہتا ہے کہ میں نے پھر اُس کینیز کو آزاد کر دیا اور آزاد کر کے اُس سے شادی کی اور اب اُس سے میری کئی اولادیں ہیں۔

امام محمد بن ابراہیم جو محمد بن علی بن عبداللہ ابن عباس کے پوتے تھے ایک دن فضل کے پاس آئے اور ایک صندوق جس میں جو اہرات بھرے ہوئے تھے ان کے ساتھ تھا انہوں نے فضل سے کہا کہ میری آمدنی میری ضروریات کے لئے کافی نہیں ہے اس وجہ سے میرے اوپر دس لاکھ درہم قرض ہو گئے ہیں اور مجھے اپنا حال بہرگی سے کہتے ہوئے شرم آتی

امام محمد بن علی  
سے فضل بن علی  
کا سلوک



بے گو میں کافی ضمانت دے سکتا ہوں مگر میں کسی سوداگر کو بھی اپنے حال سے آگاہ کرنا  
 نہیں چاہتا۔ تمہارا سودا گروں سے لین دین ہے۔ اس لئے یہ التماس ہے کہ یہ جواہرات  
 کسی سوداگر کے پاس رہن رکھ کے دس لاکھ درہم منگوا دو۔ فضل نے جواب دیا کہ آپ کا فرمانا  
 بسر و چشم منظور ہے مگر ایک شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ آج تمام دن میرے پاس تشریف  
 رکھیں۔ محمد اس بات پر رضامند ہو گئے۔ فضل نے وہ صندوق لے کر اسی طرح بند اور  
 سز مہر جس طرح کہ آیا تھا محمد کے مکان پر مع دس لاکھ درہم کے چپکے سے بھجوا دیا اور ہر کارہ  
 سے کہہ دیا کہ اس کی رسید لے آنا۔ فضل نے محمد کو اپنے پاس شام تک رکھا۔ جب شام کو  
 محمد اپنے مکان پر واپس آئے تو دس لاکھ درہم اور صندوق بھجوا دیا۔ دونوں چیزوں کو دیکھ کر  
 بہت ہی خوش اور متعجب ہوئے دوسرے دن علی الصبح فضل کے مکان پر محمد اس کا  
 شکریہ ادا کرنے گئے لیکن معلوم ہوا کہ فضل ابھی ہارون الرشید کے پاس چلا گیا ہے  
 محمد پھر خلیفہ کے محل کی جانب گئے۔ لیکن جوہنی کہ فضل کو ان کا آنا معلوم ہوا وہ دوسرے  
 دروازہ سے نکل کر اپنے باپ بھئی کے مکان پر چلا گیا۔ اس کا وہاں جانا معلوم کر کے محمد  
 بھی بھئی کے مکان پر گئے وہاں ان کو معلوم ہوا کہ فضل ابھی مکان پر چلا گیا۔ یہ وہاں سے  
 فضل کے مکان پر گئے اور اب ان سے ملاقات ہوئی محمد نے فضل کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ  
 میں آپ کی فیاضی کا شکریہ ادا کرنے علی الصبح آیا تھا مگر آپ نے فضل نے جواب دیا کہ دس  
 لاکھ درہم میں نے آپ کو بھیجے مگر میں نے پھر خیال کیا کہ یہ سب تو آپ اپنے قرضوں کو دیکھنے  
 اور پھر خرچ کے لئے آپ کے پاس کچھ نہ بچے گا تو آپ کو دوبارہ قرض لینا پڑے گا۔ اس لئے  
 میں آج علی الصبح امیر المؤمنین کی خدمت میں گیا اور آپ کی حالت بیان کی۔ امیر المؤمنین  
 نے دس لاکھ درہم آپ کو عطا کئے ہیں۔ خلیفہ کے محل پر میں آپ سے نہیں ملا اور دوسرے  
 دروازہ سے چلا آیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک یہ روپیہ بھی آپ کے مکان پر نہ پہنچ جاتا اس وقت  
 تک میں آپ سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن اب وہ روپیہ پہنچ گیا ہوگا۔ محمد نے کہا  
 تمہارا احسان مجھ سے کس طرح ادا ہو سکے گا صرف اظہار شکریہ کا ایک طریقہ ہے اور وہ یہ  
 کہ میں نہایت ہی پاک قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج سے سوائے تمہارے نہ کسی کے پاس جاؤنگا

اور نہ سوائے تمہارے کسی سے کچھ طلب کروں گا۔ محمد نے اس بات کی درحقیقت قسم کھالی اور پھر یہ قسم تحریر بھی کر دی اور بعد ازاں ہمیشہ اس قسم پر پابند رہے۔

کچھ عرصے کے بعد جب خاندان برلنہ پر زوال آیا اور اُس کا استیصال ہوا اور فضل بن ربیع وزیر ہو گیا اُس وقت بھی محمد کو پھر قرض کی حاجت پڑی لوگوں نے اُن سے کہا کہ آپ وزیر سے جا کر کہئے وہ آپ کی رفع حاجت کر دے گا۔ محمد کو اپنی قسم یاد تھی اس لئے نئے وزیر کے پاس جانے سے انکار کیا اور مرتے دم تک نہ کسی سے کسی قسم کا سوال کیا اور نہ کوئی تحفہ یا ہدیہ قبول کیا۔

محمد عباسی کا  
ایقاوعدہ

ہارون الرشید کی بے انتہا فیاضیاں خاص کر شعراء، علماء، فضلاء اور پیشواہان دین پر زیادہ تھیں اسی وجہ سے یہ لوگ اُس کی بہت مدح و ثنا بطور شکر یہ وادائے احسان کیا کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ اُس کے انصاف اور رحم دلی کی شہرت زیادہ ہو گئی۔ گو اُس میں یہ عادتیں تھیں لیکن تواریخ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس قدر بیحد تعریف اور توصیف کا مستحق نہ تھا۔

ہارون الرشید کے زمانے میں جس قدر اہل کمال، فضلاء، مفتی، علماء، شعراء، ادیب، نجومی، قاضی، طبیب وغیرہ موجود تھے اس قدر اہل کمال کسی خلیفہ کے زمانے میں نہیں ہوئے۔ مینیوں اور موسیقیوں کا تو کوئی شمار نہیں تھا۔ وہ ان سب کامزنی تھا اور بذاتہ اُس میں سب قسم کی خوبیاں موجود تھیں۔ ہارون الرشید خود اپنے زمانے کا ایک کامل اہل علم اور بڑا عالم و فاضل تھا۔ شاعر بھی تھا شعر بہت اچھا کہتا تھا۔ علم تاریخ، علم حدیث فقہ اور شاعری میں وہ بہت پیرا ہوا تھا۔ مناسب موقعوں پر اُن کا اظہار کیا کرتا تھا۔ ہارون بڑا ہی صاحب تمیز اور بڑی عقل و فراست فہم و کیا ست کہتا تھا ایسا خوش اخلاق بامروت۔ متواضع اور علیم تھا کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ دل سے اُس کا ادب اور لحاظ کرتا تھا۔

ہارون الرشید  
کی خلافت  
میں اہل کمال  
کی کثرت

اس وجہ سے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ تمام معاصر مورخین اس کی تعریفوں میں رطب اللسان اور متفق اللفظ ہیں اور اس کے اخلاق کی تصویر کے ایک پہلو کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہارون الرشید  
کی سلطنت  
کی شان و  
شوکت

ہارون الرشید کے زمانے کے بعد مورخین اس کی اس قدر تعریف نہیں کرتے لیکن یہ بات خوب ذہن نشین کر لینا اور یاد رکھنا چاہیے کہ خلافت کی تاریخ میں ہارون کی سلطنت اور حکومت کا زمانہ ایک نہایت ہی اعلیٰ ترین شان اور شوکت اور رونق کا زمانہ ہے اس کی حکومت میں سلطنت کی حد قوتی وسیع ہو گئی تھیں کہ اتنی پھری زمانہ میں نہیں ہوئیں۔ مشرقی دنیا کا ایک بہت بڑا حصہ اور مغربی افریقہ کا ایک بڑا حصہ اسکے زیر نگین اور تابع فرمان تھا اور ان ملکوں سے اسکے خزانہ میں خراج آیا کرتا تھا۔ شہر بغداد اس زمانہ میں اپنے کمال عروج اور کامل رونق پر تھا ہارون کی وفات کے بعد ہی فوراً بغداد کی رونق کم ہونا شروع ہو گئی اور سلطنت سے یکے بعد دیگرے صوبے نکلنا شروع ہو گئے اور خود خلفاء کی طاقت اور حکومت جلد جلد کم ہونے لگی۔ مسلمان مورخین اس سبب سے بھی گزشتہ شان و شوکت کے زمانے کی تعریف کرتے ہیں اور ہارون الرشید کی سلطنت اور شوکت عظیم کو بیان کئے جاتے ہیں۔

ہارون الرشید کی اصلی عادات و اطوار سے اس کتاب کے آئینہ بالوں میں ہم کو واقفیت حاصل ہوگی۔

۱۱ مٹر پامر کو اس بات کا افسوس ہے کہ مورخین نے ہارون الرشید کی خوبیوں کے ساتھ برائی (چٹا مینٹائی ہو یا نہ ہو) کیوں نہیں لکھی ۱۲ مصلح ۱۱ ہارون الرشید کے زیر نگین جس قدر سلطنت تھی ہم اس کا ایک نقشہ واسطے ملاحظہ ناظرین مرتبہ کے پیش کرتے ہیں اس سے معلوم ہوگا کہ دنیا کے کس قدر حصے پر اس کی حکمرانی تھی اور کہاں کہاں تک اس کی حکومت کا جھنڈا لہراتا تھا۔ مٹر پامر نے تو کوئی نقشہ نہیں دیا مگر ہم نے دوسری کتابوں سے بڑی تلاش کے بعد یہ نقشہ مرتب کیا ہے ۱۲ مصلح۔

۱۱ مٹر پامر کی یہ عجیب رائے ہے حالانکہ جو شخص اجل الملوک تمام دنیا میں مانا گیا ہو اس کے زمانے کا حال لکھنا کسی سبب سے نہیں ہوا کرتا صرف تاریخ کے مرتب کرنے کی غرض سے ہوا کرتا ہے۔ کیا سوائے شان و شوکت والے بادشاہ کے ادنیٰ درجہ کے بادشاہوں یا چھوٹی چھوٹی سلطنت کے حکمرانوں کا حال تاریخ میں تحریر نہیں ہوا کرتا؟ اس کا جواب مٹر پامر یا کوئی شخص نفی میں نہیں دے سکتا لہذا یہ امر ظاہر کیا جاتا ہے کہ تاریخ کی تحریر میں واقعات کی ترتیب سے سوا اور کوئی غرض یا سبب نہیں ہوا کرتا اگر کوئی غرض یا سبب مقرر کر لیا جائے تو اس کا سبب ہم پر نہیں کہلا کہ خود مٹر پامر اور تمام دیگر یورپین مورخین نے ہارون الرشید کو اعلیٰ اور عظیم شہنشاہ روئے زمین کیوں تحریر کیا اور اس کو سکندر اعظم کی طرح ہارون الرشید اعظم کا کیوں خطاب دیا گیا؟ ہماری تو رائے ہے کہ مٹر پامر نے یا دیگر مورخین نے ہرگز کسی سبب سے تاریخ نہیں لکھی بلکہ صرف تاریخ کی حیثیت سے یہ تاریخ لکھی ہے۔ ۱۲ مصلح

# باب دوم

## ہارون الرشید کی خلافت کا کمال عروج

شہر دمشق سے کہ جس میں خاندان بنی امیہ کے زمانہ سلطنت کی عظمت اور شان و شوکت کی بہت سی یادگاریں اور آثار موجود تھے۔ عباسیوں کو فطرتی طور سے سخت نفرت تھی۔ اس لئے خلیفہ منصور نے کوفہ کے قریب ایک جدید دار الخلافہ بنانا شروع کیا جس کا نام اُس نے اپنے خاندان کے مورث کے نام پر ہاشمیہ رکھا۔

دمشق

ہاشمیہ

اہل کوفہ اولاد حضرت علی کے بہت طرفدار تھے اور گلوپین اور عباسیوں میں ہنوز حقیقت کوئی رنجش یا مخالفت نہ تھی لیکن دونوں خاندان اس بات کو فراموش نہیں کر سکتے تھے کہ گلوپین کے نام سے جو بغاوت کی گئی اُس کے فائدہ کے حصول سے گلوپین کو فریب سے محروم کر دیئے گئے اور عباسیوں کو جو حکومت اور طاقت حاصل ہوئی یہ گلوپین ہی کے پرزور دعاوی خلافت کی وجہ سے ہوئی۔ اس لئے عباسیوں نے اپنی سلطنت کا دار الخلافہ

طرفداران اولاد علی کے ہیڈ کوارٹر یعنی کوفہ کے عین جوار میں بنانا مصلحت نہ سمجھا۔ ہاشمیہ منصور نے ایک اور جگہ دار الخلافہ کے لئے پسند کی یہ نیا دار الخلافہ شہر بغداد تھا جو دریائے دجلہ کے مغربی کنارہ پر واقع ہے یہ شہر قدرتی طور سے ایک عظیم الشان دار الخلافہ

لے یہ شہر شام کے تمام شہروں سے بڑا ہے ۸ میل کے دور میں آباد ہے چار ہزار برس سے زیادہ عرصہ گزرا کہ ارم بن سام بن نوح نے آباد کیا تھا موزین کا بیان ہے کہ بلغ ارم اسی شہر میں تھا جس کو شدادو عادن نے عمارت بنا کر وسیع کر دیا تھا، لم یخلق مثلہا فی البلاد اسی کی صفت ہے ۱۳ ہجری میں خلیفہ اول کے اخیر میں مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تھا ۱۳۵ ہجری میں امیر معاویہ نے دار الخلافہ بنایا غالباً ۱۴۱۵ سے ترکوں کے قبضہ میں آیا۔ قدامت کے ہزار ہا منظر اس شہر میں موجود ہیں۔ ولید بن عبد الملک کی بنائی ہوئی

سج جس میں ۸ کروڑ ۳ لاکھ روپیہ صرف ہوا ہے جو تمام دنیا میں بی نظیر تھی اور دنیا کی مشہور سرگاہوں یعنی صدر۔ سمرقند۔ شب۔ بوان۔ ح۔ اور لہرہ کے بعد عوط دمشق ہے اس کے قرب و نواح میں سایہ دار وخت باغستان جانفزا اور خوشگوار پانی کے چشمے ملتے ہیں

ہونے کے لئے بہت مناسب اور موزون تھا۔ شمال سے براہ دریا دجلہ شہر دیار بکر سے اور مشرق میں براہ خلیج فارس ہندوستان اور چین سے تجارت ہو سکتی تھی۔ علاوہ ازیں دریا فرات بھی اس جگہ سے دریائے دجلہ سے نہایت ہی قریب ہے اور وہاں سے دریائے فرات کو ایک نہایت عمدہ سڑک جاتی تھی جو براہ راست ملک شام اور مالک مغرب کو چلی گئی تھی بغداد ایک پرانے زمانہ کا نام ہے اسکے معنی ہیں خدا کا عطا کیا ہوا یا بنایا ہوا شہر۔ اس لفظ سے بھی اس کے جائے وقوع کے نہایت عمدہ ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ نیا شہر بہت جلد ایک عظیم الشان اور خوب رونق دار بن گیا اس کے بانی اور اس کے بعد کے دو جانشینوں نے اس شہر کی سجاوٹ میں اور اس کو بارونق بنانے میں کروڑوں روپے صرف کر دیئے ساسانی بادشاہوں کے پرانے محلوں اور بڑا عظیم ایشیا کے دیگر خاص خاص شہروں سے ان کے تمام نقش و نگار اتروا کر اور عمدہ عمدہ پتھر اور مصالحہ ان میں سے نکلوا کر اس سے بغداد کی عمارتوں کو زیب دیا گیا جس سے یہ شہر نہایت ہی پر رونق اور بڑا ہی خوبصورت ہو گیا۔

وسعت  
سلطنت

اس شہر بغداد میں جو ایک ایسی وسیع اور عظیم الشان سلطنت کا دار الخلافہ تھا کہ جو ہندوستان اور تاتاری کی حدود سے بحر اوقیانوس کے کناروں تک پھیلی ہوئی تھی وہ بادشاہ سلطنت کرتا تھا جس کے حکم میں بے انتہا ذرائع آمدنی کے تھے جس کی حکومت بالکل مطلق العنان اور خود مختاری کی تھی اور جس کے گرد گردہ اہل کمال حکماء، علماء، فضلا موجود رہتے تھے جس کے مانند اس زمانے میں اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ اور یہ بادشاہ خلیفہ ہارون الرشید تھا۔

ہارون الرشید

کو اپنی رعایا

کا کس قدر

خیال تھا

ہارون الرشید کی حکومت میں فوجی نقل و حرکت کی کارروائی بہت جاری رہتی تھی۔ اس کے کئی سبب تھے۔ ایک تو یہ کہ سلطنت بہت ہی وسیع ہو گئی تھی اور تمام سلطنت کی حکومت کا ایک مرکز پر مجتمع ہونا ناممکنات سے تھا۔ دوسرے اس خیال سے بھی یہ کارروائی ہوتی تھی کہ نگرانی کے خوف سے پھر یوں اور طامع اور نمک حرام گورز صوبجات اپنے تئیں خود مختار نہ بنا سکیں یا ذاتی شان و شوکت حاصل کرنے کے لئے عوام الناس اور رعایا پر چبر و اخذ اور ظلم و ستم نہ کر سکیں

لے سڑ پامر کی رائے ٹھیک نہیں ہے بلکہ بغداد کی وجہ یہ ہے کہ اس کے قریب نوشیروان کا ایک باغ تھا۔ جہاں وہ ٹھیکر تقدات عدا فیصل کیا کرتا تھا اسی وجہ سے وہ باغ داد یعنی انصاف کا باغ مشہور ہو گیا۔ اور عوام الناس بغداد کہنے لگے ۱۲ مصباح

بشکل کوئی سال ایسا ہوا تھا کہ جس میں ایک نہ ایک صوبہ میں بغاوت نہ ہوتی ہو۔  
 متفرق فریق مثل سابق آپس میں برسرِ عناد تھے۔ ہلاک شام اور ملک الجزائرہ میں بنی امیہ کے  
 طرفدار موجود تھے۔ خراسان میں عربوں کی حکومت سے نفرت اور ان کے مذہب سے دشمنی قائم  
 تھی۔ عمال اور گورنروں کے جبر و اخذ ناجائز سے ہر جگہ رعایا میں ناراضی پھیلی ہوئی تھی یہ باتیں خلیفہ  
 کی سلطنت میں نقص امن عامہ اور مشکلات پیدا کرتی رہتی تھیں منجملہ خاص خاص بغاوتی واقعات  
 کے چند واقعے تحریر کئے جاتے ہیں جس سے خلیفہ ہارون الرشید کی سلطنت کی حالت اس کی  
 حکومت کی ہیبت اور شان و شوکت معلوم ہوگی اور اس بات سے بھی آگاہی ہو جائیگی کہ مختلف  
 صوبجات سلطنت کا سنٹرل گورنمنٹ بغداد کے ساتھ کیا تعلق تھا۔

ہارون الرشید کے جلوس کے پانچویں سال ۱۹۱ھ میں یحییٰ ابن عبداللہ نے رجو حضرت علی  
 ابن ابی طالب کی اولاد میں تھے (خروج کیا اور خلیفہ کے مقابلہ کو اٹھے حضرت علی محمد صاحب  
 کے چچا زاد بھائی۔ داماد اور خلیفہ تھے یعنی منجملہ خلفائے راشدین کے حضرت علی چوتھے جائز خلیفہ  
 تھے یحییٰ کے دو بھائی النفس الزکیہ اور ابراہیم کے ساتھ خلافت سابق میں جو کچھ کارروائی ہوئی  
 تھی۔ اس کی وجہ سے یحییٰ بن عبداللہ کو فطرتی طور سے اپنی جان کا خوف ہو گیا اور اسی لئے یحییٰ  
 نے ۱۹۱ھ ہجری میں ولیم میں جا کر پناہ لی۔ وہاں ان کے دعاوی امت یعنی اسلام میں سب  
 سے اعلیٰ دینی پیشوا ہونے کو عوام الناس نے بہت جلد تسلیم کر کے ولیم کے لوگوں نے ان  
 کو اپنا جائز خلیفہ مشتہر کر دیا۔ ہر چہ ہر جانب و اطراف سے اُنکے بھندے کے نیچے ہزار ہا آدمی  
 جمع ہونا شروع ہو گئے۔ اس کارروائی سے سلطنت میں بھی خوف پھیل گیا اور ہارون الرشید  
 نے مجبوراً فوجی کارروائی سے اس بغاوت کو فرو کرنا چاہا۔ باغیوں کے مقابلہ کی واسطے فضل بن یحییٰ  
 وزیر اعظم کو پچاس ہزار فوج کا افسر مقرر کر کے روانہ کیا اور اس کو جرجان اور طبرستان اور

یحییٰ بن عبداللہ  
 کا خروج ولیم  
 میں

۱۹ خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ میں محمد بن عبداللہ (النفس الزکیہ) نے جو سیدنا امام حسین کے پڑپوتے تھے علماء مدینہ کے  
 فتویٰ کے بموجب خروج کیا لیکن بہت سی فوجی کے بعد وہ شہید ہوئے ان کے ایک بھائی اور اسی کو ہارون الرشید نے  
 زہر سے مروا ڈالا تھا یحییٰ بن عبداللہ روپوش ہو گئے تھے اب انہوں نے خروج کیا ۱۲ صبح ۱۲ھ ارض طبرستان اور رے  
 عراق عجم کے دو مشہور صوبے ہیں اور ان کے صدر مقام بھی ان ہی نام سے مشہور تھے لیکن رے بہت قدیم شہر تھا چنانچہ بلخاٹ  
 قدمت کے عرب رے کو ام ایلا اور شیخ البلاد کہتے ہیں حضرت ثنیب علیہ السلام نے اس کی بنیاد ڈالی تھی۔ عہد موشک موہر  
 اور فریدون میں دن بدن ترقی ہوتی رہی اور بعد زوال حکومت کارس کے عہد اسلام میں ہمدی عباسی نے اس کو  
 خوب آباد کیا تھا۔ اب ویران ہے اور اس کے شمالی حصے میں طبران آباد ہو طغرل سلجوقی کا گنبد آثار قدیمہ سے آج تک باقی ۱۲ صبح

گورنر مقرر کر دیا۔ فضل معہ فوج یحییٰ بن عبداللہ کے سپہ کو اٹر کے بہت ہی قریب پہنچ گیا مگر اغلباً  
 غنیم کی فوج کے مذہبی جوش کے نتائج سے خوف زدہ ہو کر چونکہ باغی شہزادہ حضرت علی کی اولاد  
 میں سے تھا اور اس وجہ سے فرقہ شیعہ کا جائز پیشوا اور سرگروہ تھا اور اسی فرقہ سے قریباً تمام  
 ایرانی تعلق رکھتے ہیں فضل نے یحییٰ بن عبداللہ سے مقابلہ کرنے سے اجتناب کیا اور اس امید  
 میں کہ صلح سے یہ کارروائی ختم ہو جائے یحییٰ بن عبداللہ سے عہد و پیمان کرنا شروع کر دیئے  
 خلیفہ کے اس سفیر کے مضبوط اور اعلیٰ وعدوں اور اقراروں کے بھروسہ پر آخر کار یحییٰ بن  
 عبداللہ صلح پر رضامند ہو گئے۔ اور اپنے آپ کو اس شرط پر سپرد کر دینا منظور کر لیا کہ ہارون الرشید  
 اپنے خاص قلم سے ان کی معافی جرائم کا ایک خط (امان نامہ) لکھدے اور اس پر قاضی اور مفتی اور فقہاء  
 سلطنت کے دستخط گواہی کے طور پر ثبت ہوں۔ اس بات پر ہارون الرشید بھی رضامند ہو گیا چونکہ  
 وہ اپنے حریف کے دعاوی اور اس کامیابی سے جو یحییٰ بن عبداللہ کو اب تک ہو چکی تھی بہت ہی پریشان  
 ہو رہا تھا۔ ایک معافی نامہ جس میں کہ بہت ہی صاف صاف طور سے شرطیں تحریر تھیں اور جس پر صرف  
 علماء مذکورہ بالا ہی کے دستخط ثبت نہ تھے بلکہ شاہی خاندان یعنی بنی ہاشم میں سے بھی بڑے بڑے  
 سرداروں کے دستخط تھے (ہارون بھی بنی ہاشم تھا) لکھ کر یحییٰ بن عبداللہ کے پاس خلیفہ نے  
 روانہ کیا۔ اس خط سے جو قمیٹی تحائف کے ساتھ ان کے پاس پہنچا یحییٰ بن عبداللہ کو فضل کے  
 ہمراہ بغداد جانے کی ترغیب ہوئی اور جب یہ بغداد پہنچے تو خلیفہ نے نہایت خلوص اور محبت سے  
 ان کا استقبال کر کے ان سے بہت ہی اچھا سلوک کیا یحییٰ بن عبداللہ کو ابھی دار الخلافہ  
 میں آئے بہت دن نہ گزے تھے کہ ہارون الرشید نے ان کو قید کر دیا اور سلطنت کے تمام  
 علماء اور مفتیوں کو جمع کر کے فتویٰ طلب کیا کہ آیا یہ معافی نامہ قابل جواز ہے یا نہیں؟ بعضوں  
 نے کہا کہ ایسا وثیقہ جس پر حسب ضابطہ ایسی تصدیق ہو اس کا نقص معاہدہ جائز نہیں وہ عمل پذیر  
 رہے گا اور بعضوں نے خوشامد سے تاکہ ان خلیفہ کی عنایت و مہربانی مبذول ہو یہ فتویٰ دے دیا  
 ہے امام محمد صاحب نے اس فتویٰ کی بڑے زور سے مخالفت کی اور اپنے اس فتویٰ پر قائم رہے کہ نقص معاہدہ جائز نہیں ہے  
 ان امام صاحب کے حالات ناظرین کی آگاہی کے لئے ہم لکھتے ہیں وہوذا امام محمد بن الحسن شیبانی امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید  
 اور فقہ حنفی کے دوسرے بازو ہیں ۱۳۰ ہجری میں مقام حرستا (دمشق کے متصل ایک موضع ہے) پیدا ہوئے امام  
 مالک سے حدیث پڑھی ہارون الرشید ان کی بڑی عزت کرتا اور سیر و سفر میں ہمراہ رکھتا تھا اگرچہ دربار کا تعلق تھا آزادی اور  
 حق گوئی کا مرتبہ بھی باقی سے نہیں چھوڑا۔ امام محمد کے فضل و کمال کا اندازہ امام شافعی کے (بقیہ صفحہ آئندہ)

کہ یہ معاہدہ ناجائز ہے۔ آخر کار آخر الذکر لوگوں کی رائے پر شوق سے عمل کیا گیا۔  
جب بادشاہ کو اپنی کسی رعایا کو سزا دینے کے لئے عذر و بہانہ کی ضرورت ہوتی ہے تو ہمیشہ ایک  
نہ ایک گمراہ یا بد ذات آدمی بخوشی حلف دروغی کر کے اس امر کی شہادت دیتا کہ ملزم نے فلاں جرم  
کا ارتکاب کیا ہے اور ایسا کرنے سے اُس کو اپنے بادشاہ کی عنایت و مہربانی زیادہ ہونے کی امید  
ہوتی۔ چنانچہ یحییٰ ابن عبداللہ کے معاملہ میں بھی ایسا ہی ہوا۔

زبیر ابن عوام کے خاندان کے ایک آدمی نے ہارون الرشید کے حضور میں یحییٰ پر یہ الزام  
لگایا کہ معافی نامہ کی وصولی کے بعد سے یحییٰ پھر سازشیں کر رہا ہے اور فوج جمع کرنے کی کوشش  
میں ہے۔ اس کا ارادہ ہے کہ موقع پاتے ہی علم بغاوت پھر کشادہ کرے۔ خلیفہ نے  
یحییٰ کو قید خانہ میں سے بلوا کر زبیر سے اُن کا مقابلہ کرایا اور اُن سے دریافت کیا کہ اس شخص نے  
تم پر یہ الزام لگائے ہیں۔ آیا یہ صحیح ہیں یا کیا یحییٰ نے حقارت اور غصہ سے کہا کہ یہ بالکل جھوٹ  
ہے اور زبیر ہی سے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو قسم کھا کر بیان کر۔ زبیر نے قسم کھانے پر اپنی مستعدی  
ظاہر کی اور کہنا شروع کیا کہ خدا کی قسم۔ وہ خدا جو مجرموں کو تلاش کرتا اور سزا دیتا ہے۔  
ابھی زبیری نے قسم کو پورا نہیں کیا تھا اور اسی قدر کہا تھا کہ اتنے میں یحییٰ نے اُس کو روک دیا اور  
اور کہا کہ خاموش قسم تنہا ہونی چاہیے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کے سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا جو  
اس کی عظمت اور جلالت بیان کرتا ہے بڑی قسم یہ ہے کہ تو صاف طور سے مجھ پر حلفیہ الزام  
لگا اور خداوند تعالیٰ کی قوت اور عظمت کا کیا ذکر کرتا ہے وہ ایسا ہی ہے تو تو اپنی قوت اور عظمت  
پر بھروسہ کر کے قسم کھا کر بیان کر کہ یہ معاملہ اس طرح ہے۔

زبیری یہ سن کاپٹنے لگا اور کہا کہ یہ تو بہت بڑی قسم ہے خلیفہ ہارون الرشید نے کہا کہ اگر

دقیقہ نوٹ صفحہ ۷۱، اس قول سے ہوتا ہے کہ امام جب کوئی مسئلہ بیان کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ وحی ہر تمام شاگردوں میں  
امام شافعی بلند رتبہ تھے اور مقابلہ دیگر شاگردوں کے امام محمد بھی اُن کے ساتھ خاص مراعات سے پیش آتے تھے امام محمد کی شہرت اگرچہ زیادہ ترقی  
میں ہو لیکن وہ تفسیر، حدیث، ادب میں بھی اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے امام صاحب کی تصنیفات میں سے موطا، مبسوط، جامع صغیر، جامع کبیر، زیادات  
کتاب الحج، صغیر و کبیر، ہورین، ہمراہی خلیفہ ۸۹ ہجری میں رے کے قریب موضع رطب میں انتقال کیا اتفاق سے کسائی بخوی نے بھی اسی جگہ انتقال کیا تو  
تو ہارون کو بہت صدمہ ہوا اور کہا کہ آج فقہ اور خودوں کو ہم دفن کر آئے علامہ یزدی نے نہایت جان گذارہ شہید لکھا ہے جس کا ایک شہر ہے  
فقلت اذا ما اشکل الخطاب من لنا  
بایضا حہ یوقاوانت بقید  
(ترجمہ) ہم نے کہا کہ جب تو نہ رہا تو ہمارے لئے مشکلات کا حل کرنا لاکھاں سے آویجا ۱۲ مصلح۔

زبیر ابن عوام  
کی اولاد



تم سچ کہتے ہو تو قسم کھانے سے خوف کیوں کرتے ہو؟ اُس با بخت آدمی نے یہ خیال کر کے کہ اگر جھوٹ بولنے کا اقرار کر لوں گا تو سزا ہوگی اور خلیفہ سچی سے اپنا بدلہ نہیں لے سکے گا اور لوگوں کو یہ خیال ہوگا کہ خلیفہ نے خود ہی اُس کو حلف دروغی کی اجازت دی ہوگی یا یہ کہ جھوٹی شہادت پر خلیفہ نے اُس دانستہ سزا نہ دی۔ قسم کھالی اور سچی کی موت کے محضر پر دستخط کر دیئے تمام موخرین اس سزا کا بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے زبیری کو دی۔ ذکر ہے کہ زبیری یہ قسم کھا کر دربار سے اٹھ کر اپنے گھر روانہ ہوا راستہ میں اُس نے کسی چیز سے ٹھوکر کھائی اور ٹھوکر کھاتے ہی گرا اور گرتے ہی اُس کو ایسا صدمہ پہنچا کہ اسی دن شام ہونے سے پہلے پہلے مر گیا۔ جب اس کو دفن کرنے کے لئے قبرستان میں لے گئے اور اُس کی نقش قبر کے اندر رکھ کر قبر پر مٹی ڈالنے لگے تو تمام مٹی اندر دس جاتی تھی۔ اور جس قدر مٹی ڈالتے تھے وہ فوراً قبر کے اندر اترتی علی جاتی تھی لوگ عاجز آگئے مگر وہ قبر بند نہ ہو سکی لوگوں نے اُس کو عتاب آہی سمجھ کر آپس میں ذکر کیا کہ اُس شخص نے جو حلف دروغی کی تھی یہ اُس کی سزا ہے اور مجبوراً اس کی قبر پر ایک چھت سی بنا کر اس کو ویسا ہی چھوڑ کر چلے آئے۔ ہارون الرشید حالانکہ اس قدر نیک دل تھا لیکن اس وقت اُس نے اس گرامت کا بھی خیال نہیں کیا کیونکہ یہ اُس کی خواہش کے برخلاف تھی باوجودیکہ سچی کو معافی نامہ دے دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کی بیگناہی کی شہادت مل گئی تھی لیکن ہارون الرشید نے سچی کو قید خانہ میں مروا ڈالا۔

اسی سال مصر میں بغاوت کے خوفناک آثار ظاہر ہوئے۔ اس پر ہارون نے موسیٰ بن عیسیٰ گورنر مصر کو جو ہارون الرشید کے باپ خلیفہ المہدی کا چچا زاد بھائی تھا گورنری مصر سے واپس طلب کر لیا۔ ہارون الرشید کو موسیٰ پر یہ شبہ ہو گیا کہ اُس کے خیالات میری جانب سے اچھے نہیں ہیں اور اسی کی تحریک سے یہ بغاوت برپا ہوئی ہے۔

ہارون الرشید نے موسیٰ کو موقوف اور اس کی بجائے اپنے در دولت کے ایک سب سے ذلیل اور ادنیٰ شخص کو گورنر مصر مقرر کرنے کا ارادہ کیا جعفر کو حکم دیا کہ عمر بن مہران کو جسکی کنیت ابو جعفر ہے میرے حضور میں حاضر کرو یہ شخص نہایت بصورت تھا اس کی آنکھیں بھینگی (داعول) تھیں عمر نہایت خراب وضع کے کپڑے پہنا کرتا تھا اور جس گھوڑے پر خود سوار ہوتا اسی پر اپنے پیچھے اپنے

زبیری پر  
قہر خدا اور  
قتل سچی

موسیٰ بن عیسیٰ  
عامل مصر کی  
موقوفی

عمر بن مہران  
کا گورنر مصر  
مقرر ہونا

نوکر کو بھی بٹھالینا تھا۔ خلیفہ نے اس کو یہ منظر آدمی سے دریافت کیا کہ تجھے مصر کی گورنری منظور ہے  
 اُس نے کراہت سے جواب دیا کہ ہاں ایک شرط سے منظور ہے اور وہ یہ ہے کہ جب میں مصر  
 میں کامل انتظام اور امن و امان قائم کروں تو پھر جب میں چاہوں وہاں سے چلا آؤں آپ  
 سے دریافت کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ ہارون الرشید نے یہ بات منظور کر لی اور عمر مصر  
 کو روانہ ہو گیا۔ قاہرہ میں پہنچ کر عمر سیدھا موسیٰ کے مکان پر گیا اور جو لوگ اُس کے دربار میں  
 حاضر تھے اُن سب کے اخیر میں جا کر بیٹھ گیا۔ جب سب حاضرین دربار چلے گئے موسیٰ نے  
 اُس کو بیٹھا ہوا دیکھ کر پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ عمر نے خلیفہ کا پروانہ نکال کر موسیٰ کو دے دیا  
 موسیٰ نے اُس کو ٹھہر کر دریافت کیا کہ کیا ابا حفص اللہ تعالیٰ اُن پر رحمت کرے تشریف لے آئے ہیں  
 حامل پروانہ نے کہا کہ ابو حفص میں ہی ہوں موسیٰ نے کہا اللہ تعالیٰ فرعون پر لعنت کرے اُس نے کہا  
 تھا کہ کیا مصر کی سلطنت میری نہیں ہے۔

موسیٰ نے بغیر ذرہ بھرتا مال کے مصر کی گورنری ابو حفص کو تفویض کر دی۔ اب عمر نے اپنے  
 فرائض منصبی کو انجام دینا شروع کیا۔ سب کاموں سے پہلے اپنے سکرٹری کو اول ہی یہ ہدایت کر دی  
 کہ اگر کوئی شخص نذرانہ یا تحفہ تحائف میرے لئے لائے تو سوائے زر نقد کے اور کوئی چیز تحفہ میں  
 ہرگز قبول نہ کرنا۔ جب افسر اور سردار اور بزرگان مصر معمولی تحفے اور ہدیے لے کر حاضر ہوئے  
 اُس نے صرف زر نقد اور قیمتی کپڑے بطور تحفہ کے قبول کر لئے اور دیگر تحفہ جات مثلاً گھوڑے  
 اور کینینیں وغیرہ کو قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اس زر نقد اور کپڑوں کو با احتیاط تمام  
 رکھا اور ہر ایک چیز پر کاغذ کی چٹ لگا کر اُس کے مالک کا نام اُس پر لکھ دیا۔

مصر کے لوگ خراج وقت مقررہ سے بہت ہی بعد میں ادا کیا کرتے تھے۔ عمر نے اس بات کا  
 انتظام کرنا چاہا اس لئے بطور نظیر قائم کرنے کے اُس نے ایک شخص سے لگان کا مطالبہ کیا۔  
 اُس نے عمر کو دھوکا دینا چاہا۔ اور کہا کہ بغاوت جا کر خود خلیفہ کے خزانے میں یہ لگان ادا کروں گا

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون نے جو بادشاہ مصر تھا خدائی کا دعویٰ کیا تھا اسی کی بدایت و رہنمائی کے لئے موسیٰ علیہ السلام  
 مامور ہوئے تھے مگر فرعون نے راہ ضلالت نہ چھوڑی اور کہا اے ایسی لی ملک مصر! بالآخر عذاب الہی نازل ہوا اور فرعون  
 معہ اپنی قوم کے دریائے نیل میں غرق ہوا موسیٰ نے یہ بات عقارت سے کہی کہ خدا تو ایسا قادر ہے کہ ابو حفص جیسے کریم المنظر  
 کو مصر کا گورنر کر دیا۔ فرعون پر لعنت ہو کہ اُس نے ایسے بے حیثیت ملک پر غرور اور دعویٰ خدائی کا کیا تھا ۱۲ صبح

کچھ عرصہ کے بعد اس شخص نے مصر میں خراج دینا چاہا اور بہت دلیل کی کہ روپیہ موجود ہے ہمیں لیلو مگر عمر نے نہیں لیا اور اس شخص کو اس کے حسب اقرار بغداد بجا دیا اس کے بعد کسی شخص نے عمر کو پھر فریب اور دھوکا نہیں دیا۔ پہلی دوسری دونوں اقساط سب نے معمول وقت پر داخل خزانہ کر دیں جب تیسری قسط کا وقت آیا اور لوگوں کے پاس حقیقت میں قسط ادا کرنے کو روپیہ موجود نہیں تھا تو انہوں نے مہلت مانگی اور عذر کیا کہ ہمارے پاس ابھی روپیہ نہیں ہے یہ سن کر عمر نے وہی زر نقد اور تحائف جو اس کی تقرری کے وقت لوگوں نے اس کو پیش کئے تھے منگوا کر ان کے دینے والوں کے نام سے تیسری قسط میں محسوب کر کے داخل خزانہ شاہی کر لئے اور پھر جو خفیف رقم بقایا کی ان پر نکلیں صرف اسی کا مطالبہ کیا۔ لوگوں نے جب عمر کی اس قدر دیانت داری دیکھی تو انہوں نے ایسے دیانت دار عامل کو وقت میں ڈالنے سے توبہ کی اور آپس میں عہد کیا کہ معمولی اور مقررہ اوقات پر اقساط داخل خزانہ کر دیا کریں گے۔ ابتداً آفرینش عالم سے انسان کی یاد میں یہ اول ہی مرتبہ تھا کہ مصریوں نے اپنا اپنا خراج وقت مقررہ پادا کیا یہ سب انتظام مکمل کر کے عمر نے عہدہ گورنری مصر سے استعفا دیدیا اور بغداد میں واپس آ گیا۔

ابو سعید ام کی  
بغاوت

۱۷ھ ہجری مصری اور یمنی قوموں میں وہی قدیمی عناد کی آگ دمشق میں پھر بھڑکی۔ عامر ابن عمارہ جو ابو سعید ام کی کنیت سے مشہور تھا ایک نہایت شجاع اور بہادر عرب تھا وہ قوم مضر کا سرگروہ اور پیشوا تھا۔ اس کے فتنہ اور فساد کرنے کا سبب یہ ہوا کہ ہارون الرشید کے عامل نے سجتان میں ابو سعید ام کے بھائی کو مار ڈالا ابو سعید ام نے یہ سن کر علم بغاوت کشادہ کر دیا بہت سے لوگ اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔

ابو سعید ام کی  
گرفتاری اور  
سہانی

یہ شخص بھی مثل مشہور عربوں کے شاعر تھا۔ وہ اپنے بھائی کا ایک مرثیہ عوام الناس کے مجمع میں پڑھا کرتا تھا اس مرثیہ کے چند شعروں نے لوگوں کے دلوں کو مشتعل کر دیا۔ ہارون الرشید نے ابو سعید ام کے ایک بھائی کو ملا لیا جس نے فریب سے اپنے بھائی کو گرفتار کروا دیا۔ چونکہ یہ کوئی بڑی بغاوت نہ تھی اور خلیفہ کی حکومت کے تہ وبال لا کرنے کے لئے نہیں کی گئی تھی اس لئے ہارون الرشید نے ابو سعید ام کو رہا کر دیا۔

عطاء بن سفیان  
کی بغاوت اور  
اس کی فراری

اسی زمانہ میں یعنی ۱۷ھ میں العطاء بن سفیان الازدی نے جو شہر موصل کے سرداروں

میں سب سے بڑا مقتدر اور طاقتور تھا۔ ہارون الرشید کے نائب محمد بن عباس الہاشمی کے برخلاف بغاوت کر دی اور چار ہزار آدمیوں کا لشکر جمع کر کے خراج وصول کرنا شروع کر دیا۔ دو برس تک وہ شہر پر قابض رہا۔ پھر ہارون الرشید نے خود جا کر موصل پر حملہ کر کے اس کی فصیل مہدم کر دی عطا آرمینا کی جانب فرار ہو گیا اسی سال ہارون الرشید نے فضل بن یحییٰ برکی کو جوڑے اور سیستان کا گورنر تھا گورنر خراسان بھی مقرر کر دیا تاکہ وہ ان غیر منظم صوبجات میں بھی امن و امان قائم کرے۔ ۱۹۱ھ ہجری میں قوم ہوفیہ نے اپنے گورنر اسحاق بن سلیمان کے برخلاف بغاوت ملک مصر میں کر دی ہارون الرشید نے ہرثمہ بن اعین گورنر فلسطین کو ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا آخر کار اس قوم نے پھر اطاعت قبول کی۔ قوم ہوفیہ کا تعلق اقوام قیس اور قدام سے تھا یہ قومیں اس فساد میں شریک تھیں جو دمشق میں برپا ہوا تھا۔

مصر میں قوم  
ہوفیہ کی بغاوت  
اور ان کی  
سرکوبی

ملک الجزائر میں الولید بن خالد الشیبانی نے بغاوت برپا کر دی اور خلیفہ کے دو چھوٹے چھوٹے لشکروں کو جو اس کے مقابلہ کے لئے گئے تھے شکست دی۔ آخر کار ہارون الرشید نے یزید ابن مزید کو ولید کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا یہ یزید بھی قوم کاشیبانی تھا غالباً یزید اپنے ہم قوم پر حملہ کرنے سے متنفر تھا اور اتنی وجہ سے اس نے بہت سا عرصہ بیکاری میں ضنول گزار دیا۔

ولید شیبانی  
کی بغاوت اور  
اس کا قتل ہونا

خاندان برکی کی یزید سے کچھ مخالفت تھی انہوں نے خلیفہ کو اس بات سے آگاہ کیا کہ یزید اور ولید دونوں ہم قوم ہیں اس لئے یزید وقت ضائع کر رہا ہے اور ولید سے نہیں لڑتا خلیفہ نے اس بات سے واقف ہو کر ایک جنگی کاپر روانہ یزید کو بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ "اگر میں اس مہم پر چائے تھا اسے کسی ادنیٰ ملازم کو بھیجتا تو تم نے جو کچھ اب تک کیا ہے وہ اس سے زیادہ کارروائی کر کے دکھانا معلوم ہوا کہ تم قابل اعتماد نہیں ہو اور تم اپنی قوم کی بہت طرفداری کرتے ہو۔ خدا کی قسم اگر تم نے اجلیت ولید کو سزا دی تو میں کسی آدمی کو بھیج کر تمہارا سر کٹوا کر یہاں منگوا لوں گا۔"

یزید کو جب یہ عتاب نامہ پہنچا تو اس نے سوچا کہ اب بغیر لڑائی چارہ نہیں اس لئے اس نے آخر کار ولید سے لڑائی کی ٹھان لی اور اتنی سرعت سے ولید کے مقابلہ کو بڑھا کہ جب حرب بگاہ میں پہنچا تو بوجہ شدت پیاس اپنی انگشتری اپنے منہ میں تسکین کے لئے رکھ لی اور فوج سے مخاطب ہو کر کہا کہ "میرے والدین خدا کے تم پر فدا ہوں۔ ولید کی فوج میں سب کے سب

غیر قواعد ان باغی ہیں جو تم سے اب مقابلہ کریں گے۔ تم مستقل رہو جب وہ حملہ کر چکیں تو تم ان پر حملہ کرنا جب باغیوں کو ایک دفعہ شکست ہو جائے گی تو پھر ان میں بالکل ہمت نہیں رہے گی اور سب منتشر ہو جائیں گے۔ چنانچہ جیسا یزید نے کہا تھا ویسا ہی ہوا۔ اول باغیوں نے یزید اور اسکی فوج پر حملہ کیا فوج نے یہ حملہ برداشت کر کے باغیوں پر حملہ کیا اور ان کو بالکل درہم برہم کر دیا۔

یزید کا بیٹا اپنے باپ کے ہمراہ اس معرکہ میں موجود تھا۔ کہتے ہیں کہ باپ اور بیٹے میں اس قدر مشابہت تھی کہ دونوں میں تمیز کرنا نہایت مشکل کام تھا سوائے اس کے کہ یزید کی پیشانی پر تلوار کے زخم کا ایک نشان ہو رہا تھا۔ صرف اُس سے وہ پہچانا جاتا تھا۔ اس کی یہ خواہش تھی کہ میرے بھی اسی طرح زخم کا نشان پڑ جائے اس معرکہ میں جب ایک دشمن نے اس پر تلوار لگانی چاہی تو اُس نے بجائے سر پر روکنے کے اپنے سر پر روکی اور جس جگہ یزید کے زخم تھا اسی جگہ اُس کے بھی ہو گیا۔

جبکہ الولید قتل ہو گیا تو اس کی بہن لیلیٰ مردانہ لباس میں مسلح ہو کر یزید سے لڑنے کے لئے آئی اور ایک فوج جمع کر کے یزید کی فوج پر حملہ کر دیا۔ لیکن میدان جنگ میں یزید نے اُسے پہچان لیا۔ اپنا گھوڑا دوڑا کر اُس کے پاس گیا اور لیلیٰ کے اس کے زیر بند پر اپنا تیرہ رکھ کر اس کو زور سے چلا کر نصیحت کی کہ "تو گھر میں جا کر بیٹھ۔ کیا تو اپنی قوم کو بدنام کرنے آئی ہے۔" یہ سن کر لیلیٰ کو شرم آئی اور وہ میدان سے چلی گئی۔ لیلیٰ ایک بڑی شاعرہ تھی اپنے بھائی الولید کی وفات پر جو مریہ کہا ہے وہ اب تک کتابوں میں موجود ہے۔

صوبہ افریقہ میں خلیفہ کی حکومت برائے نام ہونے سے کچھ ہی زائد تھی لیکن یزید بن حاتم بن مہلبی کی پرزور گورنری میں وہاں خوب انتظام اور کامل امن و امان ہو گیا اور خلیفہ کی پورے طور سے حکومت مانی جانے لگی۔

حانم ۷۸۶ء میں مر گیا اور اس کا بیٹا داؤد عارضی طور سے بجائے اسکے عامل مقرر ہوا۔ اُس وقت خارجیوں کے ایک فرقہ عبادیہ نے وہاں غدر کر دیا۔ داؤد نے اُن کی سرکوبی کے لئے ایک فوج روانہ کی۔ لیکن باغی فتحیاب ہوئے اور اُس کی فوج کو شکست ہوئی۔ پھر داؤد نے ایک بیٹھی جس کے فرقہ عبادیہ کو بڑی خونریزی کے ساتھ شکست دیکر منتشر کر دیا۔

لیلیٰ خواہر  
ولید

یزید بن حاتم  
مہلبی

فرقہ عبادیہ  
کی بغاوت

داؤد نوما تک گورز رہا پھر ہارون الرشید نے اُسکے بجائے روح بن حاتم کو عامل مقرر کر دیا  
اس کی گورزی میں اس صوبہ میں امن قائم رہا جس کا سبب مورخین یہ بتاتے ہیں کہ چونکہ اُس کے  
بھائی یزید نے بہت باغی قتل کئے اس لئے اُن میں خوف چھا گیا وہ خاموش رہے روح شہر قمروان  
میں ماہ رمضان میں فوت ہو گیا اور اُس کے بھائی کی قبر کے برابر اس کو بھی دفن کر دیا گیا۔

ہارون الرشید نے الفضل بن روح کو صوبجات افریقہ کا گورنر بجائے حبیب ابن نصر المہلبی کے  
جس کو کہ ہارون الرشید نے اول مقرر کر کے بھیجا تھا اور پھر واپس بلا لیا مقرر کیا الفضل نے اپنے  
بھتیجے المنیرہ کو ٹیونس میں اپنا نائب مقرر کر کے بھیجا۔ المنیرہ نے اپنے طرز عمل سے ٹیونس کے  
سرداروں اور فوج کو اپنے سے ناراض کر لیا۔ ان سب نے اُس کی موقوفی کی درخواست بھیجی لیکن یہ درخواست  
اُس کے چچا الفضل نے نامنظور کی اس پر وہاں کے قائدوں (سرداروں) نے مجمع ہو کر ایک شخص  
کو جس کا نام ابن الجارود تھا اپنا افسر مقرر کر لیا اور المنیرہ کو وہاں سے نکال دیا۔ پھر انہوں نے  
الفضل کو ایک نامہ لکھا جس میں ظاہر کیا کہ ہم لوگ خلیفہ کی حکومت سے آزاد ہونا نہیں چاہتے  
ہم نے صرف لفظ گورنر المنیرہ کو بوجہ اُس کے جبر و ظلم اور بد اطواری کے یہاں سے نکال دیا ہے  
ہماری درخواست ہے کہ آپ اس عہدہ پر کسی قابل شخص کو مقرر فرما کے روانہ کریں، الفضل نے اس  
درخواست کے بموجب اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ ابن زید ابن حاتم کو اپنا نائب مقرر کر کے ٹیونس  
روانہ کیا لیکن جب عبداللہ ٹیونس سے ایک منزل رہ گیا تو ابن الجارود نے اپنی کچھ فوج بھیجی اور  
اور حکم دیا کہ عبداللہ کے ہمراہ جتنے آدمی ہوں سب کو گرفتار کر لو۔ اور یہ تاکید کر دی کہ بغیر میرے حکم  
کے اور کچھ نہ کرنا افسران فوج نے یہ خیال کر کے کہ الفضل نے جو اپنے چچا زاد بھائی کو یہاں کا  
عامل مقرر کر کے بھیجا ہے۔ اس سے اس کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر سب کو سزا دی جائے  
اور اُس کے بھتیجے کو جو یہاں سے نکال دیا تھا اُس کا بدلہ لیوے۔ یہ خیال کر کے اُس فوج نے عبداللہ  
کی جماعت پر حملہ کر دیا۔ اس نو مقرر شدہ لفظ گورنر کو مار ڈالا اور اس کی فوج کے افسروں کو  
قید کر دیا۔ ابن الجارود اور اس کا فریق اب کھلم کھلا بغاوت پر آمادہ ہو گیا اور الفضل کے  
کرانے کی تمام تدبیریں استعمال کیں۔ ابن الفاری جو اس تمام فتنہ اور فساد کا بانی تھا اِس نے  
حکومت اپنے ہاتھ میں لپی اور ایک نہایت عاقلانہ لیکن پرکرو فریب تدبیر کی تاکہ اور دیگر شہروں کے

فضل کا عامل  
افریقہ ہونا

ٹیونس میں  
بغاوت

ابن الفاری

حکام بھی اس تجویز میں متفق ہو جائیں۔ اس نے صوبہ افریقہ کے سب شہروں کے مقتول اور قاضیوں کے نام ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ خط بدیں مضمون روانہ کئے کہ درالفضل نے امیر المؤمنین کی سلطنت میں ایسا جبر و ظلم کر رکھا ہے کہ ہم نے مجبور ہو کر اس کی حکومت کے برخلاف بغاوت کر دی۔ چنانچہ ہمارے خیال میں آپ سے زیادہ کوئی شخص اس بات کے قابل نہیں معلوم ہوتا کہ وہ امیر المؤمنین کا نائب ہو کر یہاں حکومت کرے اس لئے ہمارا ارادہ ہے کہ اگر ہم فتح ہو گئے تو آپ کو اپنا پیشوا اور حاکم بنا لیں گے۔ ہم نے امیر المؤمنین کو بھی اس مضمون کی عرضی روانہ کی ہے کہ آپ کو وہ اس صوبہ کا گورنر مقرر فرماویں اور بر تقدیر اگر ہم کامیاب نہ ہو سکیں تو اس حالت میں اس بات کو آپ کسی سے ظاہر نہ کریں کہ ہم آپ کو گورنر بنانا چاہتے تھے خدا حافظ

ان خطوط کے پہنچنے ہی تمام حکام بھی افضل سے برگشتہ ہو گئے اور ان کی کوشش سے باغیوں کے جھنڈے کے نیچے بہت سے آدمی اور بہت سی فوجیں جمع ہو گئیں انہوں نے افضل کو اول ہی معرکہ میں شکست دیدی۔ افضل مجبوراً شہر قروان میں لوٹ آیا یہاں بھی اُس نے ایک دن تک باغیوں کا مقابلہ کیا لیکن دوسرے دن ابن الجارود کی فوج نے شہر کے دروازے توڑ ڈالے افضل اور اُس کی فوج کو وہاں سے بھگا دیا اور شہر قروان تک اس کا تعاقب کیا۔ جہاں اُس نے افضل کو گرفتار کر کے مار ڈالا۔ افضل کے مارے جانے سے اس کی فوج ہتھیار خستہ ہوئی اور اس نے مجمع ہو کر الاعلیٰ ابن سعید کو گورنر شہر زاب مقرر کر لیا اور ابن الجارود کی فوج کے دو سخت حملے پائے لیکن شہر قروان پر قابض نہ رہ سکی۔

ہارون الرشید نے ابن الجارود کی بغاوت کا حال سُن کر ہرثمہ بن اعین کو حکم دیا کہ افریقہ جا کر اس فتنہ و فساد کو رفع کرے۔ لیکن اس سے پیشتر ہارون الرشید نے یحییٰ ابن موسیٰ کو افریقہ روانہ کر دیا تاکہ وہ بغیر لڑائی ابن الجارود سے گروہ باغیاں کو مطیع ہو جانے کی ترغیب دیوے۔ یحییٰ قروان میں اُس وقت پہنچا جبکہ ابن الجارود وہاں کی قلعہ بندی خوب استحکام سے کر چکا تھا۔ یحییٰ نے خلیفہ کا پروانہ دکھا کر ابن الجارود سے یہ گفتگو شروع کر دی کہ اگر وہ خلیفہ کی اطاعت کرے تو بہتر ہے۔ ابن الجارود نے یحییٰ کو ٹالنا اور دھوکا دینا چاہا اور کہا کہ اگر میں قروان تم کو سپرد کروں تو عوام الناس جنہوں نے الاعلیٰ کو اپنا حاکم مقرر کر لیا ہے اس شہر پر قبضہ کر لیں گے

ابن الجارود کی  
بغاوت و ہرثمہ  
بن اعین کا  
گورنر افریقہ  
ہونا۔

اور پھر یہ شہر خلیفہ کی حکومت سے نکل جائے گا لیکن میں اس قلعہ میں سے نکل کر الاعلیٰ کی فوج پر حملہ کرنے والا ہوں۔ اگر میں اس حملہ میں کامیاب ہو گیا تو میں ہرثمہ کے آنے کے انتظار میں رہوں گا اور اگر میں کامیاب نہ ہوا تو پھر تم کو اختیار ہے جو چاہو سو کرنا یحییٰ کو صاف معلوم ہو گیا کہ یہ ابن الحارود کا فریب ہے۔ اگر اس نے الاعلیٰ کو شکست دیدی تو وہ پھر ہرثمہ سے بھی ضرور لڑے گا۔ اس لئے یحییٰ ابن الفارسی کو الگ تھلیہ میں لے گیا۔ اول تو بغاوت میں شریک ہونے پر اس کو لعنت ملامت کی اور پھر امیر دلا کر کہ تیری خطا خلیفہ سے معاف کرادی جائیگی اس کو یہ ترغیب دی کہ وہ ابن الحارود کو مغلوب اور مطیع کرتے میں مدد دیوے۔ اس پر رضامند ہو کر ابن الفارسی نے اپنی پرفریب حکمت عملی پھر چلی اور ابن الحارود کو طرح طرح کے اتہاموں سے ہتھم اور ملزم کر کے اس کی فوج کی ایک بڑی تعداد کو اپنی جانب کر لیا اور ابن الحارود سے لڑائی برپا کر دی۔ ابن الحارود نے اپنا بدلہ ابن الفارسی سے لینا چاہا۔ اس نے اپنے ایک دوست طالب نامی کو اپنے سے متفق کر کے یہ سازش کی کہ میں ابن الفارسی کو اس کے مکر اور فریب سے مطلع اور اس کو ملامت کر کے اپنی جانب اس کی توجہ کو منقطع کرالوں گا۔ تو اس وقت ابن الفارسی کو مار ڈالنا چاہتا تھا اس تجویز کے مطابق ابن الفارسی مارا گیا۔ اور اس کی فوج کو شکست ہوئی یحییٰ پھر ہرثمہ کے ساتھ شامل ہونے کے لئے طرابلس چلا گیا جو ہنی عوام الناس کو معلوم ہوا کہ ہارون الرشید کا فرستادہ سفیر اس قدر قریب آ گیا ہے تو ہر جہاں جانب سے انہوں نے الاعلیٰ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونا شروع کر دیا ابن الحارود نے یہ دیکھ کر کہ لوگ جھمکو چھوڑتے جاتے ہیں یحییٰ کو ایک خط لکھا اور اس کو قہروان سپرد کرنا چاہا۔ یحییٰ قہروان کی جانب روانہ ہوا۔ ہر ایک کی یہی آرزو تھی کہ میں ہی اول پنچوں تاکہ میری عزت زیادہ ہو مگر الاعلیٰ وہاں پہنچ گیا اور قہروان پر قبضہ کر کے ہرثمہ کی ملاقات کے لئے روانہ ہوا ابن الحارود نے اس سے پیشتر ہی اپنے تئیں ہرثمہ کو سپرد کر دیا۔ ہرثمہ نے اس کو خلیفہ کے پاس بغداد روانہ کر دیا۔ اور خلیفہ کے حضور میں ایک عرضداشت روانہ کی ابن الحارود نے جو بغاوت کی تھی اس کا باعث الاعلیٰ ہوا تھا۔ ہارون الرشید نے الاعلیٰ کو بھی بغداد بلوایا جب الاعلیٰ بغداد پہنچ گیا تو خلیفہ نے اس کو ایک خلعت دیا اور بہت انعامات عطا فرمائے اور ابن الحارود کو بغداد میں مقید رکھا ہرثمہ نے شہر قہروان پر بجمع الاول کے مہینے میں قبضہ کر لیا اور اس میں یحییٰ ابن الفارسی



ہرثمہ نے افریقہ کے لوگوں کو بڑا ہی سرکش اور مفسد پایا۔ جو رات دن سرکشی و بغاوت کرتے رہتے تھے۔ آخر کار ہرثمہ نے اس صوبہ کی گورنری سے ماہ رمضان ۱۱۱ھ میں استعفا دیدیا۔

ہارون الرشید نے ہرثمہ کی جگہ اپنے رضاعی بھائی محمد بن مقاتل کو صوبہ افریقہ کا عامل مقرر کیا۔ محمد نے اپنی فوج کو اس قدر ناراض رکھا کہ فوج نے باشندوں کے ساتھ سازش کر کے محمد کی حکومت کے برخلاف بغاوت کر دی اور محمد بن مرہ کو اپنا حاکم بنا لیا۔ ابن مرہ کو شکست ہوئی اور اُس نے ایک مسجد میں پناہ لی۔ لیکن وہ وہاں سے گرفتار کر کے مار ڈالا گیا۔ پھر اہل بیونس نے محمد کی حکومت کے برخلاف بغاوت کر دی اور تمام ابن تمیم کو اپنا سردار مقرر کر کے قہروان پر ۹۹ھ میں حملہ کر دیا۔ تمام نے یہ شہر فتح کر کے محمد کو یہاں سے بلا مزاحمت روانہ ہونے کی اس شرط سے اجازت دے دی کہ وہ افریقہ سے چلا جاوے۔

ابراہیم بن اغلب جو صوبہ زاب کا عامل تھا اُس نے تمام کو شکست دے کر بھگا دیا اور محمد کو واپس بلوایا۔ لیکن ابراہیم بن اغلب نے محمد کو دو بارہ جو بلوایا یہ اُس کا فریب تھا اُس نے خلیفہ ہارون الرشید سے یہ ظاہر کیا کہ محمد کی حکومت سے عوام الناس سخت ناراض ہیں اور خلیفہ کو اس بات کی ترغیب دی کہ اگر آپ مجھ کو افریقہ کا گورنر مقرر کر دینگے تو میں خزانہ شاہی میں چالیس ہزار دینار خراج سالانہ دیا کروں گا حالانکہ وہ سب گورنر صوبہ افریقہ سے ایک لاکھ دینار وصول کیا کرتے تھے ہارون الرشید نے یہ خیال کیے کہ اگر ابراہیم بھی وہاں دشمنوں سے مل جائیگا تو صوبہ افریقہ ہمیشہ بغیر بہت سی خوزیزی ہونے کے قبضہ میں نہیں رہ سکے گا۔ ابراہیم کی یہ درخواست قبول ہی نہیں کر لی۔ بلکہ اس عہدہ گورنری کو خاندان اغلب میں موروثی کر دیا۔

مغربی افریقہ کے بربری باشندے بدعتی مسلمان تھے یعنی وہ اب تک پرانے زمانے کے خیالات اور باتوں پر یقین رکھتے تھے۔ اور مثل ایرانیوں کے اس طرح کے مذہب اسلام کے حامی تھے جو پکے مذہب کے سخت احکام اور حدود و عائد نہ کرے پس وہ بھی انہیں وجوہات کے باعث مثل ایرانیوں کے اولاد حضرت علیؑ کے مطیع ہوتے جاتے تھے۔ چونکہ علوی اپنے مذہب کو آزادانہ رکھتے تھے۔ اس سے پیشتر ۸۶ھ میں خلیفہ المہدی کے زمانہ میں ادریس بن علیؑ نے جو امام سن کی اولاد میں سے تھے مکہ شریف میں خروج کیا اس میں کامیاب ہو کر وہ افریقہ میں بھاگ کر

محمد بن مقاتل

ابراہیم بن اغلب  
اور گورنری افریقہ  
کا موروثی ہو

خاندان  
بنی ادریس

چلے آئے۔ وہاں دو برس کے بعد انہوں نے اپنے تئیں امام شہر کر دیا اور بربری قوم کی ایک بڑی تعداد نے ان کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں انہوں نے تمام ملک مغرب پر قبضہ پایا اور شہر تلمیزان کو اپنا دار الخلافہ مقرر کیا۔ یہ حال سن کر یحییٰ برکی سے ہارون الرشید نے مشورہ کیا یحییٰ نے ایک عرب سلیمان نامی کو اس جوان امام کے قتل کرنے کے لئے روانہ کیا سلیمان نے اپنے تئیں علی کے بڑے طرفداروں میں ظاہر کیا اور اسی وجہ سے امام ادریس نے اس پر اعتماد اور بھروسہ کر لیا۔ اس سلیمان نے موقع پا کر ان کو ایک زہر کی شیشی سنگھادی جس کی وجہ سے امام ادریس ~~۹۱۲ء~~ فوت ہو گئے قاتل بھاگ گیا مگر اس کے سر پر بھی ایک سخت زخم آیا اور امام ادریس کے دوست رشید نامی نے اس کا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا۔ اس جرم کے ارتکاب سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد امام ادریس کی بیویوں میں سے ایک کے لڑکا پیدا ہوا اپنے باپ کا جانشین تسلیم کیا گیا اور شہر فیض جس کو ششم میں اسی خاندان میں سے ایک نے آباد کیا تھا۔ دار الخلافہ مقرر ہوا ابراہیم بن اغلب نے اول اول تو یہ خیال کیا کہ اورس ثانی ابھی نابالغ ہے اس لئے اس کی سلطنت بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لینا چاہیے۔ لیکن پھر اس نے لڑائی کرنے سے اجتناب کیا۔ غالباً اس کا یہ سبب ہوا کہ اس نے خیال کیا کہ بنی امیہ کی سلطنت جو اسپین آندلس میں قائم ہو گئی ہے اس کے اس قدر قریب ایک علوی خاندان کی سلطنت ہونے سے بحالت ناراضگی خلیفہ بغداد مجھ کو بہت فائدہ ہوگا۔

اپنی سلطنت کے صوبجات کے فتنہ و فساد رفع کرنے اور مسلمان دشمنوں سے جنگ میں مصروف رہنے کے علاوہ خلیفہ ہارون الرشید کو سلطنت روم (بزنطائن) یا خوزار کی غیر مہذب اقوام ترکمانوں سے ہمیشہ لڑائیاں کرتی تھیں۔ ان دونوں میں سے کسی ایک دشمن کے مقابلہ کے لئے وہ اپنی نہ رکنے والی مسلمانوں کی تمام فوج کو نہیں بھیج سکتا تھا کیونکہ اس کی بہت سی فوج سلطنت کے کسی نہ کسی حصہ میں بغاوت کے فرو کرنے میں مصروف رہتی تھی تاہم ہارون الرشید یونانیوں کی سلطنت روم پر ہر سال حملہ کرتا رہتا تھا اور جس سال خود نہ جاتا اپنے ایک نہ ایک نائب کو جہاد پر بھیجتا تھا اور ہر دفعہ فتیاب ہو کر غنیمت میں بہت سا مال و دولت اور لوٹدی غلام لایا کرتا تھا۔ ~~۹۱۲ء~~ میں جاڑے کے موسم میں ایک بار عربوں کے لشکر کو

کریٹ اور قبرس  
کا فتح ہونا

شکست ہوئی۔ لیکن عربوں کے بیان کے موافق کرٹیس میں اور رومی (یونانی) مورخین کے بیان کے بموجب قبرس کی بحری لڑائی میں مسلمانوں کی فتح ہوئی۔ یونانی امیر البحر تھیوفیلوس گرفتار ہو کر ہارون الرشید کے حضور میں لایا گیا۔ خلیفہ نے اُس سے کہا کہ دو باتوں میں سے ایک بات قبول کر دیا اسلام یا موت جب اُس نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا تو اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ ہارون الرشید نے ۷۹۸ء میں یونانیوں کے شہر صمصاف پر قبضہ کر کے عبدالملک ابن صالح کو یونانیوں کے ملک میں اور آگے روانہ کیا۔ عبدالملک شہر ایک آگ بڑھے چلا گیا۔ یونانیوں کے شہنشاہ قسطنطین کو اس کی سترگ والدہ نے اندھا کر دیا۔ اس کے بعد جو واقعات یونان میں ہوئے اُن سے یونانیوں کی ہمت اور بھی ٹوٹ گئی۔ طرفین کے قید یوں کے تبادلے کے بعد اور یہ تبادلہ عباسیوں کے زمانے میں اول ہی مرتبہ تھا۔ عرب اپنے وطن کو لوٹ گئے۔ یونانیوں سے چار برس کے لئے صلح کا معاہدہ ہو گیا اور سلطنت روم کی شہنشاہ بیگم ایرینی نے خلیفہ کو ایک کثیر المقدار خراج دینا منظور کر لیا۔

اس طرف اہالیان خوزار یعنی ترکمانوں نے آرمینا پر حملہ کر کے بہت سے مسلمانوں کو تہ تیغ کیا چونکہ ہارون الرشید ان کو اپنی سلطنت کی حدود سے نکالنے کے لئے اس طرف گیا ہوا اس لئے اس سال وہ سلطنت روم کے غیر محفوظ مقاموں کو فتح کر کے فائدہ نہیں اٹھا سکا۔ ۸۰۲ء میں نائسفورس (نقفور) نے سلطنت روم پر قبضہ کر لیا خلیفہ کی اس سے پھر جنگ شروع ہوئی۔ اس نئے شہنشاہ روم (یونان) نے ہارون الرشید کو یہ خط لکھا۔

نائسفورس شاہ یونان کی جانب سے ہارون الرشید شاہ عرب کو معلوم ہوا کہ مجھ سے پہلے ملکہ جو یہاں تخت نشین تھی وہ اپنے تئیں نہایت کمزور اور تم کو بڑا ہی زبردست خیال کرتی تھی اس لئے وہ تم کو خراج دیا کرتی تھی حالانکہ اس رقم سے دو ہزار خراج خود تم کو ادا کرنا چاہیے تھا چونکہ وہ عورت تھی یہ اس کی کمزوری و حماقت تھی مرقوم ہے کہ جس قدر خراج سلطنت روم سے تم کو اب تک وصول ہو چکا ہے وہ سب اور نیز وہ رقم جو اپنے اس جرم کی معافی کے عوض ادا کرنا چاہو یہ سب میرے پاس بھیج دو ورنہ میرے اور تمہارے درمیان تلوار سے فیصلہ ہوگا۔

جب ہارون الرشید نے یہ خط پڑھا تو اُس کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔ امراء اور وزراء کسی

سلطنت یونان  
جنگ اور اس کی  
با جگہ گیری

نقفور شاہ یونان  
کا خط نام ہارون

میں اُس کی جانب آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی مجال نہیں ہوئی گفتگو کرنا تو کھنار رہا اس لئے تمام دربار کی خوف زدہ ہو کر اُس کے سامنے سے چلے گئے۔ تب خلیفہ نے دوات اور قلم منگا کر اپنے ہاتھ سے نانسفورس کے خط کی لپٹ پر یہ جواب لکھا۔

بسم اللہ الرحمن۔ امیر المؤمنین ہارون الرشید کی جانب سے نانسفورس سگ روم کو معلوم ہو کہ اے سپر کافرہ تمہارا خط میرے پاس پہنچا اُس کا جواب کانوں سے سننے کے بجائے تم آنکھوں سے دیکھ لو گے۔ ہارون اسی دن مع فوج یونان کی طرف روانہ ہو گیا اور شہر سیریکلی رہ قلعہ کو فتح کر کے جلا دیا اور ویران کر ڈالا پھر یونان کا بہت سا علاقہ فتح کر لیا یہاں تک کہ نانسفورس نے جو ایک باغی مسمیٰ بارڈنیس کی سرکوبی میں مصروف تھا مجبوراً صلح کے لئے التجا کی یہ صلح آخر کار خلیفہ نے اس شرط پر منظور کر لی کہ نانسفورس ہر ششماہی خرچ ادا کیا کرے۔

لیکن ہارون الرشید جب واپس آ گیا اور رقبہ میں پہنچ گیا اور نانسفورس نے بارڈنیس پر فتح پالی تو یہ خیال کر کے کہ آج کل سردی نہایت سخت پڑتی ہے اس لئے خلیفہ واپس آ کر اب میرے ملک پر حملہ نہیں کر سکے گا معاہدہ فسخ کر دیا۔ جب اس امر کی اطلاع رقبہ میں پہنچی تو ہارون الرشید سے یہ واقعہ کہنے کی کسی میں ہمت نہ پڑی اس خیال سے کہ ایسے سخت موسم میں کہیں خلیفہ اسی کو لڑائی پر تہہ بیدے آخر کار ایک شاعر نے اشعار کے ذریعے سے اس امر کی آگاہی خلیفہ کو دی جن کا مطلب یہ تھا کہ نانسفورس نے وہ معاہدہ فسخ کر ڈالا جو امیر المؤمنین نے اُس سے کیا تھا لیکن امید ہے کہ اس نقص معاہدہ سے وہی برباد ہوگا امیر المؤمنین کو خوشخبری دی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایک بڑی فتح عنایت کرے گا۔ اور وہ ایسی فتح ہوگی جو ہمارے زمانہ کی تمام فتوحات سے زیادہ شان و شوکت والی ہوگی۔ جب کہ ہارون الرشید کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے کہا کہ کیا نانسفورس نے معاہدہ منسوخ کر دیا۔ وہ وزیروں سے بہت ناراض ہوا کہ انہوں نے اس امر کی اطلاع بھی نہ دی اور مجھ کو دھوکہ میں رکھا۔ خلیفہ اسی وقت سرحد یونان کی طرف روانہ ہوا اگرچہ سردی نہایت سخت تھی اور مسلمانوں کو بڑی سخت مصیبت برداشت کرنا پڑی لیکن ہارون الرشید نے نانسفورس کو سخت شکست دی۔ یونان کی چالیس ہزار فوج قتل ہوئی آخر کار بعد تبادلاً اسیران طرفین پھر صلح ہو گئی۔ علی ابن عیسیٰ نے بغاوت خراسان میں برپا کر رکھی تھی جس کا ہم آئندہ تذکرہ کریں گے۔ اس سے یونانیوں سے فائدہ اٹھانا چاہا اور پھر مسمیٰ کا اظہار کیا۔

خط بنام  
انسفورس

شاہ یونان سے  
جنگ ہونا اور  
مسمیٰ کا ششماہی  
خرچ ادا کرنا

یونانیوں کی  
بد عہدی  
اور انکی تباہی

ہارون الرشید نے ایک لاکھ پینتیس ہزار فوج سے حملہ کر کے ہریکلی کو فتح کر لیا اور ہارون الرشید کے جرنیلوں نے ملک روم کے دیگر تمام قلعجات فتح کر کے منہدم کر دیئے اور خلیفہ کے بڑے جہازات نے جزیرہ قبرس کے قریب ۷۱ ہزار یونانیوں کو گرفتار کر کے ملک شام کو روانہ کر دیا۔

نائسفورس کی اب کے بار بالکل ہمت ٹوٹ گئی اور وہ شکستہ دل ہو گیا۔ مجبوراً اس لئے نہایت عاجزانہ شرائط منظور کر کے صلح کی التجا کی اپنے اور اپنے بال بچوں اور بی بی وغیرہ کا جزیرہ دنیا منظور کیا اور اقرار کیا کہ ہریکلی کو اب کبھی آباد نہ کروں گا۔ جوہنی کہ خلیفہ وہاں سے واپس آیا یہ سب اقرارات فراموش کر دیئے گئے اور شہنشاہ میں یونانیوں نے یزید ابن مخلد کو شکست دی جو ہارون الرشید کے حکم سے دس ہزار فوج کے ہمراہ یونانیوں کے مقابلہ کو گیا ہوا تھا۔ یزید کو یہ شکست شہر طوس کے نزدیک ہوئی ہرثمہ بن اعین جو تیس ہزار کی جمعیت سے قلعہ طوس اور سرحد کی حفاظت کے لئے متعین تھا وہ بھی اچھی طرح کامیاب نہ ہو سکا۔ اس کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ہرثمہ کو خراسان کی بغاوت رفع کرنے کے لئے خلیفہ نے ادھر بھیجا یا اس لئے یونانی کچھ عرصہ کے لئے اس قابل ہو گئے کہ مسلمانوں کی حکومت کو ان سے خوب پیدا ہو گیا۔

ہارون الرشید نے اپنا غصہ ان عیسائیوں پر کہ جو اس کی سلطنت میں رہا کرتے تھے

اس طور سے اتارا کہ عمر خلیفہ دوم نے بیت المقدس فتح کرنے کے وقت ذمی عیسائیوں کیلئے قواعد اور ضوابط بنا دیئے۔ حضرت عمر نے بیت المقدس کے عیسائیوں کیساتھ جو معاہدہ کیا تھا اس سے بڑھ کر کوئی عمدہ اور آسان اور سیر التعمیل معاہدہ غیر قوموں کی حفاظت جان اور مال اور آزادی کیلئے ہو نہیں سکتا اس بات کو سب مورخوں نے تسلیم کیا ہے لیکن تعجب ہے کہ مسٹر پامر عیسائی فاضل شخص یوں تحریر کرتا ہے کہ ہارون الرشید نے اپنے غصہ کے جوش میں عیسائیوں کے ستانے کے لئے اپنے ملک میں یہ معاہدہ پھر جاری کر دیا بادی النظر میں تو اس عبارت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس بادشاہ کو مسٹر پامر عالم اور سفاک ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ یعنی ہارون الرشید کو تو ان کی اس تحریر سے تو عکس اس کے ظلم گئے اس کے انصاف بجا اور عدل گستری اور نصفت پسندی اور غیر قوموں کے ساتھ مراعات اور حسن سلوک کی تعریف نکلتی ہے کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے معاہدہ کے نفاذ پر کرنے سے پہلے اس ہارون الرشید نے عیسائیوں کے لئے نہایت سی آسان اور سہل قوانین مقرر کر رکھے ہوں گے حضرت عمر کا معاہدہ بالکل سخت نہ تھا بلکہ اس سے جس قدر عیسائیوں کی جان و مال اور آزادی کی حفاظت تھی اس کی نظیر اس زمانہ کی کسی سلطنت اور قوم میں نہیں مل سکتی۔ مسٹر پامر نے حضرت عمر کے معاہدہ بیت المقدس کا غلط ترجمہ لکھا ہے اس لئے ہم ناظرین کی آگاہی کے واسطے اس معاہدہ کا ترجمہ تاریخ ابو جعفر جریر طبری دفعہ بیت المقدس سے ذیل میں تحریر کرتے۔ بیت المقدس کا معاہدہ حضرت عمر کی موجودگی میں ہوا تھا اس میں خود انہیں کے الفاظ ہیں اور وہ معاہدہ یہ ہے کہ یہ وہ امان موجود خدا کے غلام امیر المؤمنین عمر نے ایلیا بیت المقدس کے لوگوں کو دی یہ امان ان کی جان۔ مال۔ گرجا صلیب۔ تدارست بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کیلئے سچا صلح رکھانے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائیگی نہ وہ گرائے جائیگی نہ ان کو یا ان کے احاطہ کو کچھ نقصان پہنچایا جائیگا۔ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائیگی۔ مذہب کے بارہ میں ان پر چیر نہ کیا جائیگا نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائیگا ایلیا میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہتے پائیں ایلیا والوں پر یہ فرض ہے کہ اور شہروں کی طرح جزیرہ اور یونانیوں کو نکالیں۔ ان یونانیوں میں سے جو شہر سے (بقیہ صفحہ آئندہ)

شاہ یونان نے  
جزیرہ و خراج  
دینا منظور  
کیا

ہرثمہ کی روانگی  
جانب خراسان  
اور یونانیوں  
کی باجھری

حضرت عمر  
خلیفہ دوم کا  
معاہدہ عیسائیوں  
ساکین بیت المقدس  
سے

دیئے تھے اور بعدہ نسوخ ہو گئے تھے ان کا اپنی سلطنت میں پھر نفاذ کر دیا وہ قواعد و ضوابط حسب ذیل ہیں  
عیسائیوں کی جان اور ان کے مال کی پورے طور سے حفاظت کی جائیگی اور ان کے گرجاؤں کی حفاظت کی بھی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۸۵) نکلے گا اس کی جان و مال کو اس سے تانکے وہ جانے پہنچ جائے اور جو ایلیا ہی میں رہنا اختیار کرے اس کو بھی  
اس سے اور جز یہ دینا ہوگا اور ایلیا والوں میں سے جو شخص اپنی جان و مال بندہ یونانیوں کے ساتھ چلا جاتا چاہے تو ان کو اور ان کے گرجاؤں کو  
صلیبوں کو اس سے ہرگز نہ ہٹائے کہ وہ اپنی جان بچائے اور جو کچھ اس تحریر میں ہے اس پر خدا کا رسول کا خلفا کا مسلمانوں کا ذمہ ہے  
بشرطیکہ یہ لوگ جزیرہ مقررہ ادا کرتے رہیں اس تحریر پر گواہ ہیں خالد بن ولید اور عمرو بن العاص اور عبدالرحمن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیان  
اور سنان بن سحر میں لکھا ہے "اس فرمان میں صاف تصریح ہے جیسا کہ ایک فاضل محقق تحریر کرتا ہے کہ عیسائیوں کے  
جان و مال اور مذہب ہر طرح سے محفوظ رہیں گے اور یہ ظاہر ہے کہ کسی قوم کو جس قدر حقوق حاصل ہو سکتے ہیں ان ہی میں جنہوں  
سے تعلق رکھتے ہیں۔ گرجے اور چرچ کی نسبت یہ تفصیل ہے کہ وہ گورنر کے جاویں گے نہ ان کی عمارت کو کسی قسم کا نقصان نہ ہوا  
جائے گا نہ ان کے احاطوں میں دست اندازی کی جائیگی۔ مذہبی آزادی کی نسبت دوبارہ تصریح ہے لایکہ ہون علی دینہم  
عیسائیوں کے خیال میں جو کہ حضرت عیسیٰ کو یودیوں نے صلیب دے کر قتل کیا تھا اور یہ واقعہ خاص بیت المقدس میں پیش آیا تھا  
اس لئے ان کی خاطر سے یہ شرط منظور کی کہ یودی بیت المقدس میں نہ رہنے پائیں گے یونانی باوجود اس کے کہ مسلمانوں سے لڑنے سے اور  
درحقیقت وہی مسلمانوں کے اصلی عدو تھے تاہم ان کے لئے یہ خاص رعایتیں ملحوظ رکھیں کہ بیت المقدس میں رہنا چاہیں تو وہ  
ہیں اور نکل جانا چاہیں تو نکل کر چاسکتے ہیں دونوں حالتوں میں ان کو اس حال ہوگا اور ان کے گرجا اور عبادتوں سے کچھ تعرض نہ کیا جائے گا۔  
سب سے بڑھ کر یہ کہ بیت المقدس کے وہ عیسائی جو وطن سے نکل کر رومیوں سے جا ملیں تو اس پر بھی ان سے کچھ تعرض نہ کیا جائے بلکہ ان کے  
گرجے وغیرہ جو بیت المقدس میں ہیں سب محفوظ رہیں گے کیا کوئی قوم مفتوح ملک کے ساتھ اس بڑھ کر انصاف نہ بنا کر سکتی ہے سب سے  
مقدم امر یہ ہے کہ ذمیوں کی جان و مال کو مسلمانوں کی جان و مال کے برابر قرار دیا کوئی مسلمان اگر کسی ذمی کو قتل کر داتا تھا تو عمر فوراً  
اس کے لئے اس مسلمان کو قتل کر دیتے تھے امام شافعی نے روایت کی ہے کہ قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو مار  
ڈالا حضرت عمر نے لکھ بھیجا کہ قاتل مقتول کے وارثوں کو دیدیا جائے چنانچہ وہ شخص مقتول کے وارث کو جس کا نام حنین تھا ہوا لکھا گیا اور اس نے  
اس کو قتل کر ڈالا اور یہ فی تخریج الہدایہ مطبوعہ دہلی ۳۶۰ مال اور جانوروں کے متعلق ان کے حقوق کی حفاظت اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے؟  
کہ جس قدر زمینیں ان کے قبضے میں تھیں وہ اسی حیثیت سے بحال رکھی گئیں کہ جس حیثیت سے پہلے ان کے قبضے میں تھیں یہاں تک کہ مسلمانوں کو  
ان کی زمینوں کا خریدنا بھی ناجائز قرار دیا گیا ایک بڑا حق جو رعایا کو حاصل ہو سکتا ہے یہ ہے کہ انتظامات ملکی میں ان کو حصہ دیا جائے حضرت عمر نے  
ہمیشہ ان انتظامات میں جن کا تعلق ذمیوں سے ہوتا تھا ذمیوں کے مشورے اور استصواب کے بغیر کام نہیں کرتے تھے عراق کا بندوبست جب  
پیش تھا تو عجمی رئیسوں کو مدینہ بلا کر مال گذاری کے حال دریافت کئے پھر میں جو انتظام کیا اس میں مقوقس و عیسائی حاکم مصر از جانب روم لکھ  
قبل فتح مصر سے اکثر رائے کی (مقریزی جلد اول صفحہ ۷۷) جان و مال اور جائیداد کے متعلق جو حقوق ذمیوں کو دیئے گئے تھے وہ صرف  
زبانی نہ تھے بلکہ نہایت مضبوطی کے ساتھ اس کی پابندی کی جاتی تھی۔ شام کے ایک کاشتکار نے شکایت کی کہ اہل فوج نے اس کی زراعت  
کو مال کر دیا حضرت عمر نے بیت المال سے دس ہزار درہم اسکو معاوضہ میں دیئے۔ کتاب الخراج صفحہ ۶۸  
بعض احکام رسوم اور عادات کے متعلق تھے مثلاً ذمی مسلمانوں کے ساتھ وضع قطع لباس سواری میں مشابہت نہ کریں اور لمبی ٹوپیاں  
اور عین اور ان کی زین کے آگے گول لکڑی ہو اور ان کی جوتوں کے تسمے دوسرے ہوں اور ان کی عورتیں گجاوول پر نہ سوار ہوں  
اس کی وجہ جو حضرت عمر نے یہ ظاہر کی تھی کہ یہ باپیں اس لئے مقرر کی جاتی ہیں تاکہ ذمیوں کی وضع مسلمانوں کی وضع سے الگ رہے  
بلاشبہ یہ حضرت عمر کے احکام ہیں لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ احکام ذمیوں کی حقارت کی وجہ سے صادر ہوئے تھے سخت غلطی ہے بلاشبہ حضرت  
عمر کا ایک طبی مذاق تھا کہ وہ قومی امتیاز کو پسند کرتے تھے انہوں نے اہل فوج کو اکثر فرزانوں میں لکھا ہے کہ وہ جاڑوں میں صوبہ کھانا نہ کھائیں  
گھوڑوں پر رکاکے سہارے سے سوار نہ ہوں موٹے کپڑے استعمال کریں جن سے مقصد یہ تھا کہ اہل عرب اپنے ملک اور وطن کی  
خصوصیتوں کو محفوظ رکھیں۔ اسی بنا پر انہوں نے اہل عجم کو جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا تاکید کی کہ وہ اپنی قومی خصوصیتوں کو ضائع  
نہ ہونے دیں اہل عجم زمانہ اسلام سے پہلے زنا ربا نہ تھے تھے لمبی ٹوپیاں اور تھے تھے ان کے زین آج کل کے انگریزی زین کے مشابہ  
ہونے تھے ان کی عورتیں اونٹوں پر سوار نہیں ہوتی تھیں چنانچہ انہیں رسوم و عادات کی نسبت حضرت عمر نے حکم دیا کہ اہل فوج کی پابندی  
کریں اول اول یہ حکم تھا کہ اہل ذمہ اسلامی شہروں میں اپنی عبادت گاہیں نہ بنائیں لیکن ان کا مقصد صرف اس قدر تھا کہ بقیہ صفحہ آئندہ)

ذمہ داری کی جاتی ہے مسلمانوں کی جانب سے ان کی مذہبی رسوم کی ادائیگی میں یا ان کے مکانات میں یا دیگر عمارات میں کوئی مداخلت نہیں کی جاوے گی بشرطیکہ ایسے گرجا اور دیگر مذہبی عمارات مسلمان حکام کے ملاحظہ کیلئے لات اور دن کشادہ رہیں۔ تمام اجنبی اور دیگر قوم کے اشخاص کو اجازت دی جاتی ہے کہ اگر وہ مناسب سمجھیں تو اس شہر کو چھوڑ کر چلے جاسکتے ہیں لیکن جو شخص کہ یہاں رہنا پسند کرے گا اس کو انہیں ضوابط کا پابن رہنا پڑے گا۔ کسی شخص سے محصول وغیرہ جب تک کہ فصل درو شاہ جمع نہ کر لی جائے نہ لیا جاوے گا۔ مسلمانوں کا ادب ہر جگہ کرنا پڑے گا۔ عیسائیوں کو مسلمانوں کے ساتھ نہایت خوش اخلاقی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۸۶) کہ امن و امان میں خلل نہ ہو اور مسلمان رعایا جو اکثر عرب کی نسل سے تھی اور ناقوس کی صداؤں سے ان کے کان آشنا نہ تھے فساد پر آمادہ نہ ہو جائیں۔ جب یہ خوف جاتا رہا تو ذمیوں کو عام اجازت مل گئی۔ چنانچہ بغداد میں جو خاص اسلامی شہر تھا سینکڑوں ہزاروں چرچ اور گرجے تعمیر ہوئے اضلاع کے حکام کو تاکید فرما دی جاتی تھی کہ ذمیوں کی کسی طرح کی زیادتی نہ ہونے پائے اور خود بالمشافہہ لوگوں کو اس کی تاکید کرتے رہتے تھے قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج کے باب الجزیہ میں روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ جب شام سے واپس آ رہے تھے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ دھوپ میں گھڑے ہیں اور ان سر پر تیل ڈالا جا رہا ہے لوگوں سے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ "ناداری" فرمایا کہ چھوڑ دو اور ان کو تکلیف نہ دو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ لاتعدوا بالناس فان الذین یعدون الناس فی الدنیا یعدونہم اللہ لیس فی القیامتہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگوں کو تکلیف نہ دو جو لوگ دنیا میں لوگوں کو عذاب پہنچاتے ہیں خدائے تعالیٰ قیامت میں ان کو عذاب پہنچائے گا۔

مذہبی امور میں ذمیوں کو پوری آزادی حاصل تھی وہ ہر قسم کے مذہبی رسوم ادا کرتے تھے علانیہ ناقوس بجاتے تھے صلیب نکالتے تھے ہر قسم کے میلے تھیلے کرتے تھے ان کے پیشوا یا مذہبی کوچوں کی اختیارات حال تھے وہ بالکل برقرار رکھے گئے تھے مگر سنسکرتیہ کا پیٹر پارک (پادری اعظم) بنیامین تیرہ برس روہیوں کے ڈر سے اور دوسرا مارا پھر عمر ابن العاص نے جب مصر فتح کیا تو سنسکرتیہ میں اس کو تحریری امان لکھ کر بھیجی وہ نہایت ممنون ہو کر آیا اور پیٹر پارک کی کرسی دوبارہ اُس کو نصیب ہوئی چنانچہ علامہ مقرر زنی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۹۲ جلد اول میں اس واقعہ کی پوری تفصیل لکھی ہے حضرت عمر اسلام کی اشاعت کی اگرچہ نہایت کوشش کرتے تھے اور مذہب خلافت کے لحاظ سے ان کا یہ فرض تھا لیکن وہیں تک جہاں تک وعظا اور نیک کے ذریعے سے ممکن تھا اور نہ یہ خیال وہ ہمیشہ ظاہر کر دیتے تھے کہ مذہب قبول کرنے پر کوئی شخص مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ استبق ان کا ایک عیسائی غلام تھا۔ اس کو ہمیشہ مذہب اسلام قبول کرنے کی ترغیب دلاتے تھے لیکن جب اُس نے انکار کیا تو فرمایا کہ لا اراہ فی الدین یعنی مذہب میں زبردستی نہیں ہے۔

ذمیوں کو نئی عبادت گاہوں کو بنانے، شراب پینے، صلیب نکالنے، ناقوس پھونکنے، اصطباغ دینے سے ممانعت کرنا یہ سب احکام جن قیدیوں کے ساتھ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے دیئے تھے وہ بالکل مناسب تھے لیکن زانا بچہ کے مورخوں نے ان قیدیوں کا ذکر چھوڑ دیا اور اس وجہ سے دنیا میں ایک عالمگیر غلطی پھیل گئی صلیب کی نسبت معاہدہ میں جو الفاظ تھے اس میں یہ قید تھی کہ مسلمانوں کی مجلس میں صلیب نہ نکالیں ناقوس کی نسبت یہ تصریح تھی کہ ذمی رات دن میں جس وقت چاہیں ناقوس بجائیں لیکن نماز کے وقتوں میں نہ بجائیں سور کی نسبت یہ الفاظ تھے کہ ذمی سور کو مسلمانوں کے احاطہ میں نہ لے جائیں۔ اصطباغ کے باغے میں صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ جن کے باپ مسلمان ہو چکے اُس کی نابالغ اولاد کو اُس کے باپ کے مرنے پر اصطباغ دے کر عیسائی نہ بنائیں آج کل جس قدر تاریخیں متداول ہیں ان میں غیر قوموں کی نسبت حضرت عمر کے نہایت سخت احکام منقول ہیں لیکن جب اس بات پر لحاظ کیا جائے کہ یہ اس زمانے کی تصنیفیں ہیں جب اسلامی گروہ میں تعصب کا مذاق پیدا ہو گیا تھا اور اس کے ساتھ قدیم زمانہ کی تصنیفات پر نظر ڈالی جائے جس میں اس قسم کے واقعات بالکل نہیں باہت کم ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس قدر تعصب آتا گیا ہے اسی قدر روایتیں خود بخود تعصب کے سانچے میں ڈھلتی گئی ہیں۔ خلیفہ دوم یعنی حضرت عمر کا معاہدہ جو بیت المقدس کے مفتوح عیسائیوں کے ساتھ کیا گیا اس کی عمر کی نسبت اور زائد نتائج اخذ کرنے کا بار آپ ناظرین پر ڈالنا چاہئے ۱۲ مصباح

سے پیش آنا ہوگا اور جب وہ آویں تو ان کی تعظیم کیلئے کھڑا ہونا چاہیے اور اپنی مجلسوں میں ان کو سب سے اعلیٰ جگہ پر بٹھانا چاہیے۔ شہر نڈا میں باؤس کے باہر مسلمانوں کے ملک کے کسی حصہ میں عیسائی گرجا یا خانقاہ یا دیگر مذہبی عمارت نہیں بنا سکیں گے اور وہ اپنی اولاد کو قرآن شریف نہیں پڑھائیں گے لیکن اگر کوئی عیسائی مسلمان بننا چاہے گا تو اس امر سے اس کو ممانعت نہیں کی جاوے گی عیسائی مذہب کی کسی رسم کو عام طور سے کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ عیسائی مسلمانوں کے لباس یا اطوار و عادات کی نقل نہ کر سکیں گے نہ مسلمانوں کی زبان میں تحریر یا نقش و نگار کر سکیں گے نہ مسلمانوں جیسے نام رکھ سکیں گے۔ نہ گھوڑوں پر زین ڈال کر سوار ہو سکیں گے اور نہ صلیب کو پہن سکیں گے اور نہ عوام میں اس کو ظاہر کر سکیں گے۔ گھنٹیوں کا بھی وہ استعمال نہ کر سکیں گے۔ نہ ناقوس بجا سکیں گے۔ ہاں آہستہ آواز سے بجانے کا مضائقہ نہیں ہے نہ شمع و چراغ اپنی عمارت وقف میں رکھیں گے اور اپنے مردوں پر روتے ہوئے چلا چلا کر آوازیں نہیں نکال سکیں گے اور اپنے سر کے آگے کا حصہ منڈوا یا کرینگے اور اپنی پوشاک لپیٹے رکھا کریں گے۔ اور آخری شرط یہ ہے کہ کسی مسلمان کے گھر میں کسی عذرا اور حیلہ سے مداخلت نہ کر سکیں گے ان شرائط کے علاوہ حضرت عمر نے مفصلہ ذیل واقعات اور ایراد کر دیئے تھے کہ کوئی عیسائی کسی مسلمان کو نہ مارے گا اور اگر عیسائی مفصلہ بالا شرائط میں سے کسی شرط کی پابندی نہ کریں گے تو عیسائی اقرار کرتے ہیں کہ ان کی جان کی حفاظت ضبط سمجھی جائے اور ان کو وہی سزا دی جائے جو باغی رعایا کو دی جاتی ہے۔“

اب تک ہم نے ہارون الرشید کے متعلق صرف انہیں واقعات کا ذکر کیا ہے کہ جو سلطنت سے تعلق رکھتے تھے اور درحقیقت اس میں خلیفہ ہی سب سے زیادہ کارکن معلوم ہوتا ہے لیکن ابھی تک اس کے متعلق اور کچھ حالات معلوم نہیں ہوئے ان سب واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف ہارون الرشید ہی نظم و نسق سلطنت نہیں کرتا تھا بلکہ اس کا وزیر یحییٰ برکی اور اس کے بیٹے بھی کیا کرتے تھے۔ خلیفہ ہارون الرشید کے ذاتی کارنامے اور اس کی تواریخ سلطنت خاندان برکی کے ساتھ ایسے وابستہ اور ملے جلے ہوتے ہیں کہ برکیوں کے ذکر کے بغیر خلیفہ ہارون الرشید کا حال بطور ایک عام آدمی کے تحریر کرنا بالکل ناممکن ہے۔



دعوت برکی

جن ناظرین نے کتاب الف لیلہ دیکھی ہوگی ان کو جعفر برکی کے نام سے خوب آگاہی ہوگی  
 خلیفہ ہارون الرشید جب بغداد میں بیس بدل کر اتوں کو رعایا کا حال دریافت کرنے پھر اکر تا تھا تو  
 جعفر ہمیشہ خلیفہ ہارون الرشید کے ہمراہ ہوتا تھا الف لیلہ کے ایک بامذاق قصہ میں جو دعوت  
 برکی کا ذکر ہے اسی وجہ سے یہ جملہ "دعوت برکی" زبان انگریزی میں ایک ضرب المثل بن گیا ہے  
 برکیوں کا قصہ اور خاص کر جعفر برکی کے قتل کا ذکر تمام مشرقی ممالک کی تاریخوں میں سب سے زیادہ  
 رنج دہ اور رقت آمیز بیان ہے۔ اب ہم برکیوں کا تھوڑا حال مختصر طور سے بیان کرتے ہیں۔

## باب سوم

### زوال خاندان برکی

یحییٰ برکی ہارون الرشید کا قدیمی محافظ اور التالیق تھا اُس کے خاندان کے ساتھ ہارون الرشید  
 نے جو کچھ کیا اور خصوصاً اپنے رفیق جعفر کو قتل کیا یہ واقعہ ہارون الرشید کے عہد حکومت  
 میں سیاہ داغ ہے۔

ہارون الرشید کی طبیعت کے خاندان برامکہ سے یک نخت مکر ہو جانے کے کئی سبب تھے  
 برامکہ کے برخلاف بہت سے مقتدر لوگ حقیقت میں دشمن ہو گئے تھے سب سے بڑا سبب مخالفت تو  
 یہ تھا کہ برکی خالص ایرانی نسل تھے اور سلطنت کے اعلیٰ اعلیٰ عہدے اور مناصب انہیں کے  
 خاندان میں مخصوص ہو گئے تھے اس طرح سے گویا سلطنت کی حکومت و حقیقت برامکہ ہی کے  
 ماتھے میں تھی اور یہ بات گروہ عرب کو ناگوار تھی گروہ عرب جس کا سرگروہ فضل بن الریح تھا اور اس  
 فضل کا باپ عہد حکومت خلیفہ الہادی میں وزیر رہ چکا تھا لیکن ہارون الرشید نے اُس  
 کو موقوف کر کے یحییٰ کو اپنا وزیر اعظم مقرر کر لیا تھا ہر موقع پر برامکہ کے خلاف ہارون الرشید

ہارون الرشید  
 کے برامکہ سے  
 یک نخت ناراض  
 ہو جانے کے  
 اسباب

کی طبیعت کو مشتعل اور برہم کرتا رہتا تھا ایک مرتبہ ایک منگوم عرضی گننام کسی نے خلیفہ ہارون الرشید کے حضور میں ارسال کی اس عرضی کا مطلب ذیل میں تھا۔

جعفر کی شکایت  
میں گننام  
منگوم عرضی

زمین پر جو خدا کا امین ہے اور جو محل و عقار کی طاقت رکھتا ہے اس سے کہہ دو کہ سپران بچی تیرے مانند بادشاہ ہیں تجھ میں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے وہ تیرے حکموں کو رد کرتے ہیں لیکن ان کے حکموں کی پورے طور پر تعمیل ہوتی ہے جعفر نے ایک ایسا محل بنایا ہے جس کے مانند محل میں کوئی ہندوستانی یا ایرانی کبھی نہیں رہا اس محل کے فرش زمین میں موتی لعل نصب ہیں اور اس کی چٹنگیری عود و عنبر سے بنائی گئی ہے ہم کو یہ خوف ہے کہ جب تو قبر میں چھپ جاوے گا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تیری سلطنت پر قابض ہو جائے سوائے نگر ام نوکر کے اور کس کا ایسا خیال اپنے آقا کی نسبت ہو سکتا ہے؟

برکیوں میں مذہبی پابندی بھی بہت کم تھی شیعوں نے مذہب اسلام میں جو بدعتیں کر لیں تھیں ان کی جانب براہکہ کا میلان طبع علانیہ تھا براہکہ کے محلوں میں جو مجلسیں ہوتی تھیں ان میں مذہبی مباحث پر آزادانہ طور سے علانیہ رائے دی جاتی تھی ان کے دشمن یہ سب باتیں تلاش کر کے اور چن چن کرتا کہ ان پر الزام آسکے ہارون الرشید تک پہنچاتے تھے۔ پھر ایک اور عرضی جس پر سینکڑوں لوگوں کے دستخط تھے ایک عالم نے ہارون الرشید کے حضور میں براہکہ کی شکایت میں پیش کی جس کا مضمون یہ تھا کہ امیر المؤمنین! تو خدا کو محشر میں کیا جواب دے گا اور اللہ تعالیٰ کے روبرو تو اپنے کاموں کو مستحسن کیسے ثابت کر سکے گا؟ حالانکہ تو نے یحییٰ ابن خالد اور اس کے بیٹوں اور رشتہ داروں کو غیر محدود اختیار دے رکھا ہے اور ان کو تمام سلطنت کی حکومت تفویض کر رکھی ہے یہ لوگ زندیق اور مرتد ہیں اور زندیق کے اصولوں پر خفیہ طور سے کار بند ہیں۔

براہکہ میں مذہبی  
پابندی کم  
تھی

براہکہ کی شکایت  
میں دوسری  
عرضی

ہارون الرشید نے یہ عرضی اغلباً تنبیہ اور احتیاط کی غرض سے یحییٰ کو دکھائی اور اس عالم کو جنہوں نے یہ عرضی تحریر کی تھی اور جن کا نام محمد تھا قید کر دیا لیکن اس امر میں کچھ شک نہیں کہ اس عرضی کے مضمون سے ہارون الرشید کے دل پر بڑا اثر ہوا تاہم اس بات کے یقین کرنے کیلئے بہت سی دلیلیں موجود ہیں کہ خاندان برکی پر جو ارتداد اور الحاد یا نمک حرامی اور بے انتہا لالچ کا الزام لگایا گیا تھا۔ ان سب باتوں سے خلیفہ ہارون الرشید شیم پوشی کر جاتا اور ان پر کچھ بھی خیال

نہ کرتا اگر ایک خانگی توہین نہ ہوتی جس کی بابت ہارون الرشید نے خیال کیا کہ یہ بدنامی اسی طرح رفع  
 ہو سکتی ہے کہ جو جو اشخاص اس سے تعلق رکھتے ہیں ان کو فوراً قتل کر دیا جائے۔ اس خانگی امر کی  
 صرف درباریوں اور ندیموں ہی کو خبر ہوئی لیکن ہارون الرشید نے اپنے خون درشتہ دار  
 کی عزت کے بزور بچانے میں جو ظالمانہ طریقہ اختیار کیا اس وجہ سے یہ بات عوام کو بھی معلوم ہو گئی  
 اور تمام آئندہ مورخین کے لئے رائے ظاہر کرنے کے واسطے یہ حال ایک جواب مضمون ہو گیا یہ بات  
 جعفر برکی اور عباسہ خواہر ہارون الرشید کی شادی (جو مثل افسانہ کے ہے) کا واقعہ ہے ہارون الرشید  
 کو جعفر سے اس قدر محبت ہو گئی تھی کہ وہ اس کا تھوڑی دیر کیلئے بھی اپنے پاس سے علیحدہ ہونا گوارا  
 نہیں کرتا تھا اور یہ اتحاد اور محبت کا جوش اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ ہارون الرشید نے ایک چوغہ اس  
 قسم کا بنوایا تھا کہ جس میں دو گریبان رکھوائے تھے۔ اس چوغہ کو خلیفہ اور جعفر ایک ساتھ اور ایک ہی وقت  
 پہنا کرتے تھے۔ اسی طرح سے ہارون الرشید کو اپنی بہن عباسہ سے کمال محبت تھی۔ چونکہ بوجہ پردہ کے  
 جعفر کی موجودگی میں وہ ہارون کے پاس نہیں آ سکتی تھی اس لئے ہارون الرشید نے یہ خیال  
 کیا کہ عباسہ اور جعفر کا نکاح کر دیا جائے کیونکہ پردہ کی قید کے رفع ہو جانے کے بعد یہ دونوں  
 آزادانہ طور سے میرے پاس آ سکیں گے لیکن ہارون الرشید ہمیشہ بات فخریہ کہتا تھا کہ میں ہی  
 ایک خالص ہاشمی النسل صرف ایسا خلیفہ ہوں جو کہ تخت پر بیٹھا ہوں پس ہارون الرشید یہ خیال  
 ایک لمحہ کیلئے بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ اس کے خاندان کا خالص خون ایک ایرانی جوان  
 کے خون کی آمیزش سے گدلا کیا جائے۔ اس لئے نکاح کی وقت ہارون الرشید نے جعفر اور عباسہ  
 دونوں سے یہ عہد قسیمہ کر لیا کہ سوائے ہارون الرشید کے حضور کے وہ کبھی آپس میں ملاقات نہ کریں  
 اور نہ زنا شوئی کے تعلقات رکھیں کہ ان کا نکاح صرف برائے نام کر دیا گیا ہے۔  
 نکاح ہو جانے کی وجہ سے جعفر کو حرم سلطانی میں آزادانہ طور سے آمد و رفت کی اجازت ہو گئی  
 اور اس کو اکثر شہزادیوں کے پاس بیٹھنے کا اتفاق ہونے لگا۔ لیکن خلیفہ کی ناراضگی کے خطرناک  
 نتیجے سے وہ خوب آگاہ تھا اس وجہ سے اس نے ہمیشہ یہ احتیاط رکھی کہ عباسہ کی جانب نظر ہی  
 نہیں اٹھاتا تھا۔ لیکن عباسہ جعفر کی طرح محتاط نہ تھی اور اس نے ٹھان لی تھی کہ میں تجرد میں اپنی  
 زندگی نہیں گزاروں گی علاوہ ازین جعفر نہایت حسین اور خوبصورت تھا عباسہ کو اس سے اعلیٰ درجہ کا

جعفر اور عباسہ  
 کی شادی

تعلق ہو گیا آخر کار لالچ اور خوف سے عباس نے جعفر کی ماں کو اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ جعفر اور عباس دونوں کی ملاقات کو شش کر کے کرادگی اس لئے اس نے جعفر سے اول ہی یہ کہنا شروع کیا کہ ایک بڑی ہی صبح و صبح کنیز بکتی ہے اور وہ بڑی قابل اور لائق ہے۔ غرض کہ یہاں تک اسکی تعریف کی کہ جعفر اس کنیز کے نام پر غائبانہ عاشق ہو گیا جعفر کی ماں نے کنیز کے دھوکے میں عباس اور جعفر کی ملاقات کرادی جب صبح ہوئی اور جعفر سے شراب کا نشہ اتر ا جو اس کی ماں نے اس کو پلا دی تھی اور اس نے عباس کو شناخت کیا تو جعفر خلیفہ کے خوف سے کانپنے لگا اور اپنی ماں سے شکایت کی کہ تم نے ہم دونوں کو برباد کر ڈالا۔ بہر حال اب بچاؤ کی صرف ایک تدبیر باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ بات نہایت خفیہ رکھی جائے اور کسی کو اس کی خبر نہ ہو اب ان دونوں کی دوستی ہو گئی یہاں تک کہ عباس کے دواڑے کے ہو گئے۔ جب ان دونوں کے بچپن کا زمانہ گزر گیا تو ان دونوں کو تعلیم کی غرض سے جعفر نے مکہ شریف بھیجا یا اس بھینچنے سے یہ بھی غرض تھی کہ ہارون الرشید کی نظر سے وہ علیحدہ رہیں اور اس کو ان کا اصلی حال معلوم نہ ہونے پائے۔ شہزادیاں حرم جعفر کو نہایت عزیز رکھتی تھیں اس وجہ سے کہ وہ ان کے کام ہمیشہ کرادیا کرتا تھا لیکن بد قسمتی سے جعفر نے مغرور زبیدہ کو رضامند رکھنے میں کوتاہی کی زبیدہ ہارون الرشید کے چچا کی بیٹی اور اسکی نہایت چاہیتی عزیز بیوی تھی اور اسی وجہ سے آخر کار یہ راز افشا ہو گیا۔

یہ واقعہ اور نیز دیگر واقعات ایسے جمع ہو گئے کہ جن کی وجہ سے خاندان برانکہ پر یکایک کامل طور سے تباہی اور بربادی آگئی بعض مورخین بیان کرتے ہیں کہ ہارون الرشید کی خاندان برانکہ سے اول ہی اول ناراضگی کی یہ چار وجہ ہوئیں (۱) کہ ہارون الرشید نے حضرت علی ابن ابی طالب کی اولاد میں سے ایک شخص یحییٰ ابن عبداللہ کو قتل کرنے کے لئے جعفر کو حکم دیا۔ یحییٰ بن عبداللہ کی بغاوت کا ہم اس سے پیشتر ذکر کر چکے ہیں جعفر نے ان کو قتل کرنے میں تامل کیا اور ان کو قید سے رہا کر دیا تاکہ وہ کسی طرف فرار ہو جائیں کسی نے اس بات کی خبر ہارون الرشید کو بھی کر دی کہ جعفر نے آپ کے حکم کی تعمیل نہیں کی اور یحییٰ کو قید خانہ سے رہا کر دیا۔ سن کر ہارون الرشید نے جعفر کو بلایا اور اس سے دریافت کیا کہ یحییٰ کا کیا حال ہے؟ جعفر نے کہا کہ وہ قید خانہ میں ہے خلیفہ نے کہا کہ تم میری جان کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہو کہ وہ قید ہے؟ جعفر سمجھ گیا کہ کسی نے میری مخبری کر دی تب اس نے کہا کہ امیر المؤمنین! میں نے اس کو چھوڑ دیا کیونکہ مجھے اس کی بے گناہی کا یقین تھا خلیفہ نے کہا کہ تم نے بہت اچھا کیا

خلیفہ کی برانکہ  
سے ناراضگی  
کے وجوہات

اور مجھے بھی اس بارے میں تمہاری رائے سے اتفاق ہے لیکن جو نہی کہ جعفر رخصت ہوا تو ہارون الرشید نے کہا کہ یا اللہ یا تو مجھے مار ڈال یا میں جعفر کو قتل کر دوں۔

(۲) جعفر نے ایک مکان بنایا تھا اور اس پر بے شمار روپیہ صرف کر ڈالا تھا یہ حال سن کر ہارون الرشید نے نذمیوں سے کہا کہ دیکھو جب جعفر نے ایک مکان پر اس قدر روپیہ صرف کیا ہے تو معلوم نہیں کہ اُس کے اور دیگر مصارف پر خدا جانے کس قدر خرچ ہوتا ہوگا۔

(۳) بعض اشخاص کہتے ہیں کہ خاندان برکی میں جو اس قدر بیخوش اخلاقی تو اضع اور فیاضی اور سخاوت تھی اور اس وجہ سے وہ ہر دلعزیز ہو گئے تھے یہ بھی اُن کی بربادی کا سبب ہے۔

(۴) بعضوں کا بیان ہے کہ فضل اور جعفر کو ہارون الرشید نے غیر محدود اختیارات اور آزادی دے دی تھی اس کی وجہ سے وہ جو چاہتے تھے گزرتے تھے۔ یہ وجہ بھی اُن کے استیصال کی ہے۔

اسمعیل اور  
خلیفہ کی  
گفتگو

اسمعیل بن یحییٰ ہارون الرشید کا ایک رشتہ دار بیان کرتا ہے کہ ہارون الرشید کے دل میں برا مکہ کی جانب سے اول ہی اول غصہ کی چنگاری اس طرح روشن ہوئی کہ ہارون الرشید ایک دن شکار کھیلنے گیا جعفر مع اپنے سواروں کے پہلے ہی چلا گیا تھا اور خلیفہ کے جلوں میں نہ تھا جس رات سے خلیفہ گذرا ادھر جعفر کی جاگیر کی زمین بہت زرخیز اور آباد واقع تھی اس پر خلیفہ نے مجھ سے مفصلہ ذیل گفتگو کی۔

ہارون۔ ان برکیوں کو دیکھو! ہم نے ان کو تو امیر کر دیا ہے اور اپنی اولاد کو غریب کر دیا ہم نے ان کو بہت ڈھیل دیدی۔

اسمعیل (علیحدہ ہو کر) خدا اپنی پناہ میں رکھے! (ذور سے) امیر المؤمنین اکیوں کیا کوئی خطا ہوئی ہارون۔ دیکھو! میں نے ان برا مکہ کی خاطر عزیر رکھی اور اپنی اولاد سے غفلت کی برا مکہ کی جیسی یہ جائداد ہے میرے خیال میں میرے بیٹوں میں سے کسی ایک کی بھی ایسی جاگیر نہیں ہے اور جبکہ دار الخلافہ کے عین چواریں ایسا حال ہے تو خدا جانے اور جبکہ تو کیا حال ہوگا۔

اسمعیل۔ امیر المؤمنین! سپر ان برک آپ کے غلام ہیں آپ کے نوکر ہیں اُن کی جاگیریں اور زمینیں اور وہ خود عرض کہ سب کچھ آپ ہی کا ہے۔

ہارون۔ ایک بڑی غمگین شکل بنا کے، کیا بنی عباس اس قدر غریب ہیں کہ اُن کے پاس

کچھ دولت نہیں اور نہ ان کے لئے کوئی عہدہ ہے اور جو کچھ ہے کیا وہ سپران برک ہی نے انکو عطا کیا  
اسمعیل - امیر المؤمنین آپ کے دیگر ملازم بھی مثل برآمدہ ہی کے امیر ہیں۔

ہارون - اسمعیل میں نے جو کچھ تم سے کہا ہے اس کا مجھے شبہ ہے کہ تم یہ سب باتیں برآمدہ سے  
نہ کہہ دو اور پھر وہ اپنی حفاظت کر لیں یا درکھو کہ میں نے سوائے تمہارے اور کسی سے یہ تذکرہ نہیں کیا  
اگر یہ بات مشہور ہوئی تو میں سمجھ جاؤنگا کہ تم نے ہی یہ راز افشا کر کے امانت میں خیانت کی ہے جو خدا حافظ  
اسمعیل بہت ہی پریشان اور متفکر وہاں سے روانہ ہوا اور اس سوچ میں رہتا تھا کہ میں اپنے سے

بہ بلا ماننے کی کیا فکر کروں۔ دوسرے دن وہ پھر خلیفہ کے پاس حاضر ہوا خلیفہ اس وقت اپنے محل میں  
جو دریا بردجلہ کے کنارہ پر بغداد کے مشرق میں واقع تھا بیٹھا ہوا تھا اس محل کے عین مقابل میں مغربی  
کنارہ پر جعفر کا محل تھا ہارون نے جعفر کے دروازہ پر بہت سے گھوڑے کھڑے دیکھ کر اسمعیل کو مخاطب  
کر کے کہا کہ دیکھو میں نے جو تم سے کل ذکر کیا تھا سواب دیکھ لو جعفر کے دروازے پر کس قدر فوج اور  
غلام اور سوار موجود ہیں اور میرے دروازے پر کوئی بھی نہیں ٹھہرتا۔

اسمعیل نے کہا کہ امیر المؤمنین آپ خدا را ایسے خیالات کو دل میں جگہ نہ دیں جعفر آپ کا ملازم  
اور غلام ہے اور آپ نے اس کو اپنا وزیر اور فوج کا سپہ سالار (کمانڈر انچیف) مقرر فرما رکھا ہے۔  
امیر المؤمنین! اگر اس کے دروازے پر فوج نہ ہو تو فرمائیے کہ کس کے دروازے پر ہو؟

گھوڑے ہی عرصہ کے بعد جعفر بھی خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ ہارون الرشید نے  
اس سے نہایت ہی محبت سے گفتگو کی اور جب جعفر جانے لگا تو خلیفہ نے اس کو از لہ مہربانی  
اپنے دو ہشیار غلام عطا فرمائے تاکہ وہ جعفر کی اردلی میں ہر وقت رہا کریں ظاہرہ تو یہ عطیہ خلیفہ کی  
مہربانی و عنایت کا اظہار تھا لیکن حقیقت میں یہ دونوں غلام خلیفہ کے جاسوس تھے اور ہر روز  
خلیفہ کو جعفر کی تمام کارروائی سے اطلاع دیا کرتے تھے جعفر اس عطیہ سے بہت خوش ہوا اور اسکو  
اس بات کا ذرا بھی شبہ نہیں ہوا کہ موت اس کے سر پر منڈلا رہی ہے۔

اسمعیل کہتا ہے کہ میں اس واقعہ کے تین دن کے بعد جعفر سے ملنے گیا اور چونکہ ان دونوں  
غلاموں میں سے ایک غلام موجود تھا اس لئے میں نے جعفر سے بہت ہی احتیاط سے گفتگو کی  
چونکہ میں جانتا تھا کہ ہماری سب باتیں خلیفہ کے کان تک پہنچیں گی۔ اب خلیفہ نے جعفر کو خراسان کا

جعفر کا خلیفہ  
کی نسبت  
کلمات نامنزا  
کہنا۔

عال دگور جنرل مقرر کر دیا اور اس کو فوج و علم اور رایت اور پیش بہا سامان کہ جس سے اس کے  
 مرتبہ کے موافق شان و شوکت ظاہر ہوتی تھی عطا فرمایا اسمعیل نے جعفر سے کہا کہ اب تو آپ ایسے  
 ملک میں تشریف لے جاتے ہیں جو نہایت ہی زرخیر اور دولت سے مالا مال ہے اگر میں آپ کی بجائے  
 اس طرح مقرر ہوں کے جاتا تو میں اپنی جاگیروں میں سے ایک جاگیر امیر المؤمنین کے بیٹے کو دیدیتا جعفر  
 جواب دیا کہ اسمعیل تمہارا چچا زاد بھائی خلیفہ ہارون الرشید میری ہی مہربانی اور عنایت سے زندہ  
 بھی ہے اور یہ ہمارے ہی خاندان کی برکت ہے جو خلیفہ کا خاندان اب تک زندہ اور قائم ہے  
 کیا خلیفہ کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ میں نے اُس کے اوپر کسی قسم کی دقت یا کسی قسم کا  
 فکر امور سلطنت کا نہیں رہنے دیا نہ خلیفہ کو اپنا فکر کرنا پڑتا ہے نہ اپنے بیٹوں یا ملازمین یا کسی  
 رعایا پر ایسا کیا۔ اور میں نے اس کا خزانہ معمور اور مالا مال کر دیا اور خلیفہ کے لئے دولت کے ڈھیر لگا دیئے  
 باوجود میری اس سب جانفشانی کے اب خلیفہ کی آنکھیں اس بات پر لگی ہوئی ہیں کہ جو کچھ میں نے  
 اپنے بیٹے اور اولاد کے لئے بچا رکھا ہے اُس کو چھین لے معلوم ہوا کہ بنی ماسم کے حسد اور تکبر کا اثر  
 اُس میں آگیا اور اب خلیفہ بہت طامع ہو گیا ہے اسمعیل نے کہا کہ جناب خدا را ایسا خیال نہ کرے  
 خلیفہ نے اس معاملہ میں مجھ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا جعفر نے کہا کہ پھر ایسی یہودہ باتوں کا مجھ سے  
 تذکرہ کرنے سے کیا مطلب ہے خدا کی قسم اگر خلیفہ نے مجھ سے ان جاگیروں میں سے ایک جاگیر بھی  
 مانگی تو یہ بات اُس کے لئے بڑی خرابی کی ہوگی اسمعیل کہتا ہے کہ اس کے بعد نہ تو میں جعفر کے پاس  
 جاتا نہ خلیفہ کے پاس حاضر ہوتا کیونکہ وہ دونوں مجھ پر تجسری کا شبہ کرنے لگے میں نے دل میں  
 غور کیا کہ ایک خلیفہ ہے اور دوسرا اس کا وزیر اعظم ہے میں کیوں ان کے درمیان میں دخل دوں۔  
 لیکن میں نے یہ خیال کر لیا کہ اب برا مکہ کا استیصال اور زوال قریب ہے۔  
 اسمعیل کہتا ہے کہ جعفر کی مال کے ایک ٹوکرنے مجھے بعد ازاں مطلع کیا کہ اس غلام نے ہماری  
 گفتگو کے ایک ایک لفظ سے خلیفہ کو اطلاع دی ہارون الرشید نے غلام کی یہ عرضی پڑھ کر  
 جس میں میری اور جعفر کی گفتگو تحریر تھی اپنے تئیں میں دن کو ٹھٹھی میں بند رکھا اور تین دن تک کسی  
 سے ملاقات بھی نہیں کی لیکن خلیفہ نے یہ تین دن جعفر سے بدلہ لینے کی تدابیر کے سوچنے میں گزارے  
 خلیفہ کی خفگی کا دیگر ذرائع سے بھی اظہار ہوتا ہے۔

جعفر کا گورنر  
 خراسان مقرر  
 ہونا

یجیحی کی خدمات دیرینہ اور محبت کی وجہ سے ہارون الرشید نے اس قدر معزز کر لیا تھا کہ اس کو یہ اجازت تھی کہ جس وقت چاہے خلیفہ کے پاس حاضر ہو جائے۔ لیکن جب خلیفہ کو براہ کھ کی جانب سے شہادت ہو گئے تو یجیحی کی اس بلا روک آمد و رفت کو خلیفہ نے غصہ اور رنج کی وجہ سے مداخلت بیجا سمجھا اور یجیحی کے باغیانہ ارادوں کی ایک شہادت خیال کیا۔ ایک دن ہارون الرشید کے حضور میں نختیشوع طبیب حاضر تھا تنے میں یجیحی خلیفہ کے پاس چلا آیا اور سلام کیا خلیفہ نے بتامل سلام کا جواب دیکر فوراً نختیشوع کی جانب مڑ کے اُس سے پوچھا کہ کیا کوئی شخص بغیر اجازت کے تمہارے مکان میں بھی آجاتا ہے؟ حکیم نے جواب دیا کہ کوئی نہیں آتا خلیفہ نے کہا تب یہ براہ کھ میرے مکان میں بلا اجازت کیوں آجاتے ہیں؟

یجیحی برکی سے  
خلیفہ کی ناراضی

نختیشوع  
طیب کا بیان

یجیحی نے رنجیدگی سے جواب دیا کہ امیر المؤمنین آپ ہی نے خاص حکم دے رکھا ہے کہ میں جس وقت چاہا کروں آپ کے پاس حاضر ہو جا کروں۔ چاہے آپ نے کپڑے ہی اتار رکھے ہوں یا بستر پر آرام کرنے تشریف لے گئے ہوں مجھ کو اس بات کی خبر نہیں تھی کہ امیر المؤمنین کو اب تک جو بات پسند تھی وہ اب ناپسند ہو گئی ہے لیکن چونکہ اب مجھ کو یہ بات معلوم ہو گئی اس لئے امیر المؤمنین میرے لئے جو جگہ تجویز فرمائیں گے میں وہیں تک حاضر ہوا کروں گا۔

اس بات پر ہارون الرشید کچھ شرمندہ ہوا اور یجیحی کو جواب دیا کہ اس بات سے میرا مطلب تم کو رنج دینے کا نہ تھا یجیحی وہاں سے نکلا ہی تھا کہ ہارون الرشید نے اپنے تمام غلاموں کو حکم دیا کہ یجیحی آیا کرے تو تم اب اس کی تعظیم کیلئے کھڑے نہ ہو اگر وہ جیسے کہ تمہارا اب تک قاعدہ تھا اس کے بعد جب یجیحی آیا اور غلام اس کی تعظیم کے لئے کھڑے نہیں ہوئے تو یجیحی اس کا سبب سمجھ گیا اور پھر انا کم کر دیا اس کے بعد جب یجیحی آیا تو غلام ٹل جاتے اور اُس کا کچھ خیال نہیں کرتے۔

نختیشوع طبیب بیان کرتا ہے کہ ایک روز میں خلیفہ کے حضور میں قصر الخلد میں بیٹھا ہوا تھا اور خلیفہ دریا کے پار یجیحی کے محل کی جانب اور جو لوگ وہاں آتے جاتے تھے ان کو بغور دیکھ رہا تھا

قصر الخلد

۱۔ طبقات الاطباء میں مرقوم ہے کہ حکیم نختیشوع بن جبریل یونانی اطباء نہایت ہی ذلیل القدر اور فاضل طبیب تھا خلفاء عباسیہ سے جس قدر دولت کے خزانے اس کو حاصل ہوئے وہ دوسرے کو نہیں ملے خلیفہ متوکل کے عہد میں اس سے اعلیٰ رتبہ کا کوئی شخص نہ تھا بلکہ لباس اور دیگر سامان آرائش میں خلیفہ اور اس میں کچھ فرق نہ تھا۔ ۱۲۔ مصباح  
۲۔ شہر مدینۃ الاسلام بغداد میں قصر الخلد ایک اعلیٰ درجہ کی شاندار عمارت اور ہارون الرشید کا محل تھا یہ بھی مسجد دیگر مشہور عمارت یعنی الذہب ایوان خلافت اور کعبہ الخضراء وغیرہ کے ایک بڑا خوبصورت محل تھا۔ ۱۳۔ مصباح۔



خليفة نے کہا کہ خدایچی کا بھلا کرے کہ اُس نے مجھے کاروبار سلطنت سے بچا رکھا ہے اور میرے  
عیش و عشرت کے لئے مجھے خوب فرصت دے رکھی ہے لیکن تختیشوع کہتا ہے کہ جب دوسری  
دفعہ میں اسی محل میں خلیفہ ہارون الرشید کے حضور میں حاضر ہوا تو خلیفہ اسی جگہ بیٹھا ہوا تھا اور  
خلیفہ کچھ خفا سا معلوم ہوتا تھا اُس نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ یحییٰ نے کل کاروبار سلطنت اپنے  
ہاتھ میں لے لیا ہے اور میرے پاس کچھ نہیں لایا خلیفہ تو درحقیقت وہی ہے میں نہیں ہوں۔  
آخر کار جعفر کار از پشت از بام ہو گیا ہارون الرشید تین دن تک کوٹھڑی میں بند رہا  
چوتھے دن اپنی عزیز بیوی زبیدہ کو بلاوایا اور اس سے جعفر کی شکایت کی اور وہی عرضی دکھلائی  
جو اس غلام نے ارسال کی تھی جعفر اور زبیدہ میں بہت عرصے سے آپس میں دشمنی تھی۔ زبیدہ  
جعفر کار از معلوم ہوتے ہی اُس کے قتل کے درپے ہو گئی۔ خلیفہ نے جعفر کے بارہ میں مشورہ  
کیا اور کہا کہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اگر خراسان پر براہمہ کا ایک دفعہ بھی قبضہ ہو جائے گا  
تو میرے ہاتھ سے حکومت نکل جاوے گی۔

زبیدہ نے کہا کہ امیر المؤمنین آپ کی اور براہمہ کی ایسی تشیل ہے جیسے کوئی نشہ میں مدہوش  
ہوں اور دریا میں ڈوب رہے ہوں اگر آپ کا نشہ اب اُتر گیا ہے اور آپ ڈوبنے سے  
بچنا چاہتے ہیں تو آپ نے جو کچھ سنا ہے اُس سے بھی زیادہ ایک اہم امر کا آپ کا تذکرہ کرتی ہوں  
جس کے سننے کی آپ کو مشکل سے برداشت ہو سکے گی لیکن اگر براہمہ کے بارے میں آپ کی قوت فیصلہ  
اب بھی مثل سابق کے ناقص ہے تو میں آپ کا اندر سے بارہ کچھ کہنا نہیں چاہتی آپ کو اختیار ہے  
جو چاہو سو کرو خلیفہ نے کہا کہ میں یہ بات سمجھا نہیں۔ ذرا اس کی تشریح اور زیادہ کرو یہ سن کر زبیدہ  
نے ایک غلام کو جس کا نام آرزو تھا بلوایا اور خلیفہ سے عرض کیا کہ یہ غلام وہ سب حال جانتا ہے۔  
ہارون الرشید نے آرزو سے کہا کہ اگر تو وہ حال نہ بتلائے گا تو مجھے قتل کر دوں گا اور اگر  
صحیح صحیح بتلا دے گا تو مجھ کو معاف کر دوں گا، آرزو نے جعفر اور عباسہ کی تمام حقیقت کہہ سنائی اور  
کہا کہ امیر المؤمنین آپ نے ان دونوں کا برائے نام نکاح کر دیا تھا اور جعفر نے درحقیقت عباسہ  
سے نکاح کر لیا ہے اور ان کے اولاد بھی ہو گئی ہے۔

اس بدلہ لینے والی عورت (زبیدہ) نے خلیفہ سے کہا کہ امیر المؤمنین جعفر کو عباسہ کے پاس

خلیفہ کا زبیرہ  
سے مشورہ

بیٹھنے کی اجازت دینا جو ظل اللہ کی بیٹی ہے اور ہر طرح سے جعفر سے افضل اور بہتر ہے ایسی تمثیل رکھتا ہے جیسے آگ اور پھوس باہم رکھے جائیں اس کا نتیجہ ہی ہوا جو عرض کیا گیا۔

یہ حال سن کر ہارون الرشید کو نہایت سخت صدمہ ہوا چونکہ جس طرح ہم اول ہی بیان کر چکے ہیں ہارون الرشید کو خاندان ہاشمی پر ناز بہت تھا اور وہ اپنے اس خالص النسل شہنشاہ ہونے پر فخر کیا کرتا تھا یہ تمام قصہ سن کر اور اپنی زبان کا پاس نہ کر کے خلیفہ نے آرزو کو مروا ڈالا اور زبیدہ کے پاس سے جا کر خلیفہ نے اپنے خاص جلا دمسرور کو بلایا اور ایک نہایت سخت اور کزخت آواز میں اس سے کہا کہ مسرور آج رات کو جب اندھیرا ہو جائے تو دس مزدور اور دو نوکر میرے پاس لے کر حاضر ہو جانا۔ ذیل میں جو خوفناک حال درج کیا جاتا ہے اس سے ہارون الرشید کی ایک غیر معمولی کارروائی کا اظہار ہوتا ہے۔

مسرور نے حکم کی تعمیل کی اور مقررہ وقت پر اندھیرا ہو گیا تو مسرور نے ان بد قسمت مزدوروں کو خلیفہ کے حضور میں حاضر کیا ہارون الرشید مع ان سب مزدوروں کے اپنی بہن عباسہ کے سونے کے کمرہ میں گیا جہاں وہ سو رہی تھی۔

عباسہ سے ایک لفظ بولے بغیر اس نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ عباسہ کو قتل کر ڈالو اور پھر ایک بڑے صندوق میں بند کر کے اسی جگہ دفن کر دو جب عباسہ کو قتل کر کے نعش صندوق میں بند کر دی گئی۔ تو صندوق میں قفل لگوا کر خلیفہ نے کبھی اپنے پاس رکھ لی اور مزدوروں سے کہا کہ زمین کو اتنا کھودو کہ اس میں سے پانی نکل آئے جب پانی زمین سے ظاہر ہو گیا تو خلیفہ نے مزدوروں سے کہا کہ صندوق اس میں ڈال دو اور اس کو مٹی سے بھر دو۔ مزدوروں نے اس حکم کی تعمیل کر دی اور پھر زمین کو ہموار کر دیا اور فرش جیسا کہ اول تھا ویسا ہی بنا دیا خلیفہ کرسی پر بیٹھا ہوا اس تمام کارروائی کو خود دیکھتا رہا جب مزدور یہ سب کام کر چکے تو خلیفہ نے مسرور سے مخاطب ہو کر کہا کہ ان مزدوروں کو لیجاؤ ان کی اجرت ان کو دیدو مسرور اس حکم کا مطلب سمجھ گیا۔ ان سب مزدوروں کو بھاری بوجھ کے ساتھ تھیلیوں میں بند کر کے سی دیا اور ان تھیلیوں کو دریائے دجلہ میں پھینک دیا پھر خلیفہ نے اس مکان کی کبھی مسرور کو دے دی اور کہا کہ جب تک میں اس کو تجھ سے نہ مانگوں اس وقت تک یہ کبھی اپنے پاس رکھ اور مسرور کو یہ بھی حکم دیا کہ محل

عباسہ کا قتل

کے صحن میں ایک ترکی خیمہ نصب کر اور مسرور نے خیمہ نصب کروا دیا۔  
 خلیفہ آفتاب نکلنے سے پہلے اس خیمہ میں آ بیٹھا کسی کو خلیفہ کی نیت اور ارادہ کی خبر نہ تھی  
 اس دن جمعرات کا روز تھا اور صبح کا وقت تھا خلیفہ نے دربار منعقد کیا جمعرات کے روز جعفر  
 مع اپنے سواروں وغیرہ کے خلیفہ کے پاس حاضر ہوا کرتا تھا خلیفہ نے مسرور کو حکم دیا کہ آج تم  
 کہیں نہ جانا میرے قریب ہی حاضر رہنا درباری آتے جاتے تھے اور خلیفہ کو سلام کر کے اپنی  
 مقررہ نشستوں پر بیٹھے جاتے تھے اسی اثنا میں جعفر بھی آیا خلیفہ نے نہایت ہی خاطر داری  
 اس کا استقبال کیا اور اس کو خوش آمدید کہا ہنسنا اور اس کے ساتھ ہنسی اور دل لگی کی باتیں  
 کریں اور اس کو اپنے پاس بٹھالیا جعفر نے تمام عرائض اور درخواستیں وغیرہ جو ہر چہاں اطراف سلطنت  
 سے آئی تھیں خلیفہ کو سنائیں۔ خلیفہ نے عرضیوں اور شکایتوں اور دعوؤں پر مناسب احکام صادر کر دیئے  
 تب جعفر نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! اگر اجازت ہو تو میں آج خراسان چلا جاؤں خلیفہ نے یہ  
 سن کر بخومی کو بلایا جو قریب ہی بیٹھا ہوا تھا اور اس سے دریافت کیا کہ اب کیا بجائے؟ بخومی نے آفتاب کی  
 بلندی دیکھ کر عرض کیا کہ ساڑھے نو بجے ہیں ہارون الرشید بھی علم نجوم سے آگاہ تھا اس نے خود زائچہ کھینچا  
 اور جعفر سے کہا کہ برادر من ابیروز تمہارے لئے نامبارک ہے اور یہ وقت بھی نحس ہی مجھے خوف  
 ہے کہ تم کو کچھ آفت نہ پہنچے۔ لہذا یہ بات مناسب ہوگی کہ تم کل جمعہ کی نماز کے وقت تک ادھر کا قصد  
 نہ کرو اور سفر پر اس وقت جانا جبکہ مبارک اور سعید ستارے سامنے آجائیں اور پھر رات شہر نہروان  
 میں بسر کر کے علی الصبح وہاں سے روانہ ہو جانا اور بہ نسبت اس وقت کے جانے کے کل تمہارا جانا  
 بہت بہتر ہوگا۔ جعفر کا دل خلیفہ کے کہنے کے بموجب ٹھہرنے کو نہیں چاہتا تھا اس لئے جعفر نے  
 منجم سے اصطرلاب لیکر خود اپنا زائچہ بنا کر دیکھا اور دیکھ کر عرض کیا کہ امیر المؤمنین! اخذ کی قسم! آپ کا  
 فرمانا سچ ہے جیسا کہ زائچہ میں اس وقت ستارہ تیزی سے چل رہا ہے میں نے ایسا کبھی بھی نہیں دیکھا تھا  
 نہ کبھی اشکال بروج میں ایسا تنگ تر راستہ دیکھا تھا جیسا کہ آج نظر آ رہا ہے۔ بعد ازاں جعفر  
 رخصت ہو کر اپنے گھر گیا راستہ ادنیٰ و اعلیٰ سب اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔  
 آخر کار جعفر اپنے محل پر پہنچا جس کے گرد و فوج پڑی ہوئی تھی جو لوگ اسکے محل پر عرض و معروض  
 کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے ان کو جواب دیکر رخصت کر دیا لوگوں کو رخصت کر کے

جعفر بسکھل اپنے مکان میں گیا ہی تھا کہ ہارون الرشید نے مسرور سے کہا، "جلد جاؤ اور جعفر کو بلا لاؤ۔  
 اُس سے کہنا کہ خراسان سے ایک عرضی آئی ہے اُسکے پڑھنے کے لئے آپ کو بلایا ہے اور جب  
 جعفر حرم سلطانی کے اول دروازے پر آجائے تو پھر وہاں سپاہیوں کو تعینات کر دینا اور  
 اسی طرح دوسرے دروازے پر غلاموں کو مقرر کر دینا اور اس کے ہمراہ کسی آدمی کو نہ آنے دینا  
 بلکہ اُس کو یہاں تک تنہا لانا اور پھر اُس کو اُس ترکی خیمے میں لیجا نا جو کہ کل تم سے نصب کرایا تھا اور  
 جب وہ خیمے کے اندر پہنچ جائے تب جعفر کا سر کاٹ کر میرے پاس لے آنا اور جو کچھ میں نے  
 تم کو حکم دیا ہے اُس سے خدا کی مخلوق میں سے کسی کو آگاہ نہ کرنا اور گھڑی گھڑی دریافت کرنے  
 سے بچو، تکلیف نہ دینا اگر تم نے میری ہدایتوں کے بموجب عمل نہ کیا تو پھر میں تمہارا سر بھی  
 جعفر کے سر کے ساتھ کٹواؤں گا۔ بس اب جلد جاؤ دیکھو کبھی جعفر کو اس حال سے آگاہی ہو جائے  
 جلد جاؤ، مسرور جعفر کے مکان پر گیا اور اس کو اپنی اطلاع کرائی جعفر اُس وقت اپنے کپڑے  
 اتار کر لیٹا ہی تھا کہ مسرور کی اطلاع ہوئی جعفر اٹھ بیٹھا اور مسرور کو اپنے پاس اندر بلا لیا۔  
 مسرور نے کہا کہ خلیفہ نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔

جعفر نے کہا کہ مسرور! میں تو ابھی خلیفہ کے حضور میں سے آیا ہوں اب اس وقت جو بلایا ہے  
 ایسا کیا ضروری کام ہے؟

مسرور نے جواب دیا کہ خراسان سے کچھ عرضیاں آئی ہیں اور آپ کو اُن کے پڑھنے کے لئے بلایا  
 ہے اُس پر جعفر کو تسلی ہو گئی اور وہ اپنے کپڑے پہن اور تلوار لگا مسرور کے ہمراہ روانہ ہوا لیکن  
 چونکہ وہ اول دروازہ میں داخل ہوا تو وہاں سپاہیوں کو مقیم پایا اور دوسرے دروازہ میں  
 داخل ہوا تو وہاں غلاموں کو متعین پایا اور تیسرے دروازہ میں داخل ہو کر اور پیچھے پھر کر دیکھا  
 تو اپنے ساتھ اپنے کسی غلام یا خادم کو نہیں پایا اور یہ دیکھ کر کہ میں دربار میں تنہا ہوں اُس کو اپنے  
 اس طرح آنے پر افسوس ہوا لیکن اب تو وہ وقت گزر چکا تھا اب پچھتانی سے کیا ہوتا تھا مسرور  
 جعفر کو اسی رومی خیمے میں لے گیا اور کہا کہ یہاں بیٹھ جائیے اور جب جعفر نے وہاں کسی اور شخص کو نہیں  
 دیکھا تو وہ سمجھا کہ اب میری خیر نہیں ہے اور مسرور سے مخاطب ہو کر کہا کہ برادر من! یہ کیا بات ہے؟  
 مسرور نے جواب دیا کہ تم اس معاملہ کو خوب جانتے ہو اب تمہارا وقت اخیر آ پہنچا ہے

امیر المؤمنین نے مجھ کو یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارا سر کاٹ کر ان کے حضور میں فوراً پیش کروں۔ جعفر  
یہ سن کر رونے لگا اور سرور کے ہاتھ اور پاؤں چوم کر اس سے کہا کہ اے برادر! اے سرور! تم  
اس بات کو اچھی طرح جانتے ہو کہ شاہی غلاموں میں اور خاندان شاہی میں مجھے تمہاری خاطر سے  
زیادہ منظور تھی اور تم مجھ سے جو کہا کرتے تھے میں ہمیشہ تمہارے سب کام چاہنے دن ہو یا رات ہو کر  
دیا کرتا تھا تم جانتے ہو کہ میرا کیا رتبہ ہے اور امیر المؤمنین پر میرا کس قدر اقتدار ہے امیر المؤمنین  
اپنے راز کی تمام باتیں مجھ سے فرما دیا کرتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے امیر المؤمنین سے میری چغلی  
کھائی ہے اگر تم مجھ کو یہاں سے صرف چلے جانے کی اجازت دیدو تو میں تم کو دو لاکھ دینار دیا  
لاکھ پونڈ ابھی لاکھ دیدو لاکھ مسرور نے کہا کہ نہیں میں اجازت نہیں دے سکتا تب جعفر نے کہا کہ  
اچھا مجھے خلیفہ کے سامنے ہی لے چل شاید مجھے دیکھ کر اس کو رحم آجائے اور معاف کر دے مسرور  
نے کہا نہیں میں یہ بھی نہیں کر سکتا میں خلیفہ کے پاس جانے کی جرأت نہیں رکھتا میں خوب  
واقف ہوں کہ اب تم کسی طرح بھی نہیں بچ سکتے جعفر نے دوبارہ کہا کہ اچھا تم اتنا ہی کرو کہ خلیفہ  
کے پاس جا کر اتنا کہہ دو کہ جو کچھ اپنے فرمایا تھا اس کی تعمیل ہوگی پھر دیکھو خلیفہ کیا کہتا ہے پھر آ کر جو  
تمہارا جی چاہے وہ کرنا اگر تم میرا کہنا مانو گے اور میری جان بچ جائیگی تو میں خدا اور فرشتوں کو  
گواہ کرتا ہوں کہ جو کچھ میرے پاس ہے اس میں سے آدھے کا تم کو مالک کر دوں گا اور تم کو فوج کا سپہ سالار  
دکنانڈرا پٹیف) مقرر کر دوں گا جعفر روتا ہوا مسرور سے یہ التی کر رہا تھا مسرور کو بھی رحم آ گیا اس نے  
کہا اچھا میں جاتا ہوں پس وہ چالیس حبشی غلاموں کو خیمہ کے گردا گرد پہرہ رکھ کر کے اور اپنی  
پیٹی اور تلوار لگا کے خلیفہ کے حضور میں گیا خلیفہ بٹھا ہوا تھا اور غصہ کی وجہ سے اس کے چہرہ پر  
پسینہ آ رہا تھا ایک لکڑی اس کے ہاتھ میں تھی اس کی نوک آہستہ آہستہ زمین پر مار رہا تھا مسرور  
کو دیکھ کر خلیفہ نے کہا کہ خدا کرے تیری ماں تیرا ماتم کرے تو نے جعفر کے معاملہ میں کیا کیا؟ مسرور نے  
کہا کہ جو کچھ اپنے فرمایا تھا اس کی تعمیل کر آیا ہوں خلیفہ نے کہا کہ جعفر کا سر کہاں ہے؟ مسرور نے عرض کیا  
کہ خیمہ میں ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ سر فوراً یہاں لے آ مسرور خیمہ میں واپس گیا جعفر کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ  
رہا تھا اور اس وقت رکوع میں تھا مسرور نے جعفر کو نماز بھی ختم کرنے نہیں دی اور تلوار نکال کر اس کا سر کاٹ  
ڈالا اور پھر ڈاڑھی سے پکڑ کر سر کو خلیفہ کے روبرو لیجا کر زمین پر ڈال دیا تمام راستے خون سے بہتا گیا

جعفر کی  
کا قتل

اور اب تک خون بہا تھا خلیفہ نے سر دیکھ کر ایک بڑا سانس بھرا اور زار و قطار رو یا خلیفہ بولتا جاتا تھا اور ایک ایک لفظ پر اپنی لکڑی سے زمین کھودتا جاتا تھا اور بعض وقت لکڑی کو اپنے دانتوں سے کاٹتا تھا۔ پھر سر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے جعفر! کیا تجھے میں نے اپنے برابر نہیں کر لیا تھا؟ اے جعفر تو نے میرا حق نمک بھلا دیا تو نے میرے حقوق کو اور اپنے معاہدہ کو فراموش کر دیا۔ تو نے میری عنایتوں اور مہربانیوں کو بھلا دیا اور تو نے ان سب باتوں کے نتیجہ پر خیال نہیں کیا اور یہ بھی خیال نہیں کیا کہ زمانہ ایک دم میں بدل جاتا ہے اور انسان کی حالت دگرگوں ہو جاتی ہے اور قسمت ذرا کی ذرا میں پلٹ جاتی ہے اے جعفر تو نے مجھ کو دھوکہ دیا اور تمام آدمیوں کے سامنے مجھے کلمات ناسزا کہے اے جعفر تو نے اپنے تئیں اور مجھ کو بھی دونوں کو برا بنا کر دیا۔ اس کے بعد جعفر اور عباس کے دونوں لڑکوں کو لائیکے لئے ہارون الرشید نے کسی شخص کو مدینہ منورہ روانہ کیا اور اس نے ان دونوں کو لاکر خلیفہ کے حضور میں حاضر کیا خلیفہ نے ان کو دیکھ کر ان کی بہت تعریف یہ لڑکے بہت ہی حسین تھے۔ پھر ہارون الرشید نے ان سے کچھ گفتگو کی گفتگو میں اس کو معلوم ہوا کہ ان لڑکوں میں اہالیانِ مدینہ کی سی طلاق لسان اور بنی ہاشم کی فصاحت اور بلا موجود ہے خلیفہ نے بڑے لڑکے سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ نور چشم من! تمہارا کیا نام ہے اس نے جواب دیا کہ میرا نام الحسن ہے پھر دوسرے سے پوچھا کہ بر خور دار من! تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا کہ مجھے الحسین کہتے ہیں خلیفہ ان دونوں کو دیر تک دیکھتا رہا اور پھر رونے لگا اور ان سے کہا لڑکو! تمہاری خوبصورتی اور بیگناہی کا میرے دل پر اثر ہوتا ہے خدا اس پر رحم نہ کرے جو تم سے بڑائی کرے ان بچاروں کو کیا معلوم کہ خلیفہ کا ہماری بابت کیا ارادہ ہے اتنے میں خلیفہ نے مسرور سے پوچھا کہ وہ کبھی کیا ہوئی جو میں نے تجھ کو احتیاط سے رکھنے کیلئے دی تھی مسرور نے کہا کہ امیر المؤمنین! یہ رہی میرے پاس موجود ہے خلیفہ نے کہا کہ لا مجھے دے پھر خلیفہ نے چند غلاموں اور خادموں کو بلوایا اور حکم دیا کہ جعفر کے مکان میں ایک گڑھا کھودو اس کے بعد خلیفہ نے مسرور کو حکم دیا کہ ان دونوں لڑکوں کو مار ڈال اور ان کی مال کے ساتھ انکو بھی اسی گڑھے میں دفن کرے یہ کہہ کر خلیفہ رو یا مسرور کہتا ہے کہ خلیفہ کو رقتا دیکھ کر مجھے خیال ہوا کہ شاید رحم کر کے لڑکوں کو

عباس اور جعفر  
کی اولاد کا قتل

نے یہ سب خیالی افسانہ ہے اس میں اصلیت بالکل نہیں ہے ۱۲ مصباح

چھوڑ دیا مگر خلیفہ نے ان کو مروا ہی ڈالا اور اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھ کر تمام حاضرین کو حکم دیا کہ خبردار آج سے کوئی برا مکہ کا نام تک نہ لے جو جعفر کے قتل کے بعد الفضل کو بھی اسی رات بلا کر اپنے محل میں قید کر دیا یعنی کو اسی کے گھر میں نظر بند کر دیا برا مکہ کی تمام جائداد ضبط کر لی اور خاندان برا مکہ کے ایک ہزار سے زیادہ آدمیوں کو قتل کر دیا۔

العمرائی  
مورخ

العمرائی۔ ایک مورخ خاندان برا مکہ کے یک لخت زوال و استیصال کی بابت ایک عجیب حکایت بیان کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ ایک شخص نے ایک دفعہ یہ بیان کیا کہ میں ایک دفعہ دفتر خزانہ میں بیٹھا ہوا تھا اور میری نظر ایک بھی کے اندراج پر پڑ گئی جس میں تحریر تھا کہ "جعفر سپتر بچی کی خلعت اور پوشاک کے لئے چار لاکھ دینار طلائی (دو لاکھ پونڈ) دیئے گئے، چند دنوں کے بعد جب پھر خزانہ میں گیا تو اسی ہی پر یہ تحریر تھا کہ سپتر بچی کی نیش جلا لے کے لئے روغن لفظ اور چٹائی کے لئے دس قیرا دیئے گئے، اور قیرا  $\frac{1}{4}$  حصہ دینار کے مساوی ہوتا ہے۔

متذکرہ بالا واقعہ ۳۸۰ھ میں ہارون الرشید کے مکہ شریف سے واپس لوٹتے ہوئے وقوع پذیر ہوا اور اغلب یہ بات خیال کی جاتی ہے کہ حج کو جانے سے پہلے ہی خلیفہ کو برا مکہ پر شبہات ہو گئے تھے بعض مورخین کا بیان ہے کہ ان مقدس شہروں (مکہ شریف، اور مدینہ منورہ) کی زیارت کے لئے خلیفہ اس لئے آیا تھا تاکہ وہ عباسی کے اطکوں کو خود جا کے دیکھے اور اطکوں کو دیکھ کر پہچانے کہ جیسی افواہ مشہور ہے آیا یہ صحیح ہے یا نہیں اور عباسی یا جعفر دونوں میں کسی سے ان کی شکل ملتی ہے یا نہیں؛ صحیح اور ٹھیک یہی بات ہے کہ جعفر کے قتل کا حکم حجاز سے لوٹتے ہوئے خلیفہ نے مقام انبار میں دیا تھا۔

جعفر نے عبد الملک بن صالح کے ساتھ جو فیاضی کی تھی (جیسا کہ ہم اول تحریر کر چکے ہیں) کہ اس نے ان کو خزانہ شاہی سے ایک رقم کثیر و لادی تھی اور اسکے بیٹے کے ساتھ خلیفہ کی دختر کی شادی

۱۔ جن عربی کتابوں سے مٹر پامرنے یہ ترجمہ کیا ہے ان میں تو صرف یہ تحریر ہے کہ ہارون الرشید نے صرف ایکے جعفر ہی کو قتل کرایا مٹر پامرنے ایک ہزار آدمی بے نام و نشان خداجائے کہاں سے لکھائیے ۱۲ مصباح  
۲۔ ناظرین! عباسیہ کا قتل ہونا اور اس کا جعفر کے ساتھ شادی کا افسانہ بالکل لغو اور نادرست بات ہے اس قصہ کو الفلیس کے دیگر فرضی قصوں سے زیادہ وقعت نہیں ہے عرب مورخین نے اس کو روایت اور درایت دونوں طور سے بخوبی ثابت کر دیا ہے کہ یہ واقعہ اور اس کے تعلقات از سر تا پا بالکل سب غلط ہیں۔ درحقیقت جعفر کا قتل ہونا پولیٹیکل وجوہات سے تھا اور وہ سب وجوہات اسی کتاب میں درج ہیں۔ ۱۲ مصباح

برائے خلیفہ  
کی ناراضگی کے  
اور دیگر  
اسباب

کرنے پر خلیفہ کو راضی کر لیا تھا اگرچہ اُس وقت تو یہ امور بادی النظر میں بے حقیقت معلوم ہوتے تھے مگر ایسے ہی امور سے ہارون الرشید کے دل میں حسد پیدا ہوتا گیا اس کے علاوہ خلیفہ ہارون الرشید جعفر سے اس لئے بھی ناراض تھا کہ اس کا راجان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاندان اور ان کی اولاد کی جانب زیادہ تعلق ہی وجہ ہے کہ ہارون الرشید کے دل میں جب جعفر کی جانب سے ایک دفعہ رنج پڑ گیا تو وہ بڑھتا ہی چلا گیا اس کے بعد جو شخص جعفر کی شکایت کرتا تھا ہارون الرشید اس کی بات بہت مستعدی اور دل سے سنتا تھا۔

مفصلہ ذیل بیان سے جو ایک عرب مورخ نے لکھا ہے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جعفر کو پولٹیکل وجوہات سے نہیں بلکہ ایک مفروضہ بدسلوکی کا بدلہ لینے کی خاطر یا اپنے خاندان کے وامن پر سے دھبہ مٹانے کے لئے ہارون الرشید نے قتل کرادیا تھا۔

ہارون الرشید کی ایک بہن نے اس سے دریافت کیا کہ آپ نے خاندان براء کے ساتھ ایسا ظالمانہ برتاؤ کس لئے کیا؟ خلیفہ نے جواب دیا کہ اگر میرے سپرین کو بھی اس کا سبب معلوم ہو جائے تو میں اُس کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں۔

بیچی کی بیوی نے جو ہارون الرشید کی رضاعی ماں تھی جب یہ سنا کہ بیچی قید ہو گیا تو ہارون الرشید کے پاس آئی اور بڑی دقتوں سے خلیفہ کے حضور میں پہنچی اُس نے خلیفہ کو اسکے بچپن کے دانت اور بالوں کی کٹ جو نہایت احتیاط سے اب تک محفوظ رکھی تھی دکھائیں اور خلیفہ سے التجا کی کہ مجھ کو تجھ سے اس قدر محبت ہے کہ تیرے بچپن کی یہ چیزیں با احتیاط رکھ چھوڑی ہیں اب تو ان کا یہی عوض کر کے بیچی کو قید سے چھوڑو خلیفہ نے اپنے بالوں اور دانتوں کو اُس سے مول لینا چاہا لیکن بیچی کو چھوڑنے کا اقرار نہیں کیا اس بات پر اس عورت نے غصہ میں آکر ان چیزوں کو اپنے پاؤں کے نیچے بل ڈالا اور کہا کیا یہ اس شیا میں تجھے بطور ہدیہ کے پیش کروں! جب اُس کا مطلب جاہل نہ ہوا تو وہ چلی آئی۔

جعفر کا باپ بیچی اور اس کا بھائی فضل بھی قید ہو گئے تھے جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں، لیکن قید میں ان سختی نہیں تھی ان کو ذاتی ملازم اور عورتیں رکھنے کی قید خانہ میں بھی اجازت تھی وہ بہت دنوں تک قید خانہ میں اسی آرام سے رہے مگر جب عبد الملک بن صالح قید ہو گئے

خلیفہ کے  
بچپن کے دانت  
اور بال

بیچی اور فضل  
کا قید ہونا



جن کا ذکر ہم آئندہ کریں گے تب خلیفہ نے ان سب پر قید خانہ میں بڑی سختی کی۔

جب کسی شخص نے یحییٰ کو قتل جعفر کی خبر دی کہ ہارون الرشید نے جعفر کو مار ڈالا تو یہ خبر سن کر یحییٰ نے کہا کہ اسی طرح خدا بھی اس کے بیٹے کو مار ڈالے گا اس شخص نے کہا کہ اس نے تمہارے مکانات بھی ویران کر دیئے یحییٰ نے کہا کہ خدا اسی طرح اس کا گھر بھی ویران کر دے گا ہارون الرشید کو جب اس گفتگو کی خبر ہوئی تو وہ بہت گھبرایا اور پریشان ہوا اور کہا کہ میں نے یحییٰ کے منہ سے کج تک ایسی کوئی بات کبھی نہیں سنی تھی کہ جو سچ نہ ہوئی ہو۔

یحییٰ کے خاندان کے لوگوں کو بڑے بڑے عہدے حاصل ہو گئے تھے اور جس عیش و عشرت میں ان سب نے اس قدر عرصہ بردید تک بسر کی اس بات سے یحییٰ اکثر خوف کھایا کرتا تھا چونکہ وہ اپنے آقا کی تلون مزاجی سے واقف تھا یحییٰ ڈرا کرتا تھا کہ خلیفہ کہیں برہم ہو کر ہم سب کو موقوف نہ کرے مورخین کا بیان ہے کہ لوگوں نے ایک روز یحییٰ کو مکہ شریف میں کعبہ کا طواف کرتے ہوئے اور یہ طواف بھی مناسک حج میں سے ہے یہ دعا خدا سے مانگتے ہوئے سنا کہ "اے خدا اگر تیری مرضی اس میں ہو کہ تو نے جو کچھ مجھ کو دنیاوی جاہ و شتم دیا ہے اس سے تو مجھ کو محروم کر دے اور مجھ سے میری دولت اور بیوی اور سب بچے لیلئے تو یا اللہ میں تیری رضا پر راضی ہوں تو ان سب سے مجھ کو محروم کر دے مگر یا اللہ تو میرے بیٹے فضل کو زندہ اور سلامت رکھ" پھر یحییٰ کعبہ سے چلا آیا اور تھوڑی دیر کے بعد پھر کعبہ میں آیا اور یہ دعا مانگی کہ مالک میرے مجھ سے بڑی خطا ہوئی اور میں بڑا نالائق ہوں جو تجھ سے بھی دعائیں استننا چاہتا ہوں اے خدا تو مالک سے تو چاہے تو فضل کو بھی لیلئے "مسلمان مورخین اس دعا کو مقبول مثل کلام سپہیان سمجھتے ہیں چونکہ اس کے تھوڑے ہی عرصہ کے ہارون الرشید نے خاندان ہراکہ کو نیست و نابود کر ڈالا۔

ایک اور موقع پر لوگوں نے یحییٰ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا کہ اے خدا تو میرے گناہوں کی سزا مجھ کو اسی دنیا میں دے لینا اور عقبی میں مجھ کو سزا نہ دینا " اور یحییٰ کے خاندان کا برباد ہونا گویا اسی کی دعا کے قبول ہونے کا اثر ہے۔

ایک دفعہ ہارون الرشید نے مسرور کو فضل کے پاس قید خانہ میں بھیجا اور حکم دیا کہ جس طرح ہو سکے فضل سے اس کی دولت کا صحیح صحیح پتہ لگانا کہ اگر فضل نے کچھ دولت چھپا دی

یحییٰ کو قتل جعفر کی اطلاع ہونا

یحییٰ برہکی کی دعا کعبہ شریف میں

فضل برہکی کا نام

ہو تو وہ بتلا دے اور اگر وہ انکار کرے تو اُسکے دو سو روپے (تازیانہ) لگانا مسرور نے فضل سے  
 جا کر یہ پیغام کہا اور اس کو صلاحاً یہی ترغیب دی کہ اپنی سلامتی اور صحت جسمانی پر لحاظ کر کے اپنی  
 دولت کو اُن پر ترجیح نہ دے فضل نے جواب دیا کہ اے مسرور! واللہ میں جھوٹ نہیں بولتا  
 اور امیر المؤمنین بھی اس بات سے واقف ہیں کہ ایک تازیانہ لگنے کی نسبت میں مر جاؤں تو زیادہ  
 پسند کرتا ہوں اور اے مسرور اس بات کو تو تم لوگ سب جانتے ہو کہ ہم نے ہمیشہ دولت کو صرف  
 کر کے اپنی عزت قائم رکھی ہے تو اب یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ ہم دولت کو چھپا کر اپنے جسموں کو  
 تکلیف دلو اتے؟ اور اگر تم نہیں مانتے تو خلیفہ نے جو کچھ حکم دیا ہے اس کی تعمیل کرو۔ یہ سن کر مسرور  
 نے رومال میں سے ایک کوڑا نکال کر اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ فضل کے دو سو کوڑے مارو غلاموں  
 نے اس قدر پیرتھی سے فضل کو کوڑے لگائے کہ اُس سزا کے ختم ہونے پر بالکل مردہ کے مانند ہو گیا  
 خوش قسمتی سے قید خانہ میں ایک ایسا شخص بھی موجود تھا کہ جو عمل جراحی جانتا تھا اُس کو فوراً فضل  
 کے علاج کے لئے بلایا گیا۔

جراح نے فضل کی کمر دیکھ کر کہا کہ اُن کے تو صرف پچاس کوڑے لگے ہیں اور اُن کو یہ زیادہ  
 کی تعداد جو یاد رہی یہ اُن کی غلطی ہے جراح نے یہ بات صرف فضل کے اطمینان اور تسلی کے لئے  
 کہی تھی چونکہ بعد علاج کے اُس نے کہا تھا کہ ان کو دو سو کوڑوں کا اس قدر صدمہ ہوا تھا کہ دو ہزار کا  
 بھی اتنا ہی ہوتا جراح نے فضل کو کمر کے بل ایک چٹائی پر لٹایا اور سینے پر کھڑے ہو کر اس کو خوب  
 پیروں سے ملا پھر اس کو زمین پر کھینچنا شروع کیا کوڑوں کے لگنے سے جس قدر فضل کی کھال پھٹ  
 گئی تھی وہ سب اتر کے کھینچنے کی وجہ سے گوشت نکل آیا۔ علاج کے اس واہیات طریق سے  
 درحقیقت فضل کی جان بچ گئی کیونکہ اس طرح گھسیٹنے سے خون کا دورہ پھر شروع ہو گیا۔ اور زخم  
 ایسے ہو گئے جن کے عرصہ قلیل میں مندمل ہو جانے کی امید ہو گئی۔ غسلِ صحت کے بعد فضل  
 نے اپنے ایک دوست سے ہزار درہم قرض لئے اور اپنے کامیاب جراح کو پیش کیے لیکن جراح  
 نے اُن کے لینے سے انکار کیا فضل نے یہ خیال کر کے کہ شاید یہ خفیہ رقم تھی اور اسی واسطے  
 جراح نے قبول نہیں کی اپنے دوست سے ایک ہزار درہم اور قرض لئے اور یہ دو ہزار درہم جراح  
 کو نذر کئے لیکن جراح نے اُنکے لینے سے بھی انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے ایسے سخی کا علاج کیا ہے۔

کہ جو دنیا میں سب سخیوں سے زیادہ سخی اور فیاض ہے میں اُس کے علاج کرنے کے لئے کوئی اجرت چاہے وہ کسی قدر رقم کثیر کیوں نہ ہو ہرگز نہ ہرگز نہ لوں گا چونکہ یہ ڈاکٹر درحقیقت ایک غریب آدمی تھا اُس کی سخاوت نے فضل کو بہت ہی تعجب میں ڈالا فضل نے اقرار کیا کہ اس جراح کی یہ فیاضی میری بڑی سے بڑی سخاوت سے بھی بہت زیادہ ہے۔

یحییٰ برکی کی موت

یحییٰ نے ستر برس کی عمر میں ماہ نومبر ۱۸۸۰ء میں یکا یک جلیخا نہ میں قضا کی یحییٰ کے مرنے کے بعد بستر پر سے ایک کاغذ کا پرچہ ملا جس میں مفصلہ ذیل الفاظ تحریر تھے مستغیث عدالت کے رو برو جاتا ہے اور مستغاث علیہ بھی اُس کے سچے بہت جلد آنے والا ہے اُس عدالت کا مجسٹریٹ ایسا شخص منصف (خدا کے تعالیٰ) ہے جو کبھی غلطی نہیں کرتا اور نہ اس کو گواہ اور شاہدوں کی ضرورت ہے، یہ پرچہ ہارون الرشید کے حضور میں پیش کیا گیا اور اس پرچے نے ہارون الرشید پر وہی اثر کیا جو اس کے لکھنے والے کا منشاء تھا یعنی خلیفہ کو نہایت ہی رنج اور خوف ہوا،

فضل برکی کی موت

یحییٰ کے انتقال کے تین برس کے بعد فضل بھی قید خانہ میں پھوڑے (ثقل باللسان) کے نکل آنے سے مرگیا یہ بات تو یاد ہی ہوگی کہ فضل خلیفہ ہارون الرشید کا رضاعی بھائی تھا جس وقت ہارون الرشید نے فضل کی موت کا حال سنا تو کہا کہ اب میری بھی موت قریب ہے خلیفہ کے فضل سے تھوڑے عرصے کے بعد فوت ہو جانے پر یہ بات پائیے ثبوت کو پہنچ گئی کہ ہارون الرشید سچ کہا کرتا تھا۔

عبدالرحمن عباسی کا عبرت انگیز بیان

عبدالرحمن عباسی خلیفہ کے رشتہ دار ایک بڑے عالم باوقار تھے کوفہ میں رہا کرتے تھے وہ اس شریف لیکن بد قسمت خاندانِ برامکہ کی گردش کا ایک عجیب رقت انگیز واقعہ بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ "ایک دن عید الفضحیٰ کے دن میں سلام کے لئے اپنی والدہ کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ اور معمر عورت کے ساتھ وہ باتیں کر رہی ہیں لیکن اس بزرگ عورت کی پوشاک بہت ہی ادنیٰ درجے کے کپڑے کی تھی میری ماں نے مجھ سے پوچھا کہ تو جانتا ہے یہ کون عورت ہیں؟ جو میری ملاقات کو آئی ہیں نے کہا کہ میں نہیں جانتا میری ماں نے مجھ سے کہا کہ یہ جعفر برکی کی ماں ہیں نے پھر ان کو سلام کیا اور نہایت ہی ادب سے ان سے گفتگو کی میں نے ان سے کہا کہ اے محترمہ! کسی ایسی سب سے زیادہ عجیب بات کا ذکر کریئے جو

کبھی آپ کی نظر سے گزری ہو انہوں نے جواب دیا کہ اے بخوردار! ایک زمانہ ایسا تھا کہ جب اس  
تہوار (عبید الصغی) کا دن آتا تھا تو میری خدمت میں چار سو لوٹدیاں ہوا کرتی تھیں اور پھر بھی یہی  
خیال کرتی تھی کہ جیسی کہ چاہیے ویسی خدمت میرا بیٹا (جعفر) نہیں کرتا لیکن اب یہ تہوار آیا ہے  
اور اب مجھ کو دو بھڑوں کی کھالوں کی ضرورت ہے تاکہ ایک کو میں اپنا بستر بناؤں  
اور ایک کو چادر بناؤں میں نے یہ سنکر ان کو پانسو درہم نذر کئے وہ نہایت خوش ہوئیں۔ پھر  
وہ اکثر ہمارے مکان پر آیا کرتی تھیں یہاں تک کہ موت نے ہم کو ان سے جدا کیا۔

برائے کے زوال اور استیصال کے بہت سے آدمی ان کی بد قسمتی پر دل افسوس کیا کرتے تھے  
لیکن چونکہ براکہ خلیفہ موجودہ وقت کی ناراضگی کی وجہ سے مارے گئے اس لئے ان پر ماتم کرنے یا ان کے  
غم میں رونے والوں کی اکثر سلامتی اور حفاظت جان متصور تھی ایک شخص جس کا نام ابراہیم تھا وہ جعفر  
کا دوست تھا جعفر اُس پر بہت ہی مہربانی کیا کرتا تھا۔

جعفر کے قتل کا اُس کو ایسا رنج تھا کہ وہ جب شراب پیا کرتا تو جعفر کو یاد کر کے بہت روبا اور کہا  
کرتا تھا کہ خدا کی قسم اے جعفر کے قاتل سے میں اُس کا قصاص ضرور لوں گا۔ ابراہیم کی یہ باتیں خود  
ابراہیم کے بیٹے اور غلام نے ہارون الرشید سے کہیں خلیفہ نے ابراہیم کو بلایا اُس سے  
اپنی دوستی کا اظہار کیا اور اُس کو خوب شراب پلائی جب اُس کو نشہ بہت ہو گیا تب خلیفہ  
نے جعفر کو یاد کر کے رونا شروع کیا اور کہا کہ اب جعفر کا ساد دوست کہاں مل سکتا ہے  
ہائے میں نے جعفر کو کیوں قتل کیا۔ اس سے تو یہی بہتر تھا کہ میری سلطنت ہی چلی جاتی اور جس  
دن سے جعفر قتل ہوا ہے اُس دن سے اب تک مجھ کو نیند نہیں آئی یہ سنکر ابراہیم خوب روبا اور  
کہا کہ امیر المؤمنین! آپ نے درحقیقت یہ کام اچھا نہیں کیا جعفر کا ساد آدمی ملنا اب مشکل ہے جب  
اس طرح ہارون الرشید نے فریب سے ابراہیم کا راز معلوم کر لیا تو پھر وہاں سے ابراہیم پر لعنت کرتا  
ہوا کھڑا ہو گیا اس کے کھڑے ہونے کے چند لمحے کے بعد یہیے وقوف ہمدرد خاندانِ براکہ بھی قتل  
کر دیا گیا۔

ابراہیم کا  
قتل

# پہلے اسلام

## ہارون الرشید کی خلافت کا آخری زمانہ اور اسکی وفات

شہر رقبہ کا  
دار الخلافہ  
مقرر ہونا

خاندانِ برانکہ کے زوال اور استیصال کے بعد اور ان کے تمام آوردوں اور ماتحتوں کی بربادی سے باشندگانِ بغداد خلیفہ سے بدظن رہنے لگے اس لئے ہارون الرشید نے بغداد کو چھوڑ کر شہر رقبہ اپنا دار الخلافہ مقرر کر لیا اس سے پہلے بھی ہارون الرشید نے بغداد سے اپنی نفرت ظاہر کی تھی اور کوفہ کو دار الخلافہ مقرر کرنا چاہتا تھا لیکن کوفیوں کی اولاد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے طرفداری کی وجہ سے اُس نے کوفہ کو پسند نہیں کیا ہارون الرشید نے دار الخلافہ کی تبدیلی کے وجوہات جو غالباً صحیح معلوم ہوتے ہیں یہ بتلائے کہ چونکہ ملک الجزیرہ میں ہمیشہ بغاوتیں ہوتی رہتی تھیں اور شمالی صوبجات میں بنی امیہ کی طرفداری میں اب تک بہت جوش باقی ہے اس لئے یہی بات مناسب ہے کہ ہارون الرشید کم سے کم الجزیرہ جا کر اپنی موجودگی سے وہاں کی غیر مطیع رعایا کے دلوں میں اپنی ہیبت اور خوف دل نشین کر دے۔

ایران کی  
بدانتظامی

صوبہ خراسان ایران کے قومی فرقوں کا ہیڈ کوارٹر تھا یہ ملک مذہبِ شیعہ کے نشوونما کے لئے بہت مناسب ثابت ہوا یہ صوبہ خلیفہ کی تمام سلطنت کے صوبجات میں ایک پالیسی پُرقتنہ و فساد اور بغاوتی صوبہ مشہور تھا ہم قبل ازیں اسی کتاب میں یہ لکھ چکے ہیں کہ خاندانِ امیہ کی خلافت کے زمانہ میں ابو مسلم کی ماتحتی میں ہمیں سے شور و فساد شروع ہوا اور بالآخر اسی بغاوت کے باعث بنی امیہ سے سلطنت اور تاج و تخت جاتا رہا اور نبطا ہر اب معلوم ہوتا تھا کہ خاندانِ عباسیہ کو بھی یہ صوبہ اسی طرح مضرت ثابت ہوگا۔

۱۱۰  
 لاکھ میں وہاں ایک بغاوت پھوٹی جس کا بانی اور سرغنہ ایک شخص مسیحی حمزہ بن اترک  
 تھا اس شخص نے صوبہ کوہستان میں لوٹ مار چادی اور وہاں کے باشندوں کو قتل کر کے  
 آخر کار شہنشاہ کو فتح کر کے اس پر قابض ہو گیا گورنر ہرات اُس کے مقابلہ کے لئے چھ سو فوج  
 لے کر گیا لیکن اول ہی معرکہ میں گورنر نے شکست کھائی اور مارا گیا۔

حمزہ بن اترک  
 کی بغاوت

پس نکر علی ابن عیسیٰ گورنر خراسان نے اپنے بیٹے الحسین کو دس ہزار لشکر کا افسر مقرر کر کے  
 باغیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا لیکن الحسین نے حمزہ پر حملہ کرنا نہیں چاہا۔ اس لئے  
 الحسین موقوف کر دیا گیا اور بجائے اُسکے اس کا بھائی عیسیٰ جنرل فوج مقرر کیا گیا۔ اول اول تو  
 عیسیٰ ناکامیاب رہا لیکن بعد ازاں اُس نے باغی فوجوں کو منتشر کر کے بہت سے باغیوں کو  
 قتل کیا بعد شکست کے حمزہ نے صرف چالیس ہمراہیوں کے ساتھ بھاگ کر کوہستان میں  
 پناہ لی جن لوگوں نے اُس بغاوت میں شرکت کی تھی عیسیٰ نے اُن سے سخت بدلہ لیا تیس ہزار  
 سے زائد آدمیوں کو قتل کر پایا اور جس قدر دیہات کہ باغیوں کے طرفدار ہو گئے تھے اُن سب  
 کو جلا ڈالا۔

عیسیٰ بن علی  
 کی فتح

حمزہ نے خود مختار بننے کی پھر دوبارہ کوشش کی لیکن شکست پائی اس دفعہ اُس کے چہرہ پر  
 ایک زخم لگا وہ بھاگ کر شہر السقر میں انگوروں کے باغوں میں چھپ گیا وہاں سے نکل کر اُس  
 نے قرب وجوار کے دیہات کو ویران کر ڈالا اور تمام باشندگان دیہات کو تہ تیغ بے دریغ کیا  
 حمزہ کے اور مظلموں کے منجملہ یہ بھی ایک ظلم تھا کہ اُس نے اور اُس کے ہمراہیوں نے ایک بار  
 پر حملہ کر کے استاد اور تیس طالب علموں کو مار ڈالا طاہر ابن حسین رہے اُس خانہ جنگی کا کہ  
 جو بعد ازاں ہارون الرشید کے واقع ہوئی مشہور سرغنہ ہے جو اس وقت شہنشاہ کا لفٹنٹ گورنر  
 تھا حمزہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا گیا اُس نے باغیوں کا قلع اور قلع کیا۔ طاہر کا سزا دینے کا  
 طریقہ بڑا ہی ہیبت ناک تھا وہ درختوں کو باہم جھکوا کر اور ان میں باغی کو بندھوا کر ان درختوں  
 کو کھلوا دیتا تھا درخت جب اپنی اصلی جگہ پر جانے لگتے تو اُن کی کشش کے زور سے  
 بد قسمت مجرم کے دو ٹکڑے ہو جاتے تھے۔

طاہر ابن  
 حسین

اول تو حمزہ فرار ہو گیا مگر بعد ازاں اُس نے خلیفہ کی اطاعت اختیار کر لی۔

علی بن عیسیٰ نے اب جبر و ظلم سے باشندگان خراسان سے زر نقد روپیہ لے کر جمع کرنا شروع کر دیا جس سے وہ بڑا دولت مند ہو گیا اُس نے ظلم اور نا انصافی اس قدر کثرت سے کی اور اخذ و جبر ناجائز اتنا بے انتہا کیا کہ خراسان کے باشندوں نے اس کی شکایت ہائے عظیم کی بیشمار عرضیاں اور استغاثے ہارون الرشید کی خدمت میں ارسال کئے خلیفہ نے ان معاملات کی تحقیقات بذات خود کرنا چاہی اور علی بن عیسیٰ کو حکم بھیج دیا کہ شہر رے میں حاضر ہو جائے جہاں خلیفہ مع اپنے دونوں بیٹوں کے موجود تھا لیکن یہ عامل خراسان خلیفہ کے حضور میں بے شمار تحائف گراہنہ لے کر حاضر ہوا ہارون الرشید نے بھی اس کو خلعت گراہنہ عطا فرمایا اور اپنا اعتماد اس پر ظاہر کر کے اُس کو پھر دوبارہ خراسان کی گورنری پر مقرر کر کے بھیج دیا باشندگان خراسان کی عرضیوں اور شکایتوں پر خلیفہ نے جو یہ لاپرواہی ظاہر کی اس سے ان لوگوں کا جوش حد جنوں تک پہنچ گیا اہالیان خراسان اپنے آقا اور حکمرانوں کو اول ہی ناپسند کرتے تھے اب ان کو ایسی نفرت ہو گئی کہ جو چھپ نہیں سکتی تھی۔

رفیع بن لیث  
کی بغاوت

خاندان ہرامکہ کے قتل اور استیصال سے ان میں اور بھی زیادہ جوش اور غصہ ہو گیا۔ اس دفعہ ایک اور باغی سرغنہ نے جو وہاں خروج کیا تو اُس نے اپنے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے کا تمام باشندگان خراسان کو مشتاق پایا یہ باغی سرغنہ رفیع بن لیث تھا اور نصر بن سہام کا پوتا تھا اور نصر ابو مسلم کی بغاوت میں مارا گیا تھا۔

جس واقعہ کی وجہ سے رفیع نے بغاوت پر کمر باندھی وہ مثل ایک قصہ کے ہے اور اس سے اُس وقت کے مسلمانوں کی طرز معاشرت کا احوال معلوم ہوتا ہے۔

رفیع بہت حسین اور بڑا شجاع شہسوار تھا خلیفہ کے ایک آزاد کردہ بردہ کی زوجہ پر وہ عاشق ہو گیا اُس عورت کو اُس کے خاوند نے چھوڑ رکھا تھا اور وہ بغداد میں ایک گھر علیحدہ آباد کر کے رہا کرتا تھا رفیع نے اول تو اس عورت کے خاوند کو ترغیب دی کہ تو اس کو طلاق دیدے مگر اس عورت کی ذاتی جائداد بہت تھی اس لئے اُس کے خاوند نے یہ بات منظور نہ کی تو رفیع نے اس عورت کو یہ فریب سکھایا کہ تو یہ یہاں نہ کر کہ میں نے مذہب اسلام ترک کر دیا تبدیل مذہب کی وجہ سے اُس کے خاوند نے اُس کو طلاق دیدی اور طلاق سے عورت اپنے خاوند کی بی بی دوبارہ نہیں ہو سکتی

تا وقتیکہ کسی دوسرے شخص سے وہ نکاح نہ کرے اور وہ دوسرا شخص بھی اس کو طلاق نہ دیدے  
 ہارون الرشید اس فریب اور مکر کا حال سن کر سخت غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ رفیع کے درے  
 لگائے جائیں اور بعد ازاں اس کو قید کر دیا جائے اور اس عورت کے واسطے یہ سزا مقرر کی کہ  
 اس کا منہ کالا کر کے اور گدھے پر سوار کر کے سمرقند کے ہر کوچہ و بازار میں اس کو تشہیر کیا جاوے  
 اس حکم کے اول حصہ کی تعمیل ہو گئی مگر اس عورت کے رشتہ داروں نے خلیفہ سے عرض و عرض  
 کر کے عورت کی سزا معاف کر دی۔

اس کے تھوڑے عرصے کے بعد رفیع زندان میں سے پھر فرار ہو گیا اور علی ابن عیسیٰ کے  
 پاس جا کر پناہ لی لیکن جب رفیع کو یہ معلوم ہوا کہ اس کی بی بی اب بھی اس سے علیحدہ رکھی گئی ہے  
 تو اس نے بغاوت برپا کرنے کی کوشش کی۔

چونکہ علی ابن عیسیٰ کے برخلاف تمام باشندے اول ہی سے بغاوت کرتے پرتیار بیٹھے  
 ہوئے تھے۔ اس لئے رفیع کے علم بغاوت برپا کرتے ہی بڑے جوش کے ساتھ لوگ اس کے پاس  
 جمع ہونے شروع ہو گئے علی نے اس فتنہ و فساد کے دبانے کیلئے اپنے بیٹے کو فوج دیکر روانہ کیا  
 لیکن اس کی فوج کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا علی مقابلہ کے لئے پھر خود میدان جنگ میں گیا  
 لیکن وہ بھی لپسا ہوا۔ علی کے لپسا ہوتے ہی یہ بغاوت تعجب انگیز سرعت کے ساتھ پھیل گئی۔  
 بلخ کے لوگ بھی باغیوں سے مل گئے۔ علی کی جانب سے جو حکام مقرر تھے بلخچوں نے ان سب کو  
 تہ تیغ کیا اور علی کا محل لوٹ لیا۔

چاروں جانب سے شکست پر شکست پا کر علی مرو کو بھاگ گیا اور تمام احوال کی ایک  
 عرضی لکھ کر خلیفہ ہارون الرشید کے حضور میں ارسال کی۔ اس طرف باغیوں نے شروع ہی  
 سے اپنی تابعداری اور خلیفہ کی اطاعت کا اظہار کر رکھا تھا اور صرف یہ کہتے تھے کہ ہماری شکایت  
 کا مدعا تو صرف یہ ہے کہ علی خراسان کا گورنر جنرل نہ رہے۔

ہارون الرشید نے اس ناراضگی اور بددلی کے سبب علی کو گورنری خراسان سے موقوف  
 کرنا چاہا مگر ایسے گورنر جنرل کی معزولی جس کے اختیار میں ہنوز خزانہ زر نقد اور فوج تھی بڑی  
 ہی احتیاط سے عمل میں لائی جاسکتی ہے۔

علی بن عیسیٰ  
 کی شکست



ہرثمہ کا  
گورنر  
خراسان  
مقرر ہونا

ہارون الرشید نے اس مشکل کام کی انجام دہی کے لئے ایک شخص ہرثمہ کو منتخب کیا جو اس کا نہایت معتد جنرل فوج تھا ہرثمہ خود بھی ایرانی تھا اور اس لئے یہ جن لوگوں پر حکومت کرنے کے لئے منتخب کیا گیا ان کی عادات و اطوار سے خوب واقف تھا۔

اس مشہور افسر (ہرثمہ) کو بلا کر خلیفہ ہارون الرشید نے اس سے یہ فرمایا کہ میں تم کو ایک مہم پر بھیجتا ہوں مگر یہ راز مناسب وقت تک پوشیدہ رکھنا تمہارا قصص بھی اگر اس راز سے واقف ہو جائے تو تم اس کو بھی جلاؤ لانا وہ یہ ہے کہ میں تم کو گورنر خراسان مقرر کرتا ہوں لیکن اگر علی بن عیسیٰ کو یہ بات معلوم ہو جائے گی تو وہ فوج سے مقابلہ کر کے تم کو روکے گا تم اپنی فوج میں یہ مشہور کر دو کہ تم علی کی مدد کو جاتے ہو لیکن جب تم مرو میں پہنچ جاؤ تو تم علی کو گرفتار کر لینا اور جو کچھ مال و اسباب علی نے وہاں کے باشندوں کا بھیر و اخذنا واجب لیا ہے وہ تم ان سب کو اپنے ولادینا خلیفہ نے پھر اپنا حکم باضابطہ ہرثمہ کو گورنر خراسان مقرر کرنے کا تحریر کر دیا اور ہرثمہ کو تین پروانے دیئے کہ اپنے ہمراہ لیتا جاوے ایک پروانہ فوج کے نام تھا کہ وہ قیام انتظام میں اپنے نئے گورنر (ہرثمہ) کو مدد دیوں۔ دوسرا پروانہ باشندگان خراسان کے نام تھا اس میں اقرار تحریر تھا کہ جو کچھ تمہاری شکایتیں ہیں وہ دور کر دی جائیں گی اور نیز اس میں ان کو یہ نصیحت اور ہدایت لکھی ہوئی تھی کہ وہ ہر حال میں امیر المؤمنین خلیفہ ہارون الرشید کے منقاد مطیع اور فرمان بردار رہیں کہ اسی میں ان کی بہتری متصور ہے تیسرا پروانہ علی بن عیسیٰ کے نام تھا خلیفہ نے یہ پروانہ ظہار حنفی میں ناراضگی سے نہایت سخت و سست الفاظ میں تحریر کیا تھا اور علی ابن عیسیٰ کو بہت سی لعنت و ملامت لکھ رکھی تھی کہ تو نے ایسے ایسے جبر و ظلم کئے کہ ان کی وجہ سے لوگوں اور رعایا کے دلوں میں سے تو نے اپنے بادشاہ کی محبت کو محو کر دیا۔

ہرثمہ بیس ہزار فوج لے کر مرو کو روانہ ہوا اور چونکہ علی کو یہ خیال تھا کہ وہ میری مدد کے لئے آیا ہے اس لئے اس نے شہر سپاہ کے دروازے تک آکر ہرثمہ کا بڑے اعزاز سے استقبال کیا ہرثمہ علی کے ہمراہ محل تک آیا اور جب وہ دونوں کھانا کھا چکے تب ہرثمہ نے علی کو خلیفہ کا پروانہ دکھایا اس معزول گورنر نے پروانہ دیکھتے ہی فوراً خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی ہرثمہ نے اس کو گرفتار کر کے اس کے پیروں میں بھاری بھاری ڈال دیں مرو کی جامع مسجد میں بٹھک کر ہرثمہ ہر روز

انصاف کیا کرتا تھا جن لوگوں سے علی نے ناوا جب طور سے زرقہ لے لیا تھا اور انہوں نے ہرثمہ کے حضور میں اس پر دعویٰ کئے تھے اُن کی جواب دہی کے لئے علی کو اسی حالت میں روز بروز جامع مسجد میں آنا پڑتا تھا۔

علی بن  
عیسیٰ کی  
گرفتاری

ہرثمہ نے علی کو ایک بے کاٹھی کے اونٹ پر سوار کر کے خلیفہ کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے رقعہ کو روانہ کیا اور علی کے تمام رشتہ دار اور دوستوں کو گرفتار کر لیا۔ علی کی جائداد جن میں تین ملیں پونڈ طلا ساڑھے پانچ کروڑ روپیہ اور اس قدر خزانہ تھا کہ پانسواونٹوں پر لے سکے ضبط کر لئے یہ زرقہ درحقیقت خلیفہ کے خزانے میں داخل کیا گیا اور ان بد قسمت خراسانیوں کو نہیں ملا جن سے علی نے یہ رقم کثیر لوٹی تھی مرو کے اُن باشندوں کو جن سے علی نے ناواجبی طور پر روپیہ لیا تھا اور جنہوں نے عدالت میں باضابطہ درخواست اُس کے واپس لینے کے لئے کی تھی اس کا معاوضہ دلایا گیا۔

اس اثناء میں رفیع کی بغاوت بڑھتی جاتی تھی چیچوں کے پار کا تمام علاقہ (ترکستان) اُس کی بغاوت میں شریک ہو گیا۔ ہرثمہ کی فوج نے چیچوں کے عبور کرنے سے انکار کر دیا کہ جب تک اور ملک نہ آجائے گی ہم چیچوں کو عبور نہیں کریں گے جب یہ خبر خلیفہ کو پہنچی تو ہارون الرشید نے بذات خود میدان جنگ میں جانے کا ارادہ کیا۔

۱۹۳ھ ہجری میں ہارون الرشید خراسان جانے کے لئے رقعہ سے بغداد کو روانہ ہوا اس نے اپنے بیٹے القاسم کو رقعہ کی حکومت اور حفاظت سپرد کی ماہ شعبان کی ۱۰ تاریخ کو ہارون الرشید بغداد سے نہروان روانہ ہوا اور اپنے دوہرے بیٹے المامون کو دارالخلافہ سابق یعنی بغداد کا گورنر مقرر فرمایا خلیفہ کی روانگی کے وقت الفضل بن بہل نے جو ایرانی النسل تھا مامون اپنے

ہارون الرشید  
کا بذات خود  
میدان جنگ  
میں جانا

لے فضل بن بہل نسبتاً و مذہباً مجوسی تھا مامون کے ہاتھ پر ۱۹۳ھ ہجری میں اسلام لایا جعفر برکی نے اس کو ہارون الرشید کی خدمت میں فخرانہ مامون کی مساجبت کے لئے پیش کیا اس کے ہارون الرشید کے دربار میں حاضر ہونے اور رعب کی وجہ سے سلام نہ کرنے کی حکایت مشہور ہے یہ شاہزادی کے زمانہ میں مامون کا ندیم رہا مامون پر نہایت محبت ہو گیا تھا سوائے خود پرستی کے اس میں سب خوبیاں موجود تھیں مامون کی خلافت میں وزیر اعظم مقرر ہوا تیس لاکھ درہم ماہوار اس کی خواہ تھی اس کے بعد کسی وزیر اعظم کی اتنی بڑی تنخواہ مقرر نہیں ہوئی اس کا لقب ذوالریاستین تھا ۱۹۳ھ میں مامون کے ایسا سے ایک حمام میں قتل کیا گیا اس کے بعد اس کا بھائی حسن بن بہل وزیر اعظم ہوا جس کی بیٹی یوران سے مامون نے شادی کی ۱۲ مصلح۔

آقا سے عرض کیا کہ خدا جانے خلیفہ ہارون الرشید کو کیا اتفاق پیش آئے اس حال آئندہ سے کوئی بھی واقف نہیں از روئے تقسیم صوئہ خراسان تو آپ ہی کے حصہ میں آیا ہے اور آپ کے بھائی الامین نے آپ پر یہ فوقیت پائی لی ہے کہ وہ آپ سے پہلے تخت نشین ہووے آپ امین سے کچھ بھلائی کی امید نہ رکھیں وہ آپ کو ہر طور سے حقوق تخت نشینی سے محروم کرے گا کیونکہ وہ زبیدہ خاتون کا بیٹا ہے اور اس کے تمام رشتہ دار بنی ہاشم ہیں۔ اس لئے یہ بات بہتر ہے کہ آپ جس طرح سے ہو سکے خلیفہ کو رضا مند کر کے اس کے ہمراہ ہی چلے۔ یہ نصیحت المامون نے قبول کر لی اور کچھس و پیش کے بعد خلیفہ نے مامون کی یہ درخواست منظور کر لی۔

فیصل بن سہل ایرانی النسل اور خاندان برانکہ کا آوردہ تھا اصلاً تو وہ مذہب کا مجوسی تھا لیکن تھوڑے عرصے سے وہ اسلام لے آیا تھا ہارون الرشید نے اس کو المامون کا اتالیق مقرر کر دیا اس نوجوان شہزادہ (مامون) پر اس کا پورا پورا قابو ہو گیا۔

ہارون الرشید کے دونوں بیٹوں امین اور مامون کی وجہ سے وہی جنگ و جدل دونوں برادروں میں ہونے والا تھا کہ جس نے ابتداءً ہی سلطنت اسلام کو ہلا رکھا تھا۔ مامون کی ماں ایک ایرانی عورت تھی اور امین ہارون الرشید کی عزیز بیوی زبیدہ کے بطن سے تھا زبیدہ ہارون الرشید کے چچا کی بیٹی تھی اس وجہ سے امین خالص عربی نسل تھا۔

ہارون الرشید کو بھی مثل اپنے پیشرو خلفاؤں کے اپنا ولیعهد یا جانشین مقرر کرنے میں بڑی دقت ہوئی اس مشکل کے رفع کرنے کے لئے ہارون الرشید نے جو کچھ کوششیں کیں ان کا اٹا نتیجہ ہوا اور آخر کار سلطنت کی حصوں پر منقسم ہو گئی بلکہ اخیر میں اسی وجہ سے سلطنت کو زوال ہوا۔

ہارون الرشید کے دو بڑے بیٹے تھے ایک کا نام محمد (الامین) اور دوسرے کا نام عبدالممد المامون تھا امین صرف خالص عربی نسل ہی نہ تھا بلکہ محمد صاحب صلعم پیغمبر خدا کے خاندان میں یعنی بنی ہاشم تھا اسی وجہ سے عربوں کا گرد و فطرتاً امین ہی کا ولیعهد ہونا پسند کرتا تھا امین میں عربوں کی مانند تمام خوبیاں تھیں وہ بڑا حسین اور خوبصورت شجاع اور بہادر تھا لیکن اس میں لیاقت انتظامی بالکل نہ تھی عیش و عشرت میں ڈرتا تھا برعکس اس کے عبدالممد المامون ایک ایرانی عورت کے بطن سے تھا اس لئے ایرانی گروہ کی فطرتاً سب سے زیادہ خواہش یہ تھی کہ المامون ہی ولیعهد مقرر ہو جائے

فیصل بن سہل

خلیفہ کو ولیعهد کرنے میں سخت دقت پڑی

امین اور مامون

علاوہ ازیں مامون میں عقل و تمیز بہت تھی اور وہ الوالعزم بھی تھا۔

ہارون الرشید اس بات سے بخوبی واقف تھا کہ میرے مرنے کے بعد ان دونوں بھائیوں میں لڑائی ہو کے رہے گی گو یہ دونوں از خود لڑائی نہ کریں گے مگر لوگ ان کو آپس میں ضرور لڑوا دیں گے چونکہ عربوں کے گروہ کو بعد زوال خاندان ہرامکہ جو عروج حال ہو گیا ہے اس لئے وہ خلقی طور سے اپنے فریق کو اور زیادہ طاقتور اور اپنے تئیں مقتدر بنانے کے لئے ایسے شہزادہ کا تخت پر بٹھینا چاہینگے جو امتداد ان کے خالص عربی النسل ہو بخلاف اس کے ایرانی گروہ اپنی زائل شدہ قوت پھر حاصل کرنے کے لئے اور مقتدر بننے کے لئے یہ خواہش کریں گے کہ ایسا خلیفہ مقرر ہووے جو ایرانیوں کا بالکل طرفدار ہو یہ بات اب صاف طور سے معلوم ہونے لگی کہ عرب اور ایرانیوں میں جو دشمنی ہمیشہ سے چلی آ رہی ہے وہ ان دونوں شہزادوں کے نام سے بدیر یا جلد جنگ و جدل کی صورت میں ظاہر ہونے والی ہے۔

اس خوفناک خطرہ کے دفعیہ کے لئے ہارون الرشید نے یہ تدبیر کی کہ اپنی سلطنت کو دو حصوں میں منقسم کر دیا جس کی رُو سے مامون کے حصہ میں مشرقی صوبجات جہاں ایرانی عنصر کا زیادہ زور تھا آئے اور اس بات کی قرارداد ہو گئی کہ مامون اپنا دار السلطنت مرو کو مقرر کرے امین کے حصہ میں عرب اور عراق شام و مصر اور شمالی افریقہ کے ملک آئے جہاں کہ عربوں ہی کا اقتدار تھا ماسوا اس کے امین کے حصہ میں بغداد کی سلطنت اور مقدس شہروں حرمین شریفین کی تولیت بھی آئی اور ہارون الرشید کے وفات پانے کے بعد امین کا مذہب اسلام کا دینی پیشوا (خلیفہ) مقرر ہونا بھی قرار دیا گیا۔

یہ بھی معاہدہ ہو گیا کہ اگر دونوں بھائیوں میں سے کوئی مر جاوے تو اسکے بعد جو زندہ رہے اسی کو تمام سلطنت کی حکومت اور خلافت بطریق حق بازگشت کے ملے گی اگرچہ اس معاہدہ اور قرارداد کی یہ تمام کارروائی پیش بندی اور مال اندیشی سے خالی نہ تھی تو بھی آخری شرط اس معاہدہ کی جس قدر خوفناک تھی اس کا بیان فضول ہے۔ ہارون الرشید نے جب اس طرح تقسیم کا ارادہ کر لیا تو حج کرنے کے لئے مکہ شریف گیا اور دونوں بیٹوں کو اپنے ہمراہ لے گیا تاکہ تقسیم کا جو نظام کہ اس نے کیا ہے اس پر پابند رہنے کا دونوں برادروں سے اس مقدس جگہ میں حلف لے چنانچہ

ہارون الرشید کا  
سلطنت کو بیٹوں  
میں منقسم کرنا

خاص کعبہ اندران دونوں نے قسم کھائی اور معاہدہ کیا کہ ہمارے والد مکرم نے جو کچھ انتظام ہمارے لئے مقرر فرمایا ہے اس پر ہم پابند رہیں گے اور مذہبی طور سے بھی ہمیشہ ایک دوسرے کے حقوق کے لئے پابند رہیں گے جس وثیقہ پر یہ شرط تحریر تھیں اس پر سلطنت کے بڑے بڑے ارکان اور اعلیٰ افسروں اور خاندان شاہی کے دستخط بطور شاہدوں کے ثبت کرائے گئے پھر یہ وثیقہ کعبہ شریف کے دروازہ پر آویزاں کیا گیا جو شخص کہ در کعبہ پر یہ کاغذ آویزاں کرانے گیا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر یہ وثیقہ زمین پر گر پڑا تمام حاضرین نے اس کو بدفالی خیال کیا گو در حقیقت اس کے نتائج کی پیش بینی کے لئے کسی فال وغیرہ کی ضرورت نہ تھی۔

یہ مسئلہ جانشینی ہارون الرشید کو بہت پریشان اور بے چین رکھا کرتا تھا ذیل کی حکایت سے اس بات کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔

کسائی  
نخوی

الکسائی (کسائی نخوی) جو اس زمانہ کا ایک بہت بڑا مشہور عالم و فاضل تھا ذکر کرتا ہے کہ میں ایک دن خلیفہ ہارون الرشید کے حضور میں حاضر ہوا جب معمولی سلام و آداب کے میں اپنے گھر جاتا ہی تھا کہ ہارون الرشید نے مجھ کو حکم دیا کہ ذرا بیٹھے رہو پھر جب تمام درباری رخصت ہو گئے صرف میں اور خلیفہ کے دو چار عزیز اور ندیم رہ گئے تو خلیفہ نے مجھ سے کہا کہ اے علی کیا تم محمد و عبداللہ (امین و مامون) سے ملاقات کرنا چاہتے ہو میں نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین مجھے تو ان کے دیکھنے کا بہت شوق ہے اور مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی حاصل ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے امیر المؤمنین کے گھر میں ان کو پیدا کیا پس ہارون الرشید نے دونوں بیٹوں کو بلوایا تھوڑی دیر میں وہ مثل چمکتے ہوئے ستاروں کے سامنے آئے نہایت ادب اور رعب و ادب سے وہ دونوں بچی نظریں کئے ہوئے کمرہ کے وسط میں آگئے ہارون الرشید نے امین کو اپنے دست راست اور مامون کو دست چپ کی جانب بیٹھنے کا حکم دیا اور مجھ سے فرمایا کہ قرآن شریف اور دیگر علوم میں ان کا امتحان لو ان دونوں نے میرے تمام سوالات کا ایسے جلدی جلدی تہذیب کے ساتھ جواب دیا کہ ہارون الرشید کی طبیعت نہایت خوش اور مخطوط ہوئی پھر خلیفہ نے ان دونوں کو سینہ سے لگا کے خوب پیار کر کے رخصت کر دیا جب وہ چلے گئے تو میں نے دیکھا کہ ہارون الرشید کے رخساروں پر آنسو بہ رہے ہیں میرے دریافت کرنے پر خلیفہ نے فرمایا کہ مجھے اس خیال نے

رولادیا کہ ان دونوں بھائیوں میں آئندہ بڑے بڑے جھگڑے اور لڑائیاں ہوں گی خلیفہ کو اس وقت بھی ان کا آئندہ حال معلوم تھا اگر وہ عرب نے ابتداء ہی سے ہارون الرشید پر یہ زور ڈال رکھا تھا کہ وہ امین ہی کو اپنا جانشین مقرر فرمائے۔

ایک شاعر العمانی نے اس مضمون پر خلیفہ کے حضور میں ایک ایسی موثر تقریر کی کہ ہارون الرشید نے اُس سے فرمایا کہ اے عمانی خوش ہو کہ تیری خواہش کے مطابق میرا جانشین امین ہی ہوگا اُس نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین میں اب ایسا خوش ہوا ہوں کہ جیسے بارش سے سبزی اور فرزند کے ہونے سے زن عقیمہ اور بیمار از سر نو صحت پانے سے خوش ہوتا ہے امین ایک بے نظیر اور لاثانی شہزادہ ہے اور وہ اپنی بقائے شہرت اور عزت کے لئے سرگرم رہے گا اور اپنے عملوں سے اپنا نام روشن کرے گا ہارون الرشید نے پھر اُس سے پوچھا کہ تمہارا خیال اُس کے بھائی ماموں کی نسبت کیا ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ وہ مثل اچھی گھاس کے ہے لیکن سعدان کی مانند نہیں ہارون الرشید نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اُس ریگستانی عرب کو ضائع کرے کہ یہ مجھے کس طرح رنج دیتا ہے اگر مجھ سے پوچھا جاوے تو خدا کی قسم میں ماموں کے اندر خلیفہ منصور کا عزم خلیفہ مہدی کا رحم اور خلیفہ ہادی کی شان و شوکت پاتا ہوں اگر میں اُس کو چوتھے خلیفہ سے بھی تشبیہ دوں تو ماموں اس بات کا بھی مستحق ہے۔

عمانی  
شاعر

الاصمعی بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک دن خلیفہ ہارون الرشید کو ایک غیر معمولی حالت اضطراب میں پایا۔ گاہ بیٹھ جاتا اور کبھی پلنگ پر لیٹ جاتا تھا میں جب خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا تو خلیفہ آبدیدہ تھا اور آہستہ آہستہ اشعار پڑھ رہا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ تمام اقوام پر اسی شخص کو حکومت کرنے دو جو مستقل مزاج اور خالص دل رکھتا ہو اور متلون المزاج ہو قوف

اصمعی کی  
روایت

لہ سعدان ایک کانٹوں دار لودا ہوتا ہے۔ مویشی کے لئے نہایت مفید لودا ہے اس کے کھانے سے مویشی موٹے اور تروتازہ ہوجاتے ہیں۔ یہ تمام فقرہ عرب میں ضرب المثل ہے ۱۲

لہ ان ناموں کی ترتیب سے ہارون الرشید چوتھا خلیفہ ہوتا ہے اُس نے اپنے سے تشبیہ دینے کے لئے اشارہ کیا ہے جس طرح کہ دیگر عربی تاریخوں میں موجود ہے ۱۲ مصلح

۱۵ اصمعی ایک بڑا عالم بصرہ کا رہنے والا تھا عربی علم لغت قریباً ایک شخص اسی کی روایت سے مدون ہوا ہے بڑا شاعر تھا اور قسم قسم کے اشعار کہتا تھا ایک بحر میں صرف ربز کے بارہ ہزار شعر یاد تھے صاحب تصنیف بھی ہے ذہین بہت شاعر میں پیدا ہوا اور شاعر میں مر گیا ۱۲ مصلح۔

شخص کو بادشاہ نہ کر و کیونکہ اس کے خیالات اور اقوال پر کبھی اطمینان نہیں ہو سکتا۔  
 یہ اشعار سن کر میں نے خیال کیا کہ خلیفہ آج کسی ضروری تجویز کے سوچنے میں مشغول ہے تھوڑی  
 دیر میں خلیفہ نے مسرور کو بلا کر حکم دیا کہ یحییٰ کو بلا لانا چنانچہ اس امر سے میرے خیال کی تصدیق ہو گئی  
 جب یہ بوڑھا وزیر اعظم آگیا تو ہارون الرشید نے اُس سے کہا کہ اے ابوالفضل! حضرت پیغمبر خدا  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر وصیت کیے ایسے وقت میں وفات پائی جبکہ اسلام کا گویا زمانہ طفولیت  
 ہی تھا اور مذہب اسلام تازہ تازہ تھا آنحضرت کی وجہ سے کل عرب کی اقوام متحدہ اور متفق ہوئیں  
 اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ذلت اور جاہلیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُن عربوں پر رحمت فرما کر ان کو  
 عزت عطا فرمائی یا اُس کے بعد خلافت کے جھگڑے اُٹھے جنکے وہ صدے وہ تھے ہوئے کہ  
 جن سے تم بھی خوب واقف ہو لہذا میرا یہ ارادہ ہے کہ اپنے جانشینوں کے لئے میں کچھ انتظام کر  
 جاؤں اور خلافت اس کو سونپوں کہ جس کا چال و چلن اور عادات و اطوار مجھے پسند ہوں اور جس  
 کی ملکداری (پولٹیکل) کی لیاقتوں پر مجھے پورا پورا اطمینان ہو۔

میں عبداللہ المامون کو اس قابل سمجھتا ہوں لیکن بنی ہاشم یہ چاہتے ہیں کہ میں محمد امین کو  
 اپنا جانشین مقرر کروں اور اس میں عرب اپنے لئے بہتری سمجھتے ہیں گو وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ امین  
 متلون المزاج فضول خرچ ہے اور عیش و عشرت میں ڈوبا ہوا ہے عورتوں کے کہنے میں بہت ہے  
 اب اگر میں عبداللہ کو امین پر ترجیح دیتا ہوں تو بنی ہاشم مجھ سے نفرت کرنے لگیں گے اور اگر  
 میں امین کو اپنا ولیعہد مقرر کرتا ہوں تو مجھے اس کا خوف ہے کہ سلطنت میں بڑی خرابیاں  
 نمودار ہو جاویں گی۔ آخر کار بعد طول طویل مشورہ کے اُن دونوں کی یہی رائے قرار پائی کہ منقسم کر  
 دی جائے جس کا حال اس سے پہلے تحریر ہو چکا ہے۔

زیبہ نے بھی اپنے بیٹے کی طرف اری میں اپنے خاوند پر زور پٹ ڈالا اور اس بات کی  
 سخت شکایت کی کہ اپنے مامون کو تو فوجی مصارف کے لئے زر نقد عطا فرمایا اور امین کو کچھ نہ  
 ہارون الرشید نے غصہ سے جواب دیا کہ تم میرے کاموں کی چھان بین کرنے والی کون ہو

۱۔ عموماً مسلمانوں کا نام اپنے بیٹے کے نام پر لفظ ابو (باپ) زیادہ کرنے سے مشہور ہو جاتا ہے مثلاً یحییٰ ابوالفضل کے نام سے  
 یعنی فضل کا باپ، مشہور ہے فضل اُس کے بیٹے کا نام تھا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بیٹے قاسم کی وجہ  
 سے ابوالقاسم مشہور تھے قاسم طفولیت ہی میں فوت ہو گئے ۱۲ مصباح

زیبہ  
 خاتون  
 کی شکایت

تمہارے بیٹے کے حصہ میں جو ملک آیا ہے اس میں امن و امان ہمیشہ رہتا ہے اور عبداللہ کے حصہ میں جو صوبجات آئے ہیں وہ بڑے بغاوت انگیز ہیں وہاں ہمیشہ جنگ و جدل رہتا ہے اس لئے عبداللہ کو فوج اور روپیہ کی زیادہ ضرورت ہے مجھے اس بات کا بالکل خوف نہیں ہے کہ عبداللہ سے تمہارے بیٹے کو کسی قسم کا خطرہ ہوگا بلکہ بھکو بڑا خوف یہ ہے کہ تمہارے بیٹے سے عبداللہ کو بہت خطرہ ہوگا خلیفہ ہارون الرشید جب خراسان کی جانب روانہ ہوا تو اس کی صحت اچھی نہ تھی اس لئے دونوں شہزادوں کے طرفداروں کو یہ بات ضروری ہو گئی کہ وہ ہوشیار رہیں اور ہرات کی خبر دیتے رہیں یہ دونوں فریق اب اپنے بادشاہ کی موت کے منتظر رہنے لگے تاکہ ان کی مقصد برآری کے لئے راہ لکھے یہ انتظار ان کو زیادہ عرصہ تک کھینچنا نہ پڑا ہارون الرشید نے خراسان کی جانب بھی دو چار ہی منزلیں طے کی ہوگی کہ اس نے اپنے ایک ندیم سے جس کا نام الصباح التباری تھا یہ کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ میں تم لوگوں میں اب زیادہ عرصہ تک نہ رہوں گا اب میری موت قریب ہے کیونکہ جو تکلیف مجھے ہے تم اس سے واقف نہیں ہو الصباح نے ہارون الرشید کی تسلی اور طمانیت کے لئے کوشش کی اس بات پر ہارون الرشید ایک درخت کے نیچے آرام کرنے کے لئے بیٹھ گیا اور جو خدمتگارا اور ملازم کہ ہم رکاب تھے ان کو حکم دیا کہ یہاں سے ہٹ جاؤ اور تخلیہ کر دو جب سب ہٹ گئے تو خلیفہ نے اپنے کپڑے اتارے اور صلیح کو ایک ریشم کی پٹی اپنے جسم پر بندھی ہوئی دکھائی اس پٹی سے خلیفہ نے اپنا سارا بدن کس رکھا تھا پھر صباح سے مخاطب ہو کے کہا کہ میں بہت بیمار ہوں اور میرے بدن میں سخت درد رہتا ہے لیکن میں اپنی حالت سے کسی شخص کو آگاہ نہیں کرتا ہوں چونکہ میرے تمام نوکر میرے گردا گرد میرے بیٹوں میں سے ایک نہ ایک کے جاسوس ہیں سامون کی جانب سے مسرور میرا نگران ہے اور حیریل

خلیفہ کی صحت  
بروقت روانگی  
جانب خراسان

الصباح  
التباری  
سے خلیفہ  
کا تخلیہ

سہ حیریل بن عثیم بن جاسس یونانی - دربار ہارون الرشید کا مشہور فاضل طبیب تھا اس کے علاج بڑے بڑے معرکہ کے مشہور ہیں مسئلہ پھر میں جب جعفر برکی بیمار ہوا تو خلیفہ نے اسی طبیب کو علاج کے لئے مقرر کیا تھا دربار ہارون الرشید میں اس کا رتبہ وزارت سے کم نہ تھا جب امین تخت نشین ہوا تو وہ اس کی بڑی عزت کرتا تھا اور بغیر اجازت اس کے پانی تک نہ پیتا تھا تیرہ برس ہارون الرشید کی اس نے خدمت کی عہد سامون میں بنقام مدائن سلطنت میں فوت ہوا اور دیر ما حرس میں دفن ہوا علاوہ طب کے دیگر فن میں بھی اس کی تصنیفات ہیں ہارون کی بے تعصبی کی اس حکیم کی نظیر سے اور کیا دلیل ہو سکتی ہے باوجودیکہ ایسا عظیم القدر شہنشاہ تھا تکلف و تعصب مزاج میں برائے نام بھی نہ تھا حیریل اور عثیم و غیرہ عیسائی المباد کا جو اعزاز دربار میں تھا آج اس کی نظیر سے یورپ اور ایشیا خالی ہے جو عزت عیسائیوں کو دربار میں تھی ویسا ہی مرتبہ یہودی پارسی ہندو علماء اور حکما کا بھی تھا ۱۲ - مصباح احمد



جبرئیل  
بن جیشوع  
طیب

بن جیشوع امین کی جانب سے جاسوس ہے اس جگہ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو میرے سانس نہ گنتا ہو اور اس وقت کا کہ جب میری زندگی ختم ہو شمار نہ کرتا ہو اس بات کی تصدیق کے لئے دیکھو میں ایک گھوڑا لانے کے لئے حکم کرتا ہوں اور اب تم دیکھ لینا کہ ایک نہایت تھکا مانڈا اور اڑیل گھوڑا حاضر کر دینگے تاکہ مجھے اور زیادہ سخت تکلیف ہو لیکن اس بات کا تم کسی سے ذکر نہ کرنا صبح نے یہ سنا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ حکم الحاکمین خلیفہ کی عمر دلا کرے پھر جب خلیفہ نے گھوڑا منگایا تو درحقیقت وہ گھوڑا ایسا ہی نکلا جیسے کہ خلیفہ نے اول ہی پیشینگوئی کر دی تھی خلیفہ نے صبح کی جانب ایک نظر اٹھا کر دیکھا گویا اشارہ تھا کہ میں جیسا کہتا تھا وہی بات ہے یا نہیں اور پھر کسی سے ایک لفظ بولے بغیر سوار ہو گیا۔

عبرت

اس حکایت سے یہ بات صاف طور سے ظاہر ہوتی ہے کہ اس عظیم القدر شاہ ہارون الرشید اعظم کی سلطنت کا آخری زمانہ کس قدر رنج اور مصیبت میں گذرا خود بینی اور عدم اعتدال سے متجاوز فخر و تکبر سے اس نے سب سے عمدہ دوستوں کو مستاصل اور اپنے رشتہ داروں کے دلوں سے اپنی محبت زائل کر دی اور اپنی رعایا کے دلوں میں بجائے الفت اور محبت کے خوف اور ہیبت دل نشین کر دی وہ جانتا تھا کہ میرے بیٹے میری موت کا بڑی آرزو کے ساتھ انتظار کر رہے ہیں اور ان کے لئے جو ورثہ چھوڑ جاؤں گا اس پر وہ مثل دو کتوں کے لڑنے جھگڑنے کے لئے تیار بیٹھے ہوئے ہیں۔ جائے عبرت ہے کہ ایسا طاقتور اور عظیم الشان خلیفہ کو جس کے سر کے ایک اشارے سے ایک سلطنت کی سلطنت متزلزل اور ویران ہو سکتی تھی اپنے خاص طبیب سے اپنی اس تکلیف و بیماری کا حال کہ جس میں وہ مبتلا تھا ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کرتا نہ اپنے ملازموں کو ایک اور عمدہ گھوڑے کے حاضر کرنے کے لئے حکم دیتا ہے۔

اس مہم کے دوران میں ہارون الرشید اپنے وزراء پر ہمیشہ ناراضگی ظاہر کرتا رہا اور باوجودیکہ خود ہی اس امر کا بانی تھا مگر خاندان برائے کی بموقع کار روئیاں اور عمدہ مشوروں کو یاد کر کے وہ ہمیشہ ہی کہتا رہا کہ میں نے ان کی قدر نہ کی۔

حلوان کی پہاڑیوں کو عبور کر کے ہارون الرشید نے شہر کرمان شاہ میں قیام کیا اور اپنی فوج سے مخاطب ہو کر یہ کہا کہ مشرق اور مغرب دونوں اطراف میں ہمیشہ فوجی کارروائی کی

ضرورت رہی مغرب میں تو اب امن و امان ہے اور اب میں مشرق میں بھی بغاوتیں وغیرہ فرو  
کر کے امن و امان قائم کرنا چاہتا ہوں گو کہ یچی اور اس کے بیٹے اب مجھے اپنے مشوروں سے مدد  
دینے کے لئے موجود نہیں ہیں۔

خلیفہ نے  
کرمان شاہ  
میں فوج سے  
گفتگو کی

اس مہم میں نیا وزیر اعظم فضل بن ربیع بھی خلیفہ کے ہمراہ تھا اس فضل کا باپ بھی خلیفہ  
المہدی والدارون الرشید کے عہد میں وزیر تھا اور خلیفہ الہادی کے مختصر حکومت میں یہ فضل  
خود بھی وزیر رہ چکا تھا مگر ہارون الرشید نے تخت پر چلو بس فرماتے ہی اس کو موقوف کر کے  
یحییٰ برکی کو اپنا وزیر اعظم مقرر کر لیا بعد ازاں یحییٰ اور اس کے بیٹوں نے فضل سے اچھا سلوک  
نہیں کیا بلکہ اس سے بہ تکبر پیش آتے تھے اس لئے فضل کو براہ سے کچھ اُنس نہ تھا براہ کے زوال  
و استیصال کے پورے فضل وزیر اعظم مقرر ہوا اور عربوں کا سرگروہ تسلیم کیا گیا۔

فضل بن  
ربیع  
وزیر اعظم

طوس کے نواح میں پنچکر ہارون الرشید نے اپنی ناطقتی اور کمزوری کے چھپانے کی کوشش  
کی مگر اب وہ ایسا صاحب فراش ہو گیا کہ خدام و ملازم اس کو بکڑ کر اٹھاتے بٹھاتے تھے  
اس کی بیماری کی اس حالت سے تمام فوج میں بڑی گھبراہٹ پڑ گئی جب اس کو یہ بات  
معلوم ہوئی تو ہارون الرشید نے گھوڑے پر سوار ہونے کی بڑی کوشش کی تاکہ فوج اس کو  
پچشم خود دیکھ کر تسلی اور قرار پکڑے خلیفہ نے اول تو ایک بڑے عربی اسپ پر اور پھر ایک یا پور  
اور بعد کے ایک خچر پر چڑھنے کی بار بار کوشش کی مگر وہ چڑھ نہ سکا اس لئے اس نے غلاموں کو  
حکم دیا کہ جھکو واپس لے چلو واللہ لوگ سچے ہیں۔

خلیفہ کا  
طوس میں  
پہنچنا

جبریل بن بختیشوع معالج شاہی بیان کرتا ہے کہ میں ایک دن شہر رقوم میں خلیفہ کے حضور  
میں حاضر ہوا اور میں نے دیکھا کہ خلیفہ بالکل چپ چاپ لیٹا ہوا ہے نہ آنکھیں کھولتا ہے  
نہ کچھ حرکت کرتا ہے میں نے عرض کی کہ امیر المؤمنین کیسی طبیعت ہے؟ ہارون الرشید نے فرمایا  
کہ آج رات مجھے ایک الہام ہوا ہے جس کی وجہ سے میری لوح پر صدمہ ہے اور وہ یہ ہے کہ آج شب  
ایک ہاتھ اور ایک بازو جس کو میں پہچانتا ہوں مگر میں اس کے مالک کا نام بھول گیا ہوں میرے ربت کے  
بچے سے برآمد ہوا اور مجھے کچھ سرخ مٹی دکھائی پھر اسی وقت ہاتھ غیبی سے آواز دی کہ یہ اس زمین  
کی مٹی ہے یہاں تم دفن کئے جاؤ گے میں نے دریافت کیا کہ اس ملک کا نام کیا ہے پھر ہاتھ غیبی نے یہ جواب دیا

ہارون الرشید  
کو مہم غیبی کا  
طوس میں  
دفن ہونے  
کی اطلاع  
دینا

کہ اس ملک کا نام طوس ہے جبریل کہتا ہے کہ یہ نیکریں نے ہارون الرشید کی نشانی و تسکین کی اور کہا کہ امیر المؤمنین معادہ کی برائی کی وجہ سے یا سلطنت کے اُس حصہ میں جو بغاوت ہو رہی ہے اُس کا خیال خواب میں بنا دیا ہوگا اس وجہ سے آپ نے یہ خواب پریشان دیکھا ہے آپ کچھ فکر نہ کریں خدا خواستہ یہ بات سچ کیوں ہونے لگی اب آپ آرام فرمائیں اور دل کو اور باتوں سے بھلائیں میری اس طرح کی گفتگو سے خلیفہ کے خیالات پریشان بہت جلد تبدیل ہو گئے لیکن طوس کی لال مٹی ہی میں خلیفہ کا دفن ہونا مقدر ہو چکا تھا۔ رفیع ابن لیث کی بغاوت فر کرنے کے دوران میں ہارون الرشید نے طوس کے قریب ایک گاؤں میں قیام کیا یکا یکا بٹے جو ش کے ساتھ اُسکے پیر کا پنے لگے اور خلیفہ سے کھڑا نہ رہا جاسکا غلام اور خدام اور اُسکے حرم کی مستورات اُسکے گرد اگر جمع ہو گئیں اس وقت خلیفہ نے جبریل بن جبتیشوع سے کہا کہ طوس کی بابت رقبہ میں جو مجھے الہام ہوا تھا اور میں نے تم سے اس کی بابت ذکر کیا تھا وہ بات تمہیں یاد ہے کہ نہیں؟ پھر خلیفہ نے سر اٹھا کر مسرور کی جانب دیکھا اس کو حکم دیا کہ اس باغ کی مٹی جہاں میں مقیم ہوں ذرا سی اٹھا لاسرور فوراً اس باغ کی مٹی اپنی کھانسی پر لیکر حاضر ہوا اور ہارون الرشید کو دکھلائی خلیفہ نے دیکھتے ہی کہا کہ یہ وہی سرخ مٹی ہے اور یہ وہی ہاتھ اور بازو ہے جو میں نے خواب میں دیکھا تھا خلیفہ سے پھر ضبط نہ ہو سکا مثل بچوں کے رونے اور سبکیاں لینے لگا۔

بشیر بن ایث  
کی گرفتاری

ہارون الرشید کی اس قابل رحم حالت کے وقت بشیر برادر رفیع سر عنہ باغیان قید ہو کر کیمپ شاہی میں لایا گیا ہارون الرشید نے اپنے حضور میں بلانیکا حکم دیا فرمایا کہ اگر میری زندگی میں صرف اتنا ہی وقفہ ہوتا کہ میں اپنے ہونٹ بھی بلا سکتا تو اُس وقت بھی میں یہ کہتا کہ اس کو مار ڈالو پھر ایک قصاب کو بلا کر خلیفہ نے اپنی آنکھوں کے سامنے اُس زندہ قیدی کا ایک ایک عضو کٹوا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جب اس خوفناک سزا کی تعمیل ہو چکی تو خلیفہ کو غش آ گیا۔ ہارون الرشید اعظم کا بطور شاہنشاہ کے یہی آخری کام تھا۔

پھر جب خلیفہ کو ہوش آیا تو اس کو معلوم ہو گیا کہ اب میرا وقت قریب آگیا بقولیکہ  
آن پسخی سرگرداب فنا کشتی عسمر ہر نفس باد مخالف کا ہے جھونکا ہم کو  
ہارون الرشید نے اپنے خادموں اور غلاموں کو حکم دیا کہ میں جس مکان میں بیٹھا ہوں وہیں

میرے لئے ایک قبر کھودو بعد اس کے بہت سے حافظوں کو بلوایا جنہوں نے دو دو تین تین پاسے پر  
 کے تمام قرآن شریف اُسکو سنایا خلیفہ اس اثناء میں اپنی قبر کے کنارے ایک پلنگ پر لیٹا رہا انتقال  
 سے پیشتر خلیفہ کو ایک اور عرش آیا اور جب ہوش آیا تو اپنی آنکھیں کھولیں اور اپنے وزیر کی طرف  
 دیکھ کر تین شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ اے فضل کیا وہ وقت قریب آپہنچا۔ جس کا مجھ کو  
 خوف تھا دیکھو حاضرین کی آنکھیں میری جانب نگران ہیں جو لوگ گذشتہ زمانہ میں ہم پر حسد کرتے  
 تھے وہ اب ہم کو بتظر رحم دیکھ رہے ہیں ہم سب کو صبر کرنا چاہیے جو قسمت میں ہے وہ ہو کر رہے گا  
 میں اب ان دوستوں کے لئے روتا ہوں جن سے میں محبت کیا کرتا تھا حقیقت میرا یہ سب عیش و  
 عشرت فانی تھا جو اب پھر نہیں آئیگا اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں خلیفہ نے ایک موٹا کبیل لائیکے لئے حکم دیا  
 کبیل کو اور وہ کر خلیفہ اپنے ایک ملازم سہل ابن سعد کی کمر رتکیہ لگا کر بیٹھ گیا اس کے بعد فوراً خلیفہ  
 کو بیماری کا دورہ شروع ہوا سہل خلیفہ کے سنبھالنے کے لئے گوا خلیفہ نے اس کو حکم دیا کہ نہیں کچھ  
 نہیں تو پھر اسی طرح آکر بیٹھ جا سہل نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین میں ہیں حاضر ہوں گو میں آرام  
 سے بیٹھا ہوں لیکن امیر المؤمنین کی تکلیف دیکھ کر مجھ کو سخت رنج ہے یہ سن کر ہارون الرشید  
 نے ایک ہتھمہ لگایا اور کہا کہ اے سہل! یاد رکھ ایک شاعر نے جو ذیل کے مضمون کا شعر کہا ہے اُس کا  
 مصداق میں اس وقت ہو رہا ہوں اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں ایک بہادر قوم کی نسل سے ہوں  
 اس وجہ سے میں اس وقت سخت ترین تکلیف کو بڑے استقلال اور رضا سے برداشت کر رہا ہوں،  
 ہارون الرشید کی یہ آخری کوشش تھی اور اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد وزیر اعظم فضل  
 اور سنبھرا اور ایک یا دو دیگر درباریوں کے سامنے خلیفہ ہارون الرشید نے اپنا آخری سانس لیا  
 اور وفات پائی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہارون  
 الرشید کا  
 موت کے  
 لئے تیار رہنا

سہل  
 بن سعد  
 سے خلیفہ  
 کی گفتگو

ہارون  
 الرشید  
 کی وفات

ہارون الرشید نے اپنے وزیر کو آخری ہدایت اور احکام یہ دیئے تھے کہ میرے مرنے کے بعد  
 تمام فوج اور خزانہ جو میرے ساتھ ہے وہ مامون کو دیدینا تاکہ وہ خراسان کی بغاوت باسانی فرو  
 کر سکے اور سلطنت میں سے اُس کا جو حصہ مقرر کیا گیا ہے اُس پر امن و امان کی حالت میں قبضہ کر سکے  
 مگر امین کے وزیر کو اپنے فریق کے فوائد زیادہ مد نظر تھے ہارون الرشید کو وفات ہی وہ اپنے سے  
 ملنے کے لئے بعد دروازہ ہو گیا مامون نے ایک سفیر بھیجا کہ اُس سے پھیرنے کیلئے کہلا بھیجا مگر اُس نے

ہارون  
 الرشید کی  
 وصیت

کے حکم کی کچھ پرواہ نہ کی اور بغداد چلا آیا۔

فضل ابن ربیع کی اس بغاوت پر مامون کو نہایت طیش آیا مامون کی جانب اس کا وزیر فضل ابن بہل تھا یہ ایرانیوں کا نہایت طرفدار تھا اور اپنے ہم نام یعنی امین کے وزیر فضل ابن ربیع سے اس کی بہت دشمنی تھی اس نے اپنے اقار (مامون) سے کہا کہ اب آپ کو ایک قطعی فیصلہ کرنی چاہیے کیلئے ضرورتاً ہونا چاہیے کیونکہ آپ کے بھائی کے وزیر نے جو آپ کو فوج اور خزانہ نہیں دیا اس کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے حصہ میں بطور وراثت جو سلطنت آئی ہو اس کے حصول سے آپ کو محروم کرے اس نے مامون کے دل میں یہ بات بھی ذہن نشین کر دی کہ ابو مسلم کے زمانہ میں ایرانیوں کے زور بازو ہی کی وجہ سے عباسیوں کو سلطنت اور عروج حاصل ہوا تھا اور اگر آپ بھی ایرانیوں کی دلجوئی اور تسخیر قلوب کر لیں گے تو آپ بہت قوت پکڑ سکتے ہیں اور پھر آپ تنہا تمام سلطنت کے شہنشاہ ہو سکتے ہیں۔

مامون نے اس مشورہ کو پسند کیا اس نے خراسانی باغیوں کے ساتھ صلح کرنی اور حتی الامکان ہر ایک طور سے اپنی نئی رعایا پر احسانات اور مراعات شروع کر دیں مامون بڑا عقلمند اور ہوشیار تھا اس نے اپنے بھائی سے علانیہ تو بگاڑ نہ کیا لیکن اس بات کا منتظر رہا کہ امین ہی علی روس اللشہاد کوئی ایسی کارروائی کرے جو میری جانب نتیجہ بد شہمی ہوتا ہے پھر میں جو کارروائی کروں عوام اس کو بے انصافی نہ کہیں اور خود حفاظتی کی کارروائی سمجھیں۔

مامون کو اس بات کا بہت انتظار کرنا پڑا فضل ابن ربیع کی ترغیب سے امین نے اول تو اپنے بعد مامون کا حق خلافت منسوخ کر دیا اور اپنے صغیر السن بیٹے موسیٰ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا پھر یہ حکم دیا کہ جمعہ کی نماز کے خطبوں میں سے مامون کا نام نکال دیا جائے اور سب سے آخر میں مامون کے پاس ایک سفارت بھیج کر یہ کہلا بھیجا کہ اپنے صوبجات میں سے تین صوبے ہم کو دید و مامون نے اس آخری درخواست کو منظور کرنے سے بالکل انکار کر دیا اب جنگ کا ہونا اٹل ہو گیا۔

امین نے اپنے وزیر کی ناعاقبت اندیشی نہ ترغیب سے علی ابن عیسیٰ کو رہا کر دیا اور اس کو ایک لشکر کا افسر مقرر کر کے گورنر خراسان مقرر کیا اور کہا کہ جب تو مامون پر فتح پانے تو خراسان پر قبضہ کر لینا۔ علی کی اس تقرری سے مامون کی طاقت اور قوت اور بھی زیادہ مضبوط ہو گئی کیونکہ

مامون کا غصہ  
فضل ابن ربیع پر  
اور اسکے وزیر  
کی نصیحت

امین کا  
معاہدہ کو  
منسوخ کر

امین کا مامون  
پر فوج کشی  
کرنا اور قتل ہونا

ایرانی جو اس کے طرفدار تھے وہ عربوں سے اول ہی رنجیدہ رہتے تھے اور بدلہ لینا چاہتے تھے اس پر حیب انہوں نے یہ سنا کہ ہم پر وہی عالم شخص پھر حکمران مقرر کیا جائے گا جسکے جبر اور اخذ ناجائز سے رہائی پانے کے لینے معنی اپنا خون اول ہی ضائع کیا تھا اس لئے وہ مامون کے اور بھی زیادہ طرفدار ہو گئے ادھر امین نے علی کے زیر حکم ایک بہت بڑا لشکر متعین کیا اور امین کی مال زبیرہ نے اس جنرل فوج کو تقریباً زنجیریں بنا کر دیں کہ ان میں بانناہ کر مامون کو قید کر کے لانا جب یہ فوج بغداد سے روانہ ہوئی تو امین اس فوج کے ہمراہ آٹھ میل بغداد سے چل کر آیا اور پھر فوج کو جانب خراسان رخصت کر دیا۔ ہمارا ارادہ اس کتاب میں اس خانہ جنگی کو مفصلاً تحریر کرنے کا نہیں ہے کہ جس کے لئے یہ فوج بغداد سے روانہ ہوئی ہم صرف اسی قدر بیان کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ ایک مختصر معرکہ کے بعد مامون فتحیاب ہو گیا اور پھر اس نے بغداد کا محاصرہ کر کے اس کو بھی فتح کر لیا۔ امین گرفتار ہو کر مارا گیا اور مامون خلیفہ ہو گیا۔

ہارون الرشید نے اپنے چچے ایک ہشتار خزانہ چھوڑا بعض مورخین کے نزدیک وہ نو سو ملیں دینار یا چار سو ملیں پونڈ یا آٹھ ارب روپیہ سے کم نہ تھا علاوہ انہیں جاہداد اور زمین اور لوٹری اور غلام علیحدہ تھے۔ حالانکہ ہارون الرشید نہایت ہی سخی اور فیاض تھا اور کثرت سے روپیہ صرف کیا کرتا تھا اس دولت کثیر کا مقابلہ اگر ہم صرف بعض رومی (یونانی) شہنشاہوں کی جمع کی ہوئی دولت سے کرتے ہیں تو شہنشاہی خزانہ میں نسبتاً جو اس قدر زیادہ کثیر التعداد روپیہ آتا تھا اس کی بابت کئی خیالات پیدا ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ یہ روپیہ خزانہ میں اکثر واجبی طور

خلیفہ ہارون  
الرشید کے خزانہ  
کی تعداد

سے مسٹر پامر نے ہارون کے کثیر التعداد خزانے پر بڑا تعجب کیا ہے کہ اس قدر خزانہ واجبی طور اور دیاندار می سے نہیں آتا ہوگا اور پھر اس خزانہ کا یونان (برطائن) کے بادشاہوں کے خزانہ سے مقابلہ کیا ہے پھر تعجب کیا ہے کہ کئی بادشاہ یونانی اس قدر خزانہ جمع نہ کر سکے جتنا ہارون الرشید نے مرنے کے بعد چھوڑا اس کا صاف جواب یہ ہے کہ یہ کوئی تعجب اور خیال دورانی کی بات نہیں ہے سلطنت (برطائن) کی نسبت ہارون الرشید کی سلطنت آٹھ گنی زیادہ تھی اس نسبت سے آٹھ یونانی بادشاہ جتنا خزانہ جمع کر سکتے تھے اتنا ہارون الرشید کیلئے ہی کر سکتا تھا علاوہ انہیں ہارون الرشید کی سلطنت میں نہایت وجہ کا امن و امان اور فاریغ البالی تھی جیسا کہ خود پامر صاحب نے اس کتاب میں درج کیا ہے اور (برطائن) کی سلطنت میں ٹبری ہٹری اور فتنہ اور فساد رہے ہیں جیسا کہ مسٹر سینڈرسن صاحب مورخ رومی (یونانی) سلطنت (برطائن) کا حال لکھتے ہیں کہ (بقیہ صفحہ)

یاد پانت داری سے نہیں آتا تھا اس زیادہ وصولی کی وجہ سے صوبجات ہی پر وہ اثر نہیں پڑتا تھا جہاں کہ کسی نہ کسی صوبہ میں ہمیشہ بغاوت رہا کرتی تھی بلکہ علی افسران فوج اور گورنران صوبجات بھی اکثر اس بات پر مجبور کئے جاتے تھے کہ وہ اپنا تمام جمع کیا ہوا خزانہ خلیفہ کو دیاں اور عوام کی جائاد بھی اکثر ضبط کر لی جاتی تھی اس معاملہ میں ہم خلیفہ کی خود سرانہ کارروائی کی ایک

دبقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۶ اس سلطنت کی وسعت تو یہ تھی کہ بحر روم کے کنارے کے مالک اس سلطنت میں شامل تھے۔ مثلاً یونان اٹلی کچھ حصہ اسپین اور کچھ افریقہ کا ملک اور نظام کا یہ حال تھا کہ یہ سلطنت اندرونی بیرونی حملوں کے مقابلے کے لئے بالکل کمزور تھی۔ لوٹ مار فوجاہشات نفسانی اور کوئی ایسی برائی نہ تھی جو وہاں کے امر اور رعایا میں موجود نہ ہو جنرلان فوج باغی ہو جاتے تھے بادشاہ اکثر معزول کر دئے جاتے تھے۔ اکثر یہ ہوتا تھا کہ بادشاہ کی بیٹی اور بی بی خود ہی بادشاہوں کو زہر دیتی تھیں یا دیگر طور سے مار ڈالتی تھیں علم و اخلاق کچھ بھی نہ تھا جس سلطنت کا یہ حال ہو پھر وہاں خاک خزانہ جمع ہو سکتا ہے جو شخص قوت پکڑ جاتا ہوگا وہی خزانہ خوب صرف کرتا ہوگا تاکہ اپنے قیام کے لئے مضبوطی کرے ہارون الرشید کی سلطنت ایک تو خود ہی بڑی وسیع تھی اور دوسرے اسی برنظامن سلطنت کا بادشاہ اس کو ششماہی خرچ دیا کرتا تھا جیسا کہ اسی کتاب میں پامر صا تحریر کیے ہیں اول سلطنت عباسیہ میں خلیفہ منصور کے زمانہ سے خزانہ جمع ہوتا چلا آتا تھا اور جب سے اس سلطنت کا کوئی بادشاہ مقتول یا معزول بھی نہیں ہوا پھر خلیفہ ہارون الرشید کے پاس خزانہ اس قدر ہوا تو کوئی تعجب نہیں ہے۔ مسٹر پامر کی عبارت میں نقیض بہت پائی جاتی ہے ایک جگہ اس کتاب میں پھر لکھا گیا ہے کہ وہ بڑا طامح تھا اور دو چار جگہ یہ لکھا گیا ہے کہ ہارون الرشید بڑا سخی تھا اگر اکثر بیان مسٹر پامر پر خیال کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑا سخی تھا طامح اور لالچی ہرگز نہ تھا مگر طامح کے لفظ سے اتنا اور خیال ہوتا ہے کہ وہ مسرف اور مبذر نہ ہوگا غرض کہ قرآن سے پایا جاتا ہے کہ خیر الامور اوسطھا پر اس کا عمل تھا گورزوں وغیرہ سے بعض مرتبہ روپیہ وہ بطور جرمانہ کے لیا کرتا تھا جبکہ اس کو پوری شہادت اس بات کی مل جاتی تھی کہ انہوں نے رعایا سے جبر و ظلم سے روپیہ لیا ہے بلکہ اکثر ایسے گورنر کو موقوف اور مقید کر دیتا تھا جیسا کہ علی بن عیسیٰ کا حال اسی کتاب میں تحریر ہوا ہے۔ بلکہ یہ بات ثابت ہونے پر کہ رعایا سے جبر سے روپیہ لیا گیا اس کا معاوضہ خزانہ سے دلایا جاتا تھا اگر ایسا نہ کرتا تو رعایا میں فارغ البالی اور امن کیسے ہو سکتا تھا اور یہ بات اسکے کمال انصاف پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ مرو کے تمام باشندوں کو جنہوں نے حسب ضابطہ اپنا ثبوت ملکیت بہم پہنچا یا تمام روپیہ ان کا دلایا گیا۔ رعایا کی فارغ البالی اور خوش حالی اور امن و امان کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ ۱۲ صبا

تشکیل بیان کرتے ہیں اور یہ محمد بن سلیمان خلیفہ منصور کے چچا زاد بھائی کا واقعہ ہے جس نے  
۷۸۹ء میں بصرہ میں انتقال کیا۔ محمد کے انتقال پر جو اس کی بیٹیاں جاہلاد باقی رہی اُس کی ضبطی کے  
لئے خلیفہ نے حکم بھیجا یا عمال نے جو چیز خلیفہ کے قابل سمجھی وہ ضبط کر لی اور اُس کا ساٹھ بلین  
زر نقد بھی ضبط کر لیا ہارون الرشید نے اس کثیر التعداد روپیہ کو چھین کر اپنے ندیوں اور مغنیوں  
کو خوب انعام دیئے اور باقی ماندہ خزانہ میں داخل کیا خلیفہ نے جس سبب محمد کی یہ جاہلاد ضبط کی  
وہ راز محمد کے بھائی جعفر ابن سلیمان ہی نے خلیفہ سے ظاہر کیا تھا جعفر نے ازراہ حسد اپنے بھائی کی  
یہ چغلی کھائی اور خلیفہ کو اس بات کا یقین دلایا کہ محمد نے اپنی تمام جاہلاد و املاک اصلی قیمت سے  
تیاوہ پرین رکھ لی ہے تاکہ اس طرح سے جو روپیہ وصول ہو تو اس روپے کو خوب خلافت  
کے لئے صرف کرے کیونکہ اس کا ارادہ آپ کی بجائے خلیفہ بننے کا ہے ایسی حالت میں  
اگر آپ اُس کی جاہلاد ضبط کر لیں گے تو آپ کا یہ فعل ناجائز اور خلاف انصاف نہ ہوگا  
ہارون الرشید نے جعفر ابن سلیمان کے تمام عرائض اور خطوط جمع کر رکھے جب محمد مر گیا تو یہ جعفر جو  
اس کا بھائی علاقائی تھا صرف تنہا اس کا وارث تھا اُس کی تمام جاہلاد جعفر ہی کو پہنچی لیکن ہارون الرشید  
نے اُسکے دعوئے کے برخلاف اُسی کے خطوط وغیرہ استعمال کئے اور محمد کی جاہلاد کو ضبط کر لیا۔

اے مفسر پامر بھی عجیب خیالات کے آدمی تھے جو بات کہ میں مصلحت ملگی اور اغراض حکمرانی کے بالکل مطابق ہوتی ہے  
آپ نے اُس کو خود سری اور ظلم سے نسبت دی ہے بھلا وہ تو زمانہ بدل ایجر کا تھا یعنی اس زمانہ میں تہذیب کو ترقی اس قدر  
نہیں ہوئی تھی مگر آج کل علی العموم زمانہ میں تہذیب خیال کی جاتی ہے آجکل بھی ایسا کوئی تہذیب ملک ہے کہ جہاں کامل شہادت  
بغاوت پر ضبطی جاہلاد اور قتل وغیرہ کی سزا مقرر نہ ہو شہادتوں پر تمام تہذیب ممالک کا آج کل دار و مدار ہے جب ہارون  
کو ایسی شہادت کامل بغاوت کی گئی یعنی محمد کے بھائی کی تب اُس نے یہ کام کیا مگر قرآن سے پایا جاتا ہے کہ جعفر کی تہا شہادت  
پر محمد کی جاہلاد ضبط نہیں کی گئی بلکہ اور ثبوت ہم پہنچ گیا ہوگا تب حکم ضبطی کا دیا ہوگا ورنہ اگر ہارون الرشید کو انصاف کرنا  
منظور نہ ہوتا اور ظلم پراثر آتا تو اُسی وقت محمد کی جاہلاد ضبط کر کے محمد کو قتل کر دیتا یا یہ کہ اگر حقیقت محمد نے بغاوت نہیں کی تھی تو  
جعفر نے خلیفہ وقت کے رو برو حلف دروغی کر کے ایک شخص پر چھوٹ ہمت لگائی اور اُسکے قتل کے دہلے ہوا اور محمد کے بعد جعفر  
ہی وارث تھا اور جعفر کو مال نہ دینا یہ اُسکے چھوٹ اور حلف دروغی اور ہمت کی سزا دیگر لوگوں کیلئے ہر طرح سے عین انصاف و  
مصلحت کی وجہ سے دی گئی اور معاملات سلطنت اور حرکت عملی کے لحاظ سے یہ امر ظلم نہیں ہو سکتا ۱۲ مصلح



امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت

ہارون الرشید کے حسد کے ایک اور مقتول موسیٰ ابن جعفر تھے یہ فاطمہ کی اولاد میں سے تھے اور فاطمہ محمد صاحب پیغمبر خدا کی صاحبزادی تھی۔ موسیٰ کے ایک رشتہ دار نے جو ان سے دشمنی رکھتا تھا ہارون الرشید کو یہ اطلاع دی کہ تمام لوگ موسیٰ کو جائز امام سمجھ کے اپنی پیدوار کا ایک شخص ان کو ادا کرتے ہیں اور امام موسیٰ آپ کے برخلاف بغاوت کرنے پر آمادہ ہیں۔ ان باتوں کی اطلاع ہارون الرشید کو متواتر اور بار بار کی گئی آخر کار اس بات سے اس کے دل پر بہت اثر ہوا اور خلیفہ کو بڑا ہی فکر ہو گیا اس مخبر کو ایک کثیر التعداد رقم بطریق انعام عطا کی گئی مگر یہ دغا باز آدمی اپنی غداری کا پھل نہ پاسکا کیونکہ اس کو ایک مہلک بیماری فوراً لاحق ہو گئی جس کی وجہ سے وہ مر گیا۔ جن لوگوں کے حاضر ہونے سے خلیفہ کو کسی قسم کا رنج یا فکر ہوتا تھا ایسے لوگ یکایک بیمار ہو کر مہلک امراض میں ہمیشہ گرفتار ہو جایا کرتے تھے۔ امام موسیٰ سے ہارون الرشید کی ناراضی کا پہلا سبب تو ظاہر یہ تھا کہ خلیفہ ایک دفعہ حج کے لئے مقدس شہروں کی زیارت کو گیا تھا جب وہ مدینہ میں گیا اور آنحضرت کے روضہ شریف میں داخل ہوا تو کہا کہ آپ پر درود اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ نازل ہو۔ اے رسول خدا! اے میرے چچا زاد بھائی! یہ آخری الفاظ اس نے فخریہ طور سے اپنے نام میں ناپند کر دیئے تھے تاکہ تمام حاضرین پر اپنی بڑائی و عظمت ثابت کرے یہ سنکر امام موسیٰ جو وہاں موجود تھے آگے بڑھے اور کہا "رحمت کاملہ اور درود خدا کی آپ پر نازل ہو۔ اے میرے باپ!" کیونکہ امام موسیٰ آنحضرت صلعم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ کی اولاد میں تھے۔ اس لئے اس طرح خطاب کیا یہ بات سنکر ہارون الرشید کا منہ غصہ سے لال ہو گیا اور کہا کہ اے موسیٰ یہ تو بڑے فخر کی بات ہے۔ بعد ازیں وہ اپنے ساتھ امام موسیٰ کو عراق لیگیا اور ایک شخص مسمیٰ السناری کے گھر میں ان کو قید کر دیا۔ پھر اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد خلیفہ نے ان کو مرواڈالا۔ یہ امر نہایت خفیہ طور سے عمل میں لایا گیا۔ کیونکہ امام موسیٰ کی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے

۱۔ ان امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا باعث خاندان برانکہ ہوا ہے اور یہ شیعہ مورخوں کا بیان ہے کہ انہیں (برانکہ) لوگوں نے امام صاحب کو زہر دیا ہے علاوہ انہیں رئیس الحدیث حسین نعمت اللہ الموسویٰ الحسنی الجزائری نے اپنی کتاب زہر الزیغ میں قتل برانکہ کا سبب حسب ذیل لکھا ہے "سبب استیصال برانکہ ظاہر وجوہات مختلف بود۔ اما سبب حقیقی آل پس نقرین حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کہ در موقف عنات برایشان نفرین کرد۔ بہ سبب آل کہ ایشان حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام را سمایت کردند و سبب شہادت آنجناب ایشان بود" ۱۲۹

اور نیز اس لئے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تھے عوام الناس اُن سے نہایت محبت کرتے تھے اور ان کو علانیہ قتل کرانے میں یہ خوف تھا کہ کہیں عوام الناس منحرف نہ ہو جاویں۔  
 خلیفہ نے علماء اور معززین کی ایک جماعت (جو جوری) مقرر کی تاکہ امام موسیٰ کی موت کا سبب دریافت کرے اور خلیفہ مارڈوانے کی تہمت سے پاک و بری ہو جائے۔ اُن لوگوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ امام موسیٰ اپنی موت سے مرے ہیں۔

عبدالملک بن صالح جو خاندان عباسیہ میں سے تھا اور اس وجہ سے خلیفہ کا قریبی رشتہ دار تھا ہارون الرشید اُس سے بھی ناراض ہو گیا۔ عبدالملک کا ایک بیٹا عبدالرحمن نام تھا اسی وجہ سے مسلمانوں کے دستور کے بموجب وہ ابو عبدالرحمن (عبدالرحمن کا باپ) کہلاتا تھا۔ اس ناخلف بیٹے نے اپنے باپ کے ایک منشی قمامہ نام سے سازش کر کے ہارون الرشید سے یہ مجبوری کی کہ میرا باپ خلافت کا دعویٰ ہے اور بغاوت پر آمادہ ہے اسلئے ہارون الرشید نے عبدالملک کو گرفتار کر لیا اور ربیع بن فضل اپنے وزیر کے گھر میں قید کر دیا۔ ایک روز ہارون الرشید نے اپنے روبرو عبدالملک کو بلایا اور کہا کہ تم بڑے احسان فراموش ہو میں نے تمہارے ساتھ جو ہمیشہ بخششیں اور احسانات کئے ہیں کیا اُن کا یہی بدلہ ہے؟ کہ اب تم میری نسبت دعا اور فریب کی کاروائی کا ارادہ کرتے ہو۔

عبدالملک نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین ایہ بات درست نہیں ہے میرا ایسا ارادہ ہرگز نہیں ہے بیشک اگر میرا ایسا ارادہ ہوتا تو میں اب چھتا تا کیونکہ اس حالت میں آپ کو مجھ سے بارہ لینا جائز ہو جاتا امیر المؤمنین! آپ تو رسول اللہ کے خلیفہ ہیں ہم پر آپ کی اطاعت اور آپ کو نیک مشورہ دینا فرض ہے اور آپ پر یہ فرض ہے کہ آپ رعایا پر انصاف سے حکمرانی کریں اور ان کی خطائیں معاف کریں ہارون الرشید نے کہا کہ تم زبان کے تو بہت منکسر ہو مگر دل کے بہت طامع ہو دیکھو تمہارا منشی قمامہ بھی تمہاری غاری کی تصدیق کرتا ہے قمامہ بلوایا گیا۔ ہارون الرشید نے اُس سے کہا کہ جو کچھ تم جانتے ہو بلا خوف تامل بیان کرو قمامہ نے کہا کہ عبدالملک۔ امیر المؤمنین کے برخلاف بغاوت اور غاری کی تیاریاں کر رہا ہے عبدالملک نے کہا کہ امیر المؤمنین! یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ قمامہ نے میری غیبت میں آپکا جھوٹ بول دیا ہے کیونکہ یہ نمک حرام اب میرے سامنے ہی مجھ پر تہمت لگا رہا ہے۔  
 ہارون الرشید نے کہا کہ تمہارا بیٹا عبدالرحمن بھی تمہاری طامعانہ کوششوں کی تصدیق کرتا ہے

عبدالملک  
 بن صالح  
 عباسی کی  
 گرفتاری

اور تمہارا جرم ثابت کرنے میں اُن دونوں شخصوں کی شہادت سے زیادہ اور کس کی شہادت معتبر ہو سکتی ہے قیدی (عبدالملک) نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین امیر ایٹایا تو بموجب حکم کے ایسا کہتا ہے۔ یا وہ باغی اولاد ہو گیا ہے۔ اگر وہ بموجب حکم کے یہ بات کہتا ہے تب تو وہ معذور ہے اور اگر وہ باغی ہو گیا ہے تو وہ نافرمان اور ناشکر گزار اولاد ہے اسے شخصوں سے بچنے کے لئے خدا نے تعالیٰ خود متنبہ کرتا ہے کہ تمہاری بیویوں اور اولاد میں تمہارے دشمن موجود ہیں، پس اُن سے احتیاط رکھو اور حذر کرتے رہو۔ اُن من ازواجکم و اولادکم عدواکم فاحذروہم یہ سنکر یارون الرشید اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ تمہارا معاملہ تو مجھ پر مثل روز روشن کے ظاہر ہو گیا ہے لیکن مجھ کو جلدی منظور نہیں ہے میں تمہارے اور اپنے درمیان میں خدا کو حکم قرار دیتا ہوں۔

عبدالملک نے کہا کہ میں بھی خدا کو حکم قرار دیکر اسکے فیصلہ پر رضامند ہوں اور امیر المؤمنین اُس کے فیصلہ کی تعمیل کرنے والے ہیں اور مجھے اس بات پر اطمینان ہے کہ آپ اپنے نفسانی غصہ کو اللہ تعالیٰ کے احکاموں پر ترجیح نہ دیں گے۔

خليفة نے دوبارہ اس قیدی (عبدالملک) کو اپنے حضور میں پھر بلایا۔ اُس کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ میں تو چاہتا ہوں کہ وہ زندہ رہے مگر وہ چاہتا ہے کہ میں مرجاؤں بعض لوگ جو تجھ کو تیرے دوست معلوم ہوتے ہیں اُن سے پُر حذر اور ہوشیار رہ کہ انہیں لوگوں کی تیری نسبت بُری نیتیں اور خراب ارادے ہوتے ہیں اور واللہ! میں بادلوں میں سے خون کی بارش برستے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور اس سے پہلے خوفناک بجلی میری آنکھوں کے سامنے چمک چکی ہے اور اس طوفان کے ختم ہوتے ہی مجھ کو یہ نظر آ رہا ہے کہ بے سر بہت سے تن پڑے ہوئے ہیں اور ہاتھ بغیر کلائی کے زمین پر پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن اے بنی ہاشم! تحمل اور حلم اختیار کرو میں نے تمہاری تکلیفوں کو رفع کر کے تمہارا گلہ لاپشم صاف اور شفاف کر دیا ہے اور تمام واقعات کی زمام تمہارے اختیار میں ہے لیکن اُس حادثہ کے وقوع سے قبل ہی ہوشیار رہو کہ جس کی وجہ سے ہاتھ اور سپر کٹ کر زمین پر گرنے لگیں۔

عبدالملک نے کہا کہ امیر المؤمنین اخلا سے خوف کرے ایسا خیال نہ کرے۔ خدا نے اپنی مخلوق کو بطور ودیعت اور امانت کے آپ کے سپرد کیا ہے اس کی امانت کے ساتھ احتیاط سے عمل کیجئے اور

شکرگزاری کی جگہ ناسپاسی نہ کیجئے اور جو انعام کا مستحق ہو اس کو سزا نہ دیجئے میں نے آپ کو ہمیشہ  
 اخلاصاً نہ مشورے دیئے ہیں اور ہمیشہ آپ کی اطاعت میں سرگرم اور دمام مطیع رہا ہوں اور  
 جہاں کہیں آپ کی سلطنت میں کمزوری اور بظلمی نمودار ہوئی تو میں نے مثل کوہ یلیم کے آپ کی بجے  
 استقلال کیساتھ مدد کی ہے اور آپ کے دشمنوں کو ہمیشہ شکست اور ہزیمت دی ہے اللہ تعالیٰ  
 میری مدد فرماوے اور میری جانب سے آپ کے دل میں رحم اور آپ کی جو رحم کی عادت ہے وہ  
 عادت خدا کرے کہ میرے واسطے بھی قائم رہے اور مجھ پر یہ سب آپ کا شبہ ہی شبہ ہے اور قرآن  
 شریف میں شبہ کرنے کا گناہ لکھ رکھا ہے کہ **لِإِنَّ لِبَعْضِ الظُّنِّ اثْمًا** اور واللہ یہ سب جھلی کھائی ہوئی  
 کسی میرے دشمن کی ہے جو میرے گوشت کا بھوکا اور خون کا پیاسا ہے۔ خدا کی قسم آپ کی تخت نشینی  
 میں جو جو دشمن نمودار ہوئی تھیں میں نے ان کو رفع کر کے آپ کی کارروائی کے لئے راستہ  
 صاف کر دیا تھا اور میں نے تمام آدمیوں کے دلوں میں آپ کی اطاعت ڈال دی تھی اور آپ  
 بھی واقف ہیں کہ کس طرح تمام تمام رات میں نے آپ کے کاموں میں صرف کر دی ہے اور کیسی کیسی  
 مشکلات میں میں نے آپ کا ساتھ دیا ہے ؟

عبدالملک کی اس فصیح و بلیغ گفتگو کا ہارون الرشید نے صرف یہ جواب دیا کہ واللہ اگر مجھ کو بی ہاشم  
 کا لحاظ نہ نظر نہ ہوتا تو میں تمہارا سر کٹوا دیتا یہ کہہ کر پھر عبدالملک کو قید خانہ میں بھیجا یا تھوڑے عرصہ  
 کے بعد بنی عباس میں سے ایک شخص کی سفارش پر اس مطلق العنان خود مختار شہنشاہ نے وہ تشدد  
 اور سختی موقوف کر دی جو عبدالملک پر قید خانہ میں ہوتی تھی عبدالملک ہارون الرشید کی وفات تک نظر بند  
 خلیفہ امین الرشید نے اپنی خلافت کے زمانہ میں عبدالملک کو نظر بندی سے رہا کر کے اس کو  
 شام کا گورنر مقرر کر دیا۔

عبدالملک کا  
 گورنر شام  
 مقرر ہوتا

اپنے محسن اور آقا (امین) کی عنایت کے عوض اور شکرگزاری میں عبدالملک نے یہ حلف اٹھایا  
 تھا کہ اگر خلیفہ امین میری زندگی میں قتل ہو جاوے گا تو ماموں کی اطاعت میں ہرگز ہرگز نہ کروں گا  
 لیکن عبدالملک نے امین سے پہلے ہی انتقال کیا۔

ایک موقع پر ہارون الرشید نے عبدالملک سے کہا کہ تم صالح کی نسل سے ہرگز نہیں ہو عبدالملک  
 نے کہا تو پھر میں کس کی نسل سے ہوں؟ خلیفہ نے جواب دیا کہ مروان کی نسل سے عبدالملک نے

کہا ہاں شاید ایسا ہی ہو مگر مجھے اس بات کی اس وقت کوئی پروا نہیں کہ میری رگوں میں ان دونوں بزرگوں میں سے کس کا خون جاری ہے۔

برآمدہ کے زوال کے بعد ہارون الرشید نے ایک دن یحییٰ کے پاس ایک آدمی بھیجا کہ اس سے کہلایا کہ اگر تم عبد الملک کے بغاوت انگیز خیالات کے کل حالات مجھ کو مطلع کر دو گے تو میں تم کو تمہارے سابقہ منصب پر بحال کر دوں گا۔

یحییٰ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں نے عبد الملک کے اس قسم کے خیالات کبھی نہیں پائے اور اگر اس کے ایسے خیالات ہوتے تو میں اس سے امیر المؤمنین کی طرح حفاظت کرتا کیونکہ امیر المؤمنین کی تمام سلطنت اور حکومت گویا میری ہی سلطنت اور حکومت تھی اور میرا اقبال یا اوبار امیر المؤمنین ہی کے اقبال اور اوبار پر منحصر تھا۔ پھر یہ امر کس طرح ممکن تھا کہ عبد الملک اس قسم کے خیالات میں مجھ سے امداد چاہتا۔ جیسا کہ آپ نے میرے ساتھ سلوک کیا کیلئے مجھے عبد الملک سے اس قسم کے سلوک کی امید ہو سکتی تھی (بہرگز نہیں) بلکہ اس حالت میں تو مجھے اپنی ابتری اور اوبار کی امید ہوتی نہ کہ بہتری کی برائے خدا! اس قسم کی سازشوں کا ظن اور شبہ نہ کیجئے اور عبد الملک ایک بڑا لائق اور قابل شخص ہے اور ایسے شخص کو آپ کے خاندان میں دیکھنے سے مجھ کو خوشی حاصل ہوتی تھی اسی وجہ سے میں نے اس کو اس کے عہدے پر مقرر کر دیا اور اسکے اطوار و عادات سے میں بہت ہی خوش تھا رہا یہ امر کہ میں اس پر بہت مہربان تھا اور عنایت فرماتا رہا یہ صرف اسکے علم و فضل اور قابلیت کی وجہ سے تھا۔

جب ہارون الرشید نے یہ جواب سنا تو اس نے یحییٰ سے پھر یہ دھمکی کہلائی کہ اگر اس معاملہ میں سچ سچ حال نہ بتلاؤ گے تو میں تمہارے بیٹے فضل کو مروا ڈالوں گا۔ یحییٰ نے معمولی متانت سے صرف یہ جواب دیا کہ امیر المؤمنین سے کہہ دینا کہ ہم آپ کے اختیار میں ہیں آپ کا جو بیٹا چاہے سو کرے اور بات تو کچھ بھی نہیں ہے۔ یحییٰ نے اس آدمی نے فضل سے کہا کہ چلو امیر المؤمنین سے تمہارے قتل کا حکم دیا ہے یہ سن کر باپ بیٹے نہایت دلی درد اور رقت کیساتھ ایک دوسرے سے نہایت ہونے فضل نے کہا کہ اے باپ مجھ سے راضی ہو چکی ہے جواب دیا کہ ہاں میں تجھ سے بہت راضی رہا اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے اسی طرح راضی رہے پھر فضل کو گویا قتل کرنے کے لئے یحییٰ کے پاس سے لے گئے۔ لیکن خلیفہ کو یحییٰ کے برخلاف اس معاملہ میں کچھ معلوم نہیں ہوا اس لئے بعد

عبد الملک  
کی بات  
یحییٰ برکتی سے  
استفسار

فضل اور یحییٰ  
کی عارضی عدالت

تین دن کے فضل کو بھی کے پاس پھر بچھڑا۔

زبیدہ خاتون ہارون الرشید کے چچا کی دختر اور اس کی نہایت پیاری اور عزیز بی بی تھی یہ بھی مثل ہارون الرشید کے نہایت پاکدامن صاحب عفت و عصمت اور بڑی عابدہ اور زاہدہ اور اعلیٰ اور جہ کی سخی اور فیاض تھی۔ زبیدہ کی ایک سو کنبزوں کو قرآن شریف حفظ یاد تھا اور زبیدہ کو اگر کچھ کام تھا تو وہ قرآن خوانی کا تھا ان سو کنبزوں میں سے ہر ایک تین ماہ سے پڑھا کرتی تھی گویا زبیدہ خاتون کا محل مثل شہد کے چھتہ کے تھا جو ہر وقت قرآن پڑھنے کی صدا سے گونجتا رہتا تھا۔ یہ بات زبیدہ خاتون ہی کی فیاضی اور سخاوت کی وجہ سے ہے کہ پاک شہر مکہ میں اول ہی اول مرتبہ پانی بہت کثرت اور بڑی اچھی طرح سے بہم پہنچایا گیا تھا اس سے پہلے پانی کی وہاں بہت کمی تھی اور خصوصاً حج کے ایام میں جو ایک عظیم الشان سالانہ مجمع ہوتا تھا تو پانی کی ایک ایک مشک ایک ایک دینار (پانچ روپیہ) میں آیا کرتی تھی علاوہ ازیں اس بڑے بڑے بچوں اور بچوں سے مکہ شریف کو جاتی ہے زبیدہ خاتون نے بہت سے کنویں (چاہ) بنوائے تھے اور حج کے آرام کیلئے مسجد و کاوا السرائیں بنوائیں۔ زبیدہ خاتون کی خانہ داری کا انتظام بھی بڑی فیاضی اور صرف کثیر سے ہوتا تھا زبیدہ کے لئے سونے اور چاندی کی رکابوں اور طباقوں میں کھانا چننا جاتا تھا اس سے پہلے عرب کے دستور کے موافق صرف سفر بچھایا جاتا تھا یا چمڑے کا دسترخوان ہوتا تھا اور امیروں اور بادشاہ سب کا یہی دستور تھا اور جس محل یا سو وہ یا تخت پر زبیدہ سوار ہوتی وہ آبنوس یا صندل کی لکڑی کا ہوتا تھا اور چاندی سے مرصع اور نقش و نگار سے مزین ہوتا تھا۔

زبیدہ نے اپنی کنیرموں کا اپنے لئے ایک باڈی گارڈ بنایا تھا اور ان کو زرق و برق نازار کی وردیاں بنوادی تھیں اور چہاں زبیدہ جاتی یہ باڈی گارڈ اس کے ہمراہ ہوتا تھا۔ زبیدہ خاتون کی یہ رسم پھر بغداد کے تمام دولتمندوں اور امراء اور اشرافوں نے اختیار کر لی۔

ہارون الرشید کے چال و چلن عادات و اطوار پر بحث کرتے ہوئے یا اسکے حالات لکھتے ہوئے ہم کو زمانہ حال کی خوبیوں اور نیکیوں کو سن کر دان کر اس کے کام کا ہرگز ہرگز موازنہ کرنا نہیں چاہیے۔ بلکہ یہ بات لازمی و ضروری ہے کہ ہم اس خلیفہ عالی شان کے زمانہ کی پوشیل مصلحتوں پر پورا پورا خیال دوڑالیا کریں۔

زبیدہ خاتون

زبیدہ خاتون  
کافیض اب  
تک جاری ہے

زبیدہ خاتون  
کا انتظام  
خانہ داری

زبیدہ خاتون کا  
باڈی گارڈ

ہارون الرشید  
کی سوانحی کی  
تحریر کی وقت اس  
زمانہ کی پوشیل

مصلحتوں پر  
خیال کرنا  
ضروری ہے۔

ہارون الرشید کو دینی احکام اور اپنے مذہبی اعتقادات پر نہایت یقین تھا اور یہ بات کیونکر نہ ہوتی کیا وہ خدا کے رسول کا جانشین اور خلیفہ نہ تھا اور روئے زمین پر کیا وہ ظل اللہ نہ تھا اس کا یہ خیال تھا اور اس خیال میں تمام لوگ اُس سے متفق تھے کہ خلیفہ کو اس بات کا پورا اور جائز اختیار حاصل ہوتا ہے کہ جس کسی پر اُس کو شبہ ہو تو اس کو قتل کر دے کیونکہ اُس کے احکام میں بحث کرنا گویا اسلام کے برخلاف بغاوت کرنا ہوتا تھا اور کفر کا فتویٰ لگنے کا خوف ہو جاتا تھا۔

جعفر برکلی نے خود اپنے قتل کے حکم میں خلیفہ کے اختیار حکم قتل پر اعلیٰ کوئی بحث نہیں کی اور درحقیقت ایسا کوئی شخص بھی نہیں کر سکتا تھا گو عموماً حکم سزا پر لوگوں نے واویلا کیا اور ماتم برپا کیا یا اپنے دلوں میں سزا کے واجبی ہونے پر شک کیا۔

میں نے اس کتاب میں خلیفہ ہارون الرشید کے تمام شہنشاہانہ اور پوٹھیل واقعات جو معتبر اور مستند کتابوں سے مل سکے لکھ دیئے ہیں۔ اب تک تو ہم نے خلیفہ ہارون الرشید کو ویسا خوش مزاج نہیں پایا جیسا کہ ہم الف لیله میں پڑھا کرتے ہیں لیکن یہ بات خوب ذہن نشین اور یاد کر لینی چاہیے کہ الف لیله میں جو ہارون الرشید کا ذکر ہے وہ صرف اُن واقعات کا ہے کہ جن میں اس کے خوش مزاج دوست برکیوں کا اُس پر اثر تھا یا جس وقت کہ وہ سلطنت کی ذمہ داری اور حرم اور احتیاطوں سے آزاد ہو کر سیر کو نکلا کرتا تھا اُس وقت کا ذکر ہے۔

اب ہم اس کے متعلق چند افسانہ جات لکھا کر کہ جن سے مشرقی کتابیں بھری پڑی ہیں ہارون الرشید کے سنج کے حالات لکھیں گے۔

## باب پنجم

### خلیفہ ہارون الرشید کے سنج کے حالات

الف لیله کے قصوں میں ہارون الرشید کا نام اس قدر کثرت سے موجود ہے کہ اُس کے عہد کے چھوٹے چھوٹے واقعات کی آگاہی کے لئے ہم کو اسی کتاب کی جانب طبعاً رجوع ہونا پڑتا ہے مگر اس بارے میں یہ کتاب ایک حقیق کیلئے نکتہ نہیں ہو سکتی کیونکہ الف لیله کے بہت سے

مستند اور معتبر ترجمہ

الف لیله پر محققانہ رائے

افسانوں میں خلیفہ نے جو حصہ لیا ہے وہ بالکل ماتحت حصہ ہے یعنی ہارون الرشید کا تبدیل لباس کر کے بغداد کے کوچوں میں پھرنے سے صرف دوسرے لوگوں کے قصوں کا پتہ لگتا ہے اس کا سب سے بڑا سبب تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہارون الرشید کے متعلق جس قدر قصے ہیں ان کا یا تو ذومعنی الفاظ ہونے کی وجہ سے بھیک ترجمہ عربی سے انگریزی میں نہ ہو سکا اور یا یہ کہ ہنسی اور مذاق کے الفاظ کے مشتبہ و مترادف ہونے سے ان الفاظ کا اصلی مطلب اور معانی کا لطف حاصل نہ ہو سکا۔ انگریزی زبان میں پرانی وضع کی الف لیلہ وہ ہے جو مسٹر گیٹنڈ نے فرانسیسی زبان سے ترجمہ کیا ہے اور اسی کو لوگ عموماً کثرت سے پڑھتے ہیں لیکن اس ترجمہ سے مثل اصل عربی کتاب کے پورا پورا لطف حاصل نہیں ہوتا اور نہ اس کتاب کے مشرقی ممالک کی طرز زندگی اور معاشرت کا پورا پورا احوال معلوم ہوتا ہے اس ترجمہ کی نسبت اس ترجمہ سے زیادہ حالات معلوم ہوتے ہیں جو مسٹر ٹیلین نے حاصل میں کیا ہے۔ اول الذکر ترجمہ کے بعض قصہ جات میں تو نفس مطلب بھی ضبط کر دیا گیا ہے، مثلاً اس امر کے معلوم ہونے سے بہت سے ناظرین حیران رہاؤنگے کہ الف لیلہ کے دو سب سے عمدہ قصے یعنی دالہ دین اور اسکا عجیب و غریب چراغ اور علی بابا اور چالیس کھجوروں کا یہ دونوں قصے عربی کی اصل کتاب الف لیلہ میں موجود نہیں ہیں علی بابا کا قصہ تو میں نے خود عربی کی کتاب میں دیکھا ہے جو جس طور سے الف لیلہ میں ہے ذرا مختلف ہے۔ لیکن یہ بات مشتبہ ہے ابھی متحقق نہیں ہوئی کہ آیا الہ دین کا قصہ مشرقی ممالک کا افسانہ ہے یا نہیں؟ کیونکہ الف لیلہ میں جو اس کی طرز معاشرت کا حال لکھا ہوا ہے تو بالکل عربوں کے شہر کے طرز کی مانند ہے۔ الف لیلہ کے بہت سے قصے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ دیگر زبانوں کی کتابوں اور غالباً ایرانی قصہ جات سے لئے گئے ہیں۔ ہاں اس جگہ الف لیلہ کے قصوں کو دوبارہ لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ ان سے ہر شخص واقف ہے۔ الف لیلہ کا بڑا حصہ تو بالکل خالص افسانوں ہی سے پر ہے یا یہ کہو کہ خلیفہ ہارون الرشید چہرے والوں کو بغداد میں پھرا کرتا تھا اسی وجہ سے پرانے زمانے کے قصے بہت پائے گئے۔ جمال اور خاتونان بغداد اور تینوں قلندر روں کے قصے میں خلیفہ کا تو صرف یہ ذکر ہے کہ وہ ان سب کا قصہ سنتا ہے اور ختم قصہ پر ایک خاص خاتون سے شادی کر لیتا ہے۔ یہ قصہ یا یہ کہو کہ قصوں کا یہ سلسلہ بطور ایک سحر کے قصہ کے دلچسپ اور اس کے آخر میں خلیفہ کو ایک جنتیہ جو مسلمان خلیفہ کو نازیب اسلام کا پیشوا سمجھا اسکو سلام کر کے خلیفہ سے ملاقات کرتی ہے۔

ہارون الرشید  
سے ایک جنتیہ کی  
ملاقات



جن عزیمت  
اور غول کی  
تشریح

مالک مشرقی میں بھی پرلوں کی بابت اسی طرح سے افسانجات مشہور اور مروج ہیں جیسے کہ یورپ میں ہیں  
لیکن ان ہر دو ممالک کے قصہ میں پرلوں کی طاقت اور قوت میں کچھ اختلاف ہے۔ ایرانی لفظ پری اور انگریزی  
لفظ فیروے (پری) بلحاظ مخرج ایک ہی لفظ معلوم ہوتا ہے عرب کے قصوں میں یہ نظر سے پوشیدہ وجود پایا تو  
جن ہوتا ہے یعنی بہت بڑی قوت اور طاقت والا دیو جو بجائے خاک کے آگ سے پیدا ہوا ہے لیکن اور دیگر  
باتوں میں انسان سے مشابہ ہوتا ہے یا حضرت ہوتا ہے جو بہت ہی متناک اور عجیب الخلقیت دیو ہوتا ہے لیکن یہ  
بہت شریر اور نقصان رسان ہوتا ہے۔ عربوں کے قصوں میں عجیب الخلقیت مخلوقات اور بھی ہوتی ہیں مثلاً  
باتھیا صدی اور یہ ایک قسم کا بھوت ہوتا ہے جو مقتول آدمی کے سر میں سے نکلتا ہے اور قصاص لینے کیلئے چلایا  
جاتا ہے علاوہ ازیں ایک غول ہوتا ہے جو آدم خور بھی ہوتا ہے اور آدمی کا خون بھی چوستا ہے اور الف لیلہ  
کے ناظرین غول کے نام سے تو خوب واقف ہونگے۔ مثل پرانے زمانے کے قصوں کے ایک اور عجیب الخلقیت  
جانور کا ذکر عربی قصہ جات میں ہوتا ہے جسکے اوپر کا نصف جسم انسان کے جسم کے مانند ہوتا ہے اور اسکے  
وجود کی بابت اس درجہ یقین کیا جاتا ہے کہ بہت سے عرب مصنفین نے تو یہی تحریر کر دی ہے کہ یمن کے لوگ  
اُس جانور کا شکار کر کے اُسکو بطور خوراک کے کھاتے ہیں۔ عربوں کے قصہ جات میں ساحروں اور  
جادو گروں کا بھی بیان ہوتا ہے جن کو بھی انسانی معمولی قوت کے علاوہ مثل جنوں کے زور و قوت حاصل  
ہو جاتا ہے اور تمام جادو اور سحر کا منبع شہر بابل کے ایک کنوئے (چاہ) میں ہے جہاں آسمان سے پھینکے  
سوائے دو فرشتے ہاروت اور ماروت نام اڑیوں کے بل اوندھے لٹکے ہوئے ہیں اور قیامت تک ایسے ہی  
لٹکے رہیں گے جو شخص اُن سے سحر سیکھنے جاتا ہے تو وہ دونوں اسکو خوشی سے جادو سکھا دیتے ہیں۔

تین سیب  
یا زین مقتولہ

الف لیلے میں تین سیبوں کا ایک قصہ ہے جس میں ذکر ہے کہ ایک ماہی گیر نے خلیفہ کی قسمت بدر  
دریا میں جال پھینکا اور جب جال دریا میں سے کھینچا گیا تو اس میں ایک جوان عورت کی نعش نکلی  
نفس کو دیکھ کر ہارون الرشید نے جعفر سے کہا کہ یا تو اس مقتولہ کے قاتل کا پتہ لگاؤ ورنہ میں تجکو قتل کر دوں گا  
اس قصہ میں ایک ایسے حادثہ کا ذکر ہے جو حقیقت واقع ہوا ہوگا لیکن ہماری اس تاریخ سے اس قصہ کا کوئی خاص تعلق نہیں ہے  
نور الدین اور ابنس الجلیس اس طرح کہ پرانے ترجموں میں ہے نور الدین اور خوبصورت کنیز ایرانی  
کے قصہ میں بھی خلیفہ ہارون الرشید کا ذکر ہے اور وہ اس طرح ہے کہ خلیفہ ایک رات دریا دجلہ میں اپنی  
شامی کشتی میں بیٹھا ہوا یہ دیکھا کہ نہایت متعجب ہوا کہ دریا سے و جلد کے کنارے پو خلیفہ کی

نور الدین اور  
ابن الجلیس

سیر اور خوش طبعی کیلئے جو محل بنے ہوئے تھے ان میں سے ایک محل میں اس قدر روشنی ہو رہی تھی کہ وہ محل روشنی کی وجہ سے بقوہ نور بن رہا ہے۔ خلیفہ اس روشنی کا سبب دریافت کرنے کیلئے کشتی سوار ہوا اور پوشیدہ طور سے وہاں گیا۔ وہاں جا کر ہارون رشید نے یہ دیکھا کہ اس محل کا داروغہ جو ایک شیخ تھا اور علم و فضل عبادت و تقویٰ اور زہاد کیلئے اب تک مشہور تھا اس کے پاس ایک نوجوان آدمی اور ایک کینز بیٹھے تھے ہیں اور یہ تینوں شراب کے پینے میں مشغول ہیں یہ جوان آدمی اور یہ کینز کسی مقامی گورنر کے خوف سے بغداد بھاگ کر آئے تھے۔ خلیفہ اور جعفر ایک درخت پر چڑھ گئے اور ان کو دیکھنے لگے۔ درخت پر خلیفہ نے دیکھا کہ شیخ ابراہیم ایک بانسری نکال کر لایا جس کو ہارون رشید اپنے دربار کے معنی سے سنا کرتا تھا اور شیخ نے وہ بانسری اس کینز کے بجانے کیلئے دی یہ دیکھ کر خلیفہ نے جعفر سے کہا کہ اگر یہ کینز اچھا نہیں گاویگی تو خدا کی قسم میں تم کو اور ان سب کو قتل کر دوں گا۔ لیکن اگر اس نے اچھا گایا تو میں ان سب کی خطائیں معاف کر کے عدم نگرانی کی وجہ سے تم کو پھانسی دیدوں گا۔ جعفر نے کہا کہ یا اللہ یہ کینز اچھا نہ گاوے۔ خلیفہ نے دریافت کیا کہ یہ کیوں جعفر نے جواب دیا تاکہ پھر آپ ہم سب کو قتل کر دو۔ اس لئے مرگ اب تو جتنے وارد لیکن اس کینز نے اس خوش الحانی سے گایا کہ ہارون رشید کا تمام غصہ وغیرہ جاتا رہا اور خلیفہ نے چاہا کہ میں بھی بھیس بدل کر ان کی محفل میں شریک ہو جاؤں۔ ایک ماہی گیر خلیفہ کی ملامت کی ہوئی جگہ میں مچھلیاں پکڑتا رہا تھا خلیفہ نے عاریتاً اس سے اس کے کپڑے لیکے پہنے اور کچھ مچھلیاں لیکر شیخ اور اسکے دوستوں کے پاس پہنچا اور ان کے ہاتھ کچھ مچھلیاں فروخت کیں۔ ان مچھلیوں کو خلیفہ نے اپنے ہی ہاتھ سے پکایا اور کھانا کھانے میں ان لوگوں نے اس ماہی (خلیفہ) کو بھی شریک طعام کر لیا۔ پھر اسکے آگے کا یہ قصہ کہ کس طرح یہ جوان آدمی لہصر کے بادشاہ کے وزیر متوفی کا بیٹا نکلا اور بہت سی مسافت اور سیاحت کے بعد کہ جس کے دوران میں وہ اپنے حریف کے ہاتھ سے قتل ہونے سے بال بال بچ گیا اور بعد ازاں خلیفہ کی ملازمت میں مع اپنی کینز کے کیسی فایزغ البالی سے زندگی بسر کی ناظرین یہ سب قصہ الف لیلہ میں معلوم کر سکتے ہیں۔

الف لیلہ کے دیگر مشہور قصوں میں ایک تو جھوٹے خلیفہ کا قصہ ہے۔ ایک شخص جعلی ہارون الرشید شاہی بصرے میں رات کو دریائے دجلہ کی سیر کیا کرتا تھا۔ ہارون الرشید ایک رات بھیس بدلے دریا پر جا نکلا وہاں اس وضعی خلیفہ سے ہارون رشید کی مدبھیٹر ہو گئی۔ پھر اس وضعی خلیفہ کی سیر موقوف ہو گئی۔ ایک سوتے جاگتے کا قصہ ہے جو کہ اب ہر مشہور زبان میں ترجمہ ہو گیا ہے دو قصے الف لیلہ میں ایسے

لکھے ہوئے ہیں جن میں ہارون الرشید کی مصلحت اور انصاف و فراست کا ذکر ہے لیکن یہ دونوں قصے  
 ایک عیسائی آدمی کے کان کو عجیب معلوم ہو گئے اور وہ یہ ہیں کہ ایک باورچی اس جرم میں ماخوذ ہوا کہ وہ  
 جن روٹیوں میں گوشت بھر کر دسموسہ بچتا ہے وہ انسانی خوراک کے قابل نہیں ہوتی ہے وہ نانبائی خلیفہ  
 حضور میں سزا کیلئے پیش کیا گیا خلیفہ نے حکم دیا کہ اسکا سر کاٹکر اس کی دوکان کے دروازے پر ایک کیل  
 میں ٹانگ دو۔ اور اسکے تمام سموسے شہر کے دروازہ کے باہر پھینکو دو۔ اسی طرح ایک اور نانبائی ماخوذ ہوا  
 وہ اپنے آٹے میں خراب آٹا ملا تا تھا اور وزن میں بھی روٹی کم تولتا تھا۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ اسکو اسکے تنور  
 میں زندہ جلادو اور اس کی دوکان گرا کر زمین کے برابر ہوا کر دو۔ مگر تھوڑے عرصے کے بعد وزیر اعظم جعفر  
 نے جرات کر کے خلیفہ سے عرض کیا کہ امیر المؤمنین ابی سز او بہت ہی سخت ہے۔ ہارون رشید نے کہا ہاں شاید میں نے  
 جلدی میں اسکو یہ سزا دیدی ہے۔ پھر جعفر کو حکم دیا کہ شہر کے سودگروں کی نگرانی کیلئے تم پولیس کی واسطے تھے تو ان میں سے  
 مالک مشرق میں بادشاہوں کو اپنی رعایا کی جان لینے کا جو اختیار ہوتا ہے وہ چونکا دنیوالا ہے ایک مرتبہ  
 ہارون الرشید سے ایک یہودی نجومی نے مشین گوئی کی کہ تم ایک سال کے اندر مر جاؤ گے۔ یہ سنکر ہارون رشید کو  
 بڑا فکر ہوا اور کھانا پینا اور سب عیش و آرام چھوڑ دیئے۔ آخر کار نجومی وزیر اعظم نے جو جعفر کا باپ تھا یہ ارادہ کیا کہ  
 میں خلیفہ کا فکر دور کر کے اسکے دل کو مطمئن کر دوں گا اس نے اس نجومی کو خلیفہ کے حضور میں بلوا کر اس سے  
 دریافت کیا کہ تم خود کب تک زندہ رہو گے۔ یہودی نے جواب دیا کہ میرا نجوم تو یہ کہتا ہے کہ میری بہت بڑی عمر  
 ہوگی سچی نے ہارون الرشید سے دریافت کیا کہ امیر المؤمنین اگر آپ ارشاد کریں تو اس نجومی کو فوراً مار ڈالو  
 خلیفہ نے کہا کہ ہاں اجازت ہے سچی نے اس بے قیمت کا سرسی وقت اور وہیں تلوار سے اڑا دیا سچی نے عرض کیا  
 کہ امیر المؤمنین آپ نے اس شخص کی پیشینگوئی کا جھوٹ اور بیخ ملاحظہ فرمایا خلیفہ کا رنج و فکر جاتا رہا اور اسکو  
 اطمینان حاصل ہو گیا جن جن مورخوں نے یہ واقعہ لکھا ہے انہوں نے سچی کے اس کام کو ہوشیاری اور عقلمندی ہی نہیں بلکہ  
 بلکہ انسانی ہمدردی اور قابل تعریف کام خیال کیا ہے۔ اسی وجہ سے مشرقی علماء اور فضلاء نے اپنے بادشاہوں کے  
 دلوں میں آداب و اخلاق کے قاعدوں کو ذہن نشین کرنے کے لئے اپنے فرائض کا ایک جز و ضروری یہ بات بھی سمجھی  
 تھی کہ وہ اپنے شہنشاہ کو جس قسم کی نصیحت کرنا یا مشورہ دینا چاہتے تھے تو اسکے مناسب حال ایک قصہ بنا کر بالواسطہ  
 مشورہ دیا کرتے تھے اور اگر کوئی نصیحت یا مشورہ بلا واسطہ دیا جاتا تو اس مشورہ کی عوض اس مشیر کا سر کاٹ دیا جاتا تھا  
 ہارون الرشید کو نیند بہت کم آتی تھی اس لئے دل بہلانے کے لئے وہ یاقوت تبدیل لباس بغداد کے کوچہ بازار

یہودی نجومی

ہارون رشید  
کی نیند کا

میں پھر اکر تا تھا اور اس وقت اسکے معتمد ہمای جعفر اور مسرور ہوا کرتے تھے۔ یا وہ لٹیا ہوا دل بھلا وقتے اور  
 کہانیاں یا عمدہ عمدہ نظمن سنا کرتا تھا الف لیلہ کی تحریر کا باعث زیادہ تر یہی امر ہے۔ الف لیلہ میں بہت سے  
 وہ قصے مندرج ہیں جو ہارون الرشید کی بنیاد کے نہ آئیے وقت اسکے حضور میں اس کا دل بہنے کیلئے کہے جایا کرتے  
 تھے ایک بار ایسے ہی موقعہ پر ہارون الرشید نے جعفر سے کہا کہ آج مجھے نیند نہیں آتی ہے اور میرا دل پریشان ہے  
 اور میں حیران ہوں کہ کیا کروں یہ سنتے ہی مسرور جو پاس کھڑا ہوا تھا بے تحاشا کھل کھلا کر سنس پڑا اور  
 نے مسرور سے خفگی سے پوچھا کہ تو میری باتوں پر ہنستا ہے۔ یا تو دیوانہ ہو گیا ہے؟ خواجہ سرانے جواب دیا کہ خدا کی قسم  
 امیر المؤمنین! آپ تمام پیغمبروں کے سترناج (رسول مقبول) کے رشتہ میں ہیں مجھے اس رشتہ کی قسم جو آپ نے  
 فرمایا یہ بات نہیں ہو وہ بات اور ہے کہ جسکی وجہ سے مجھے ہنسی ضبط نہ ہو سکی اور وہ یہ ہے کہ میں نے کل ایک آدمی  
 ابن القزہبی نام کو وجہ کے کنارے سب لوگوں کو ہنساتے اور محظوظ کرتے ہوئے دیکھا تھا اس وقت اسکی یاد آ کر مجھے  
 یکایک ہنسی آگئی اور اس بات کی میں بجا حزی آپسے معافی چاہتا ہوں۔ خلیفہ نے فرمایا کہ تو ابھی جا کر اسکو فوراً  
 یہاں بلا لا مسرور گیا اور اس طرف کو تلاش کر کے دربار میں لے آیا لیکن خلیفہ کے حضور میں لانے سے پیشتر  
 مسرور نے اس طرف سے یہ ٹھیکر کہہ کر امیر المؤمنین تکمہ کو دیں اس میں دو تہائی مجھے دینا اور باقی ایک تہائی  
 بہت سی سخت اور تمارعہ کے بعد ابن القزہبی نے یہ بات منظور کر لی اور پھر یہ دونوں خلیفہ کے حضور میں  
 حاضر ہوئے معمولی آداب اور سلام کے بعد خلیفہ نے اس طرف سے کہا کہ اگر تمہاری باتوں سے مجھکو ہنسی نہیں آتی  
 تو میں تمہارے یہ چمڑے کا بیگ تین باناروں گا۔ یہ کہہ کر ایک بیگ کی جانب اشارہ کیا جو خلیفہ کے پاس پڑا ہوا  
 تھا اس طرف نے جبکو درحقیقت ایک دفعہ اول بھی ڈنڈوں سے پٹنے کا تجربہ ہو چکا تھا۔ اس بیگ سے تین دفعہ  
 پٹنے کو بہت ہی خفیف تصور کیا مگر تاہم جب قدر اسکے امکان میں تھا نہایت ہی لطیف و ظریف باتیں سنائیں کہ  
 جنکے سننے سے ایک مغموم اور دیوانہ آدمی کو بھی ہنسی آئے بغیر نہ رہ سکتی لیکن خلیفہ کے چہرہ پر مسکراہٹ تک نہیں آئی  
 پھر خلیفہ نے کہا کہ اب تم مار کھانے کے مستحق ہو گئے اور بیگ اٹھا کر خلیفہ نے ایک بیگ ظریف ماری اسکے  
 لگنے سے ایک آواز نکلی کیونکہ بیگ میں چھوٹے چھوٹے پتھر بھرے ہوئے تھے اور اس چوٹ کے لگنے سے ظریف کو  
 بڑی تکلیف ہوئی ظریف نے خلیفہ سے عرض کیا کہ آپ ذرا صبر فرماویں۔ کیونکہ میرا اور مسرور کا یہ معاہدہ ہو گیا تھا  
 کہ جو کچھ امیر المؤمنین عنایت فرمائینگے اُس میں سے پچھو مسرور کا ہو گا پس آپ باقی کے یہ دو بیگ مسرور  
 کے ماریئے تاکہ بموجب معاہدہ کے اسکا حصہ اُس کو پہنچ جاوے یہ سن کر خلیفہ نے مسرور کو بلوایا اور اسکے بیگ مارے

ابن القزہبی  
 اور مسرور  
 کا معاہدہ

شروع کیے۔ ایک ہی بیگ کھا کر مسرور پکارا کہ امیر المؤمنین مجھ کو تو ایک تہائی ہی کافی ہے۔ اس ظریف کو یہ دیکھ کر  
یہ سر خلیفہ کو اس قدر سنسی آئی کہ ضبط نہ ہو سکی۔ ہارون رشید بہت ہی ہنسنا اور ان دونوں کو انعام دیکر رخصت کیا  
الف لیلہ کے اور بہت سے دیگر چھوٹے چھوٹے قصے اور تیز دیگر عربی مورخین کی اور بہت سی  
تصنیفات ہیں جن میں سنسی اور دل لگی کی بیشمار باتیں ہیں جن کا یہاں بیان کرنا ناممکن ہے ان قصوں میں  
بائشنائے چند کے واپس باتیں ہارون الرشید کے دربار کے بڑے بڑے امرا کی ظاہر ہوتی ہیں اور  
اسی خلیفہ اور اسکے درباریوں اور ندمار کا اخلاق بہت ہی کم درجہ کا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس زمانہ حال کی برائیوں  
سے بدتر ہو جاتا ہے۔

یہ باتیں قابل اعتماد اور معتبر نہیں ہیں جیسا کہ خود اس جگہ مسرور صاحب نے لکھا ہے کہ ان باتوں میں نہایت درجہ کا مبالغہ کیا گیا ہے علاوہ ان میں مسرور اور  
دیگر مورخین الف لیلہ کے قصوں کو بائشنائے چند، خاص افسانہ ہی سمجھتے ہیں۔ پھر یہ باتیں سچ کس طرح تصور کی جاویں۔ جب ایک بیان کا صحیح  
ہی جھوٹا مان لیا گیا تو پھر وہ بیان کیسے صحیح ہو سکتا ہے ایسا ہی دیگر کتابوں کا حال ہو گا مسرور صاحب نے کسی کتاب کا یا اس کے مصنف کا نام نہیں لکھا اور  
ان کی بابت بھی حق و راست ہونے پر بحث کی جاتی یہ دلیل مسرور صاحب کی سمجھ میں نہیں آئی کہ بغرض مجال اگر ان درباریوں کے خراب خصائل ہونے پر یقین ہی کر لیا جاوے  
تو ان کی برائی سے خلیفہ ہارون الرشید کا اخلاق کم پایہ کا کیوں ہو جاتا ہے یہ وہی شکل ہوتی کہ جرم کرے اور پکڑ جائے کوئی۔ یعنی جرم کسی کا اور الزام کسی پر اگر بالواسطہ  
خلیفہ پر حملہ کیا گیا ہے کہ ایسے نالائق درباریوں کو اس نے اپنے دربار میں کیوں جگہ دی اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو عقل و قیاس اس بات کو نہیں  
دیتے کہ ایسا عابد و زاہد عالم و فاضل بادشاہ اپنی صحبت میں ایسے رذیلوں کو جگہ دے اور بر تقدیر اگر کوئی مذہب خفیہ طور سے ایسا ہو بھی تو خلیفہ کو غیب  
کا حال کس طرح معلوم ہو جاتا وہ بھی تو انسان تھا سو اخلاقی تعلق کے انسان غیب کس جان سکتا ہے۔ پھر صاحب الف لیلہ کا صرف  
حوالہ دیا ہے مگر افسوس ان قصوں کی تشریح نہیں کر دی کہ جن سے ہارون الرشید کے درباریوں کی برائی زمانہ حال کی برائیوں سے بھی بدتر ثابت ہوتی ہے  
الف لیلہ ہمارے سامنے ہے کئی بار الٹ پلٹ کر دیکھا مگر سر کر کا تو کیا ذکر ہے مگر ہم کو برائیاں نہیں معلوم ہوئیں۔  
یقین ہے کہ ناظرین اپنے الف لیلہ تو کئی بار پڑھی ہوگی۔ یہ کتاب افسانوں کی نہایت مشہور ہے اور ہر جگہ مل سکتی ہے اس امر کی بحث  
آپ کے لئے چھوڑی جاتی ہے مگر ہم اسی طرح دیگر کتابوں پر اپنا قیاس دوڑاتے ہیں کہ ان کے الزام بھی غلط ہونگے۔

یہ بات قابل لحاظ ہے کہ کوئی زمانہ کبھی بھی برائیوں سے خالی نہیں رہا۔ دیگر مالک کے مصنفین نے تو اپنے یاد دیگر ملکوں کے بادشاہوں پر ایسے صاف صاف  
الفاظوں میں حملہ کیا ہے کہ جن کا بیان باعث شرم ہے خیر ان بچارے عربی مصنفین نے (حسب بیان مسرور صاحب) تو غنیمت ہے کہ درباریوں پر ہی حملہ کیا  
براہ راست خلیفہ پر نہ کیا۔ اگر اسی طاقت لسان سے خلیفہ پر خراب سے خراب برائیاں بھجوب دیتے تو ان کا کوئی کیا کر لیتا۔ مصنفین اپنے زور قلم  
کے آگے بادشاہ اور امرا کو پرکھا کے برابر بھی نہیں سمجھتے اس بات کی دو ایک تمثیل ذیل میں وسیع کی جاتی ہیں۔ چارلس و کزن صاحب  
نے اپنی کتاب ڈیل آف ٹوٹھینسز میں فرانس کے شہنشاہ اور وہاں کے امرا کی واپس باتوں۔ زنا بالجبر قتل و غارتگری اور لوٹ مار کا کیا کیا حال لکھ  
رکھا ہے کہ جس کے پڑنے سے دل کانپ جاتا ہے اپنی صاحب نے اپنی ایک دوسری کتاب ڈاڈو پچراف اولیور ٹوسٹ میں انگلستان کے غیب خانہ میں  
بچوں مار ڈالنے وغیرہ باتوں کا حال لکھتے ہوئے حکام غفلت کا جرم کس طرح لگا پایا ہے اسی طرح ایک مصنف میری سینٹ نے اپنی تصنیف کردہ کتاب (چین شوہ)  
میں انگلینڈ کے بادشاہ اڈورڈ چہارم اور اسکے ندمار اور درباریوں پر کوئی واپس بات یا بری بات ایسی نہیں چھوڑی جن کا الزام ان بچاروں  
پر نہ ہو یا ہو یعنی اڈورڈ چہارم کا زبردستی خوبصورت عورت کو اس کے خاوند سے چھین لینا درباریوں کی سارلس فریب۔ مگر دعا  
اور شہدین۔ غرض کوئی برائی ایسی نہیں چھوڑی جو ان پر نہ لگائی گئی ہو۔ اسی طرح ایک نہایت مشہور و معروف مشرچ۔ ڈوبلیو  
ایم۔ رینالڈ صاحب نے اپنی کتاب "مشرچ آف دی کورٹ آف لندن میں جس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے اور اس کا نام  
دربار لندن کے اسرار رکھا گیا ہے انگریزی قومی ننگی کا فوٹو۔ عباسی کی برائیاں۔ بدعاشی کے شے ریاکاری کی قباحتیں  
سیاہ کاری کی سزائیں۔ خلق اللہ کے ساتھ بدسلوکی کا معاوضہ۔ جرم کی پاداش وغیرہ وغیرہ یہ سب اس وقت کے شہزادوں  
سزاور عقوبت اور امیر لیبوں کی رفتار اور گفتار کے پر لہ میں بیان کیا ہے اس کتاب کی بارہ جلدیں بڑی بڑی صحیفہ ہیں (بقیہ صفحہ آئندہ)

مگر ہاں اس بات کے ساتھ ہم کو اس امر واقعہ کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ ابو نواس جو ان تمام قصے کہانیوں کا بیان کرنے والا ہے وہ دربار کا مسخرہ تھا اور اغلب یہ ہے کہ حرم سلطانی کے کسی واقعہ کا حال جس کو یا تو خود خلیفہ یا اسکے غلام اُس سے بیان کرتے تو ابو نواس اس میں اتنا درجہ کا مبالغہ کرتا تھا ہارون الرشید اور ابو نواس کے لطائف اور ظرافت کی سینکڑوں حکایتیں موجود ہیں مجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ ایک دن ابو نواس نے خلیفہ کے حضور میں یہ مقولہ بیان کیا کہ اکثر عذر گناہ بدتر گناہ ہے خلیفہ کہتا تھا کہ نہیں۔ عذر ہمیشہ ہی بہتر ہوتا ہے اسپر دونوں کا بہت مباحثہ ہوا۔ آخر میں اس شاعر ابو نواس نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین اِرات ہونے سے پیشتر میں آپ پر اس مقولہ کی سچائی ثابت کر دوں گا خلیفہ حفا ہو کر یہ کہہ کھڑا ہو گیا کہ اگر تم اپنا یہ اقرار رات تک پورا نہ کرو گے تو میں تمہارا سر کٹوا دوں گا رات کو خلیفہ جب اپنے حرم سلطانی میں گیا تو رات کے اندھیرے میں یکایک ایک ڈاڑھی والے چہرہ نے خلیفہ کی پیشانی پر جو بسہ دیا اس طرح کہ ڈاڑھی کے بال خلیفہ کے منہ پر پڑے جس سے خلیفہ کو تکلیف ہوئی خلیفہ نے نہایت غصہ سے حکم دیا کہ شمع لاؤ اور ایک جلاؤ کو بلاؤ جب شمع آئی تو خلیفہ نے دیکھا کہ جس ذات شریف نے میرے ساتھ ہنسی کی ہے وہ ابو نواس ہے جو خاموش کھڑے ہوئے ہیں خلیفہ نے حفا ہو کر پوچھا کہ اے شہر پر اس حرکت سے نیرا کیا مطلب ہے ابو نواس نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین اس نے تو آپ کو زبیدہ خاتون تصور کر کے یہ حرکت کی تھی۔ افسوس کہ زبیدہ خاتون کے شبہ میں آپ کی یہ حرکت کر بیٹھا میں آپ نے اپنے اس جرم کا عذر کے معافی چاہتا ہوں۔ ہارون الرشید یہ سن کر اور زیادہ مشتعل ہوا اور پکارا کہ یہ عذر تو گناہ سے بھی بدتر ہے۔ سنکر ابو نواس نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین آپ کی زبان سے یہ لفظ (عذر گناہ بدتر گناہ) کہلانا منظور تھا اور

عذر گناہ بدتر  
عذر گناہ کی عملی  
تشبیہ

دقیقہ حاشیہ صفحہ گذشتہ تلاش سے ہر ملک کا حال معلوم ہو سکتا ہے ناظرین! مصنفین کو کسی بُرائی سے جو بادشاہوں اور امیروں اور زبیدیوں پر مبالغہ سوزی مسخرہ پر نے عربی کتابوں کا نام نہیں لکھا وگرنہ ہارون الرشید کے درباریوں کی براہِ نیکو کارانہ حال کی برائیوں کا مقابلہ کر کے موازنہ تحریر کرتے مگر کتابوں کی گمانی سے مجبوری ہے جس کا ہم کو افسوس ہے ۱۱۲ از مصباح مترجم لے ہارون الرشید کے متعلق بہت سے غلط افسانے شہرت پکڑ گئے ہیں جن کی کچھ اصلیت نہیں اور طرہ یہ کہ بعض مشہور مصنفوں نے بلا تحقیق ان بے سرو پا غلط واقعات کو اپنی تالیفات میں نقل کر دیا ہے جس سے عوام کو اپنے غلط خیالات کے لئے ایک ثبوت مل گیا ہے بالخصوص بعض یورپین مصنفین نے ان کو سچ سمجھ کر ایسے مضحکات کا خوب ہی خاکہ اڑایا ہے ایک عام قاعدہ ہے کہ جو شخص سبب اپنی ذاتی خوبیوں کے شہرت اور نیکنامی حاصل کرتا ہے اس کی نسبت اچھی اور بُری سینکڑوں روایتیں خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں اور بعض حالتوں میں اس قدر ہو جاتی ہے کہ تین لوگوں کو اس پر تو اترا کاسٹک ہو جاتا ہے یہ بات ہارون الرشید پر ہی کچھ مختصر نہیں ہے۔ یہ حکایت عذر گناہ بدتر گناہ یا اس سے آگے کی حکایت مرعی اور مرغ کا لفظ جس کو پامر صاحب نے ہارون الرشید کے واقعات میں ذکر کیا ہے ہم اس کو تمام ہندوستان میں نادانوں کی زبان سے جلال الدین اکبر بادشاہ کے دربار کی نسبت ملادو پیازہ اور بریل کے نام کی شہرت سے جسے عجیب فریہ کہ جس نا محققوں ان لطائف کو اس کے دربار کے واقعہ سے لے کر آئی کتابیں شائع کرویں ہارون الرشید کی مانند اکبر کی بیاد مرغی اور شائستگی کی ہی تمام ایشیائی اور یورپین مورخین پوری پوری شہادت ادا کرتے ہیں تو اور

اپنے اقرار کے بموجب یہ مقولہ ثابت کر دیا ہے۔ یہ کہہ کر ابو نواس رخصت ہوا۔ اس پر خلیفہ نے ہنس کر اس کی جانب اپنا ایک جوتہ پھینکا۔

مرغ اور  
مرغی کا لطیفہ

ایک مرتبہ ایسے دل لگی کے موقع پر ابو نواس خلیفہ سے پھر بازی لے گیا۔ ایک روز شام کو وقت خلیفہ مع اپنے ندمار کے دیوانخانے میں بیٹھا ہوا ہنسی مذاق کی باتیں کر رہا تھا۔ ابو نواس ابھی تک نہیں آیا تھا۔ اس دیر میں آنے کی وجہ سے سزا دینے کیلئے خلیفہ ہارون الرشید نے ایک عمدہ تجویز دی۔ خلیفہ نے ایک کھیل نکالا جس میں یہ قاعدہ رکھا کہ جس طور سے میں عمل کروں اسی طرح سب عمل کریں جو عمدہ طور سے عمل کریگا اس کو ایک دینار انعام دیا جائیگا لیکن جو شخص عمدہ طور سے عمل نہ کریگا اس کے بارہ ڈنڈے لگائے جائیں گے۔ پھر ہارون الرشید نے کچھ انڈے منگائے۔ ان میں سے ایک انڈا لیکر اپنی مسند کے نیچے رکھ لیا۔ اسی طرح اپنے درباؤں کو عمل کرنے کا حکم دیا جنہوں نے ایک ایک انڈا اپنے نیچے رکھ لیا۔ وہ یہ سب انڈے چھپا ہی رہے تھے کہ اتنے میں ابو نواس بھی آ موجود ہوا۔ اب خلیفہ نے کھیل شروع کیا اور ابو نواس کو بھی اپنے کھیل میں شریک کر لیا۔ جب ابو نواس شریک ہو گیا تو خلیفہ نے مثل مرغی کے بولنا اور چلانا دکھانا شروع کیا اور ایک انڈا اپنے نیچے سے نکالا۔ اس طرح سے کہ گویا مرغی نے انڈا دیا ہے اسی طرح سب درباری عمل کرتے رہے یہاں تک کہ ابو نواس کی باری آئی اس کے پاس کوئی انڈا نہ تھا۔ وہ حیران تھا کہ میں یہ عمل کیسے کروں۔ اگر اسی طرح عمل نہ کرونگا تو بارہ ڈنڈے کھانے پڑیں گے اور سب درباریوں کی شرارت سے بھری ہوئی نگاہیں اس کی جانب لگی ہوئی تھیں کہ کیا ایک ابو نواس اپنی جگہ سے جست کر کے کودا اور کمرے کے بیچ میں جا کھڑا ہوا اور اپنے بازو اپنی پسلیوں سے پھڑکھڑا کر مارے اور بڑے زور سے پکارا کہ لگڑوں کوں گویا کہ وہاں اور سب مرغیاں ہیں اور صرف یہی مرغ ہے اس پر خلیفہ اور سب حاضرین ہنس پڑے اور خوش ہو گئے اور ابو نواس پٹنے سے بچ گیا۔

ابو نواس کی ایک اور ظریفانہ حکایت مشہور ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک دن خلیفہ ہارون الرشید نے ابو نواس کی ڈاڑھی مول لے لی۔ اور حکم دیا کہ اسے اب نیچے بڑھائے جاؤ تا کہ لمبی ہو جاوے جب ضرورت ہوگی میں لے لوں گا، ایک دن دربار میں ابو نواس نے کچھ ایسی حرکت کی کہ جس سے خلیفہ ناراض ہوا اور اسے بطور تہیہ ابو نواس کو حکم دیا کہ اپنی ڈاڑھی کا خیال رکھو یہ سنتے ہی ابو نواس نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کرنے کی طور سے اٹھا

میں ان بے اصل فسانوں کی کچھ بھی اصلیت نہیں پائی جاتی۔ اب سمجھ لینا چاہیے کہ ایسے نائنائستہ اور مرخرفات قصے کبر اور ہارون الرشید جیسے بیچارے مغز بادشاہوں کی نسبت عقل کے نزدیک کب قابل قبول ہو سکتے ہیں ۱۲ مصباح مترجم

ابو نواس کی  
ڈاڑھی کا لطیفہ

اور زور سے پکارا کہ الحمد للہ یہ ڈاڑھی اب پھر میری ہو گئی کیونکہ امیر المؤمنین خود فرماتے ہیں یہ سنکر خلیفہ ہنس پڑا اور اس کا غصہ فرو ہو گیا۔

اس حکایت سے اسپین کے بادشاہ کے ایک درباری کی بعینہ نظیر یا آتی ہے ایک مرتبہ شاہ اسپین نے بے توجہی سے اپنے ایک درباری سے لفظ "دوست" کہہ دیا یہ لفظ سننے ہی اس درباری نے فوراً ٹوپی اپنے سر پر اوڑھ لی۔ اس پر بادشاہ اسپین نے خفگی سے اس سے دریافت کیا کہ اس آزادی اور گستاخی کی تو نے کس سے اجازت لی ہے اس نے عرض کیا حضور مجھ کو ضرور امرائے اسپین کے زمرہ میں داخل کرنا چاہتا ہیں ورنہ اس طرح دوست کہہ کر مجھ سے گفتگو نہ فرماتے اور اس لئے میں نے انہیں حقوق کی وجہ سے جو امراء کو حاصل ہوتے ہیں اپنی ٹوپی حضور کے سامنے اپنے سر پر رکھ لی ہے اس پر حقیقت بادشاہ نے اس کو زمرہ امراء میں داخل کئے جانے کا حکم دے دیا۔

ابونواس اپنی ظرافت اور حاضر جوابی کی وجہ سے کئی دفعہ علاوہ مار پٹنے کے اس سے بھی زیادہ سخت سخت سزاؤں سے بچ جاتا تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید کو شراب پینے کی بہت عادت تھی اور علاوہ ازیں وہ قرآن شریف کے دیگر احکاموں سے بھی اکثر متجاوز ہو جاتا تھا ایک دن مذہبی احکام اور نیک خیالی کی وجہ سے یہ حکم دیدیا کہ ابونواس کو اسی وقت اور اسی جگہ قتل کر ڈالو۔ ابونواس نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین کیا آپ مجھ کو بے جرم اور بلا دلیل متلون المزاجی سے قتل کراتے ہیں۔

ہارون الرشید نے کہا کہ نہیں بلکہ تم قتل کئے جانیکے مستحق ہو۔ اس شاعر نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ابھی گنہگاروں کو اول ان کے جرائم سے مطلع فرماتا ہے اور پھر ان کو معاف کر دیتا ہے فرمائیے کہ میں قتل کئے جانیکا جس وجہ سے مستحق ہوں؟ خلیفہ نے کہا کہ تم نے جو ایک شعر کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اے ساتی مجھ کو شراب

لے خلیفہ ہارون الرشید کے شراب پینے یا نوشی سے علامہ ابن خلدون نے انکار کیا ہے۔ لیکن ہمہذا کا بیانا علامہ موصوف کو بھی تسلیم ہے یہ بنیذ کھجور کی تائی یعنی تازہ عرق ہوتا تھا جس کو روئین طبع بجائے شراب کے استعمال کرتے تھے اور علماء عراق نے اس کی حلت کا فتویٰ بسبب اس کے کہ اس میں نشہ نہیں ہوتا تھا دے دیا تھا چنانچہ ابونواس لکھتا ہے "اباح العراقی النبیلہ وشرابہ" عراقی سے امام ابو حنیفہ مراد ہیں اس قسم کے جلسے اور نوشی خلفاء میں عام طور سے تھی بلکہ اس وقت کی عام معاشرت کا یہی نمونہ تھا اور می نوشی سے ہر جگہ بنیذ کا دور مراد ہے الامامون میں بھی حلت بنیذ کی بابت ایسا ہی احوال مرقوم ہے۔ مسٹر پامر کی اسی حکایت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید کا شراب یا دیگر نشی عقیات پیتا تو درکنار ہرگز ہرگز ان کو چھوٹا تک نہ ہو گا کیونکہ اگر وہ خود شراب پیتا تو ابونواس کو صرف خیالی شراب پینے یا کہہ کر نظم میں شراب کا پیتا باندھنے پر کیوں مامور کرتا؟ بفرض مجال اگر ہارون الرشید کی ایسی عادت ہوتی تو ابونواس جو اب میں صاف صاف گفتگو کر رہا ہے کیا یہ ممکن تھا کہ وہ خلیفہ سے ایسے بجا و کینے یہ نہ کہتا کہ میں نے تو شعروں ہی میں شراب کا پیتا خیالی باندھا ہے اور آپ تو حقیقت پیتے ہیں جو حکم مذہبی سرے اور صادر ہوتا ہے وہی آپ پر ہوتا ہے مگر وہ کیسے کہتا خلیفہ میں حقیقت یہ عادت تھی ہی نہیں جو شخص مذہبی احکاموں کا ایسا پابند ہو کر شراب کے پیتے تاں کے خیال سے اس قدر نفرت ظاہر کرتے

ابونواس کی  
حاضر جوابی



پینے کو دے اور مجھ سے کہہ کہ یہ شراب ہے جبکہ میرے سب افعال علی الاعلان اور ظاہر ہیں تو تو مجھ سے شراب کا نام کیوں چھپاتا ہے اسلئے شراب پینے کی وجہ سے تم قتل کئے جانیکے مستحق ہو گئے ہو ابونواس نے پوچھا کہ امیر المؤمنین کیا آپ قاف ہیں کہ مجھے شراب دیدی گئی تھی اور میں نے اس کو پی تھی؟ خلیفہ نے کہا کہ ہاں مجھے ایسا شبہ ہے ابونواس نے کہا کہ کیا آپ مجھے شہ قتل کرانا چاہتے ہیں؟ حالانکہ قرآن شریف میں حکم ہے ان لَبَسَ الظَّنِّ اثمٌ یہ سن کر ہارون الرشید نے جواب دیا کہ تم نے اور نظمیں بھی ایسی ہی کہی ہیں جس کی وجہ سے تم قتل کے مستحق ہو مثلًا تمہارے شعر میں الحاد کا مضمون ہے اور جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اس بات کی اطلاع دینے کیلئے واپس نہیں آیا کہ وہ جنت میں یا یافوج میں ابونواس نے پوچھا کاجھا امیر المؤمنین! آپ ہی فرمائیے کہ کیا کوئی شخص اس بات کی ہمکو اطلاع دی ہو آپ آیا ہے؟ خلیفہ نے جواب دیا کہ نہیں یہ سن کر ابونواس نے کہا کہ اس بات کا مجھے کاہل یقین ہے کہ سچ بات کہنے میں آپ مجھے قتل نہ کر دینگے خلیفہ نے کہا کہ ان سب باتوں کے علاوہ تم نے اپنے ایک شعر میں اللہ تعالیٰ کی نسبت نعوذ باللہ کلمات بے ادبی کا اظہار کیا ہے اور اس شعر کا مضمون یہ ہے کہ اے محمدؐ تو ہی ایسا شخص ہے کہ مصیبت کے طوفان کے پیدا ہونیکے وقت ہم سب کی آنکھیں تیری ہی جانب لگی رہتی ہیں۔ آتش شریف لا کیونکہ میں اور تو دونوں مل کے آسمانوں کے بادشاہ کو شکست دے سکتے ہیں۔ ابونواس نے خلیفہ سے پوچھا کہ کیا ہم نے اس اللہ تعالیٰ کو شکست دیدی؟ خلیفہ نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا کہ تم نے کیا کیا۔ ابونواس نے کہا کہ امیر المؤمنین! جس بات کو آپ جانتے ہی نہیں ہیں تو اس کے عوض آپ مجھ کو قتل نہ کرینگے ہارون الرشید جواب دیتے دیتے تھک گیا اور اس سے زیادہ صبر نہوسکا ابونواس سے کہا کہ تم اپنی یہ بہودہ گفتگو بند کرو۔ تم نے ہمیشہ اپنی نظم میں ایسی ایسی باتوں کا ذکر کیا ہے کہ جن کی وجہ سے تم قتل کے مستحق ہو گئے ہو ابونواس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو یہ باتیں آپ کے جانتے سے بھی

کہ شاعر کو سخت ترین سزا (قتل) دینا پسند کیے تو یہ بات عقل کب مانتی ہے کہ وہ شراب خود پیتا ہوگا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو تو نہایت نفرت ہوگی چنانچہ علامہ ابن خلدون اور دیگر معتبر اور مستند مورخ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ خلیفہ ہارون رشید شراب ہرگز نہ پیتا تھا بلکہ تازی کھجور کی پیتا تھا جس کی حلت کا فتویٰ مذہبی پیشواؤں نے دے دیا تھا اور نیز اسی کتاب میں سطر پارہ بات متواتر ثابت کرتے آئے ہیں کہ ہارون الرشید مذہب کا بڑا پابند تھا اور بڑی عالم و فاضل تھا پھر جو شخص مذہب کا پابند ہو اور عالم باعمل اور فاضل اجل ہو ایسی باتوں کا جو مذہبی احکام کے خلاف ہوں روا رکھ سکتا ہے ہرگز نہیں۔ اور جو سطر پارہ لکھا ہے کہ وہ دیگر احکام قرآن کی پابندی نہیں کرتا تھا۔ اول تو اسکے لیے یہی دلیل کافی ہے اور دوسرے ایک دلیل اس بات اور سطر پارہ نے اس بات کی کوئی نظیر بھی نہیں لکھی اسلئے بے دلیل بات کہی بھی صحیح نہیں مانی جاسکتی ۱۱۴ از مصباح مترجم

بہت پیشتر سے جانتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ  
 الموتری انہم فی کل وادیہم یومون وانہم یقولون مالا یفعلون اور شاعروں کی باتوں پر وہ لوگ  
 چلتے ہیں جو گمراہ ہیں تو نے نہ دیکھا کہ وہ ہر وادی اور میدان میں سرمارتے پھرتے ہیں اور وہ ایسی باتیں  
 کہتے ہیں جن کو وہ نہیں کرتے، خلیفہ نے فرمایا کہ ابو نواس کو جانے دو قتل نہ کرو۔ یہ تو کسی طرح گرفت میں آتا  
 ہی نہیں اس طرح حاضر جوابی سے ابو نواس کی جان بچی۔

حاضر جوابی اور ظرافت بعض وقت بہت مفید پڑتی ہے اور اس کی تصدیق مفصلہ ذیل واقعہ سے  
 ہوتی ہے حمید الطوسی ایک بڑا افسر تھا۔ ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید اس سے ناراض ہو گیا  
 اور حکم دیا کہ اس کو فوراً اسی جگہ قتل کر دیا جاوے۔ یہ حکم سن کر حمید نے رونا شروع کر دیا۔ ہارون الرشید  
 نے پوچھا کہ تو کس لئے روتا ہے حمید الطوسی نے کہا کہ میں مرنے کے ڈر سے نہیں روتا۔ موت تو تمامی  
 ذمی حیاتیوں کے لئے عام تقاریر ہے لیکن مجھے اس بات پر رونا آتا ہے کہ افسوس! میں اس دنیا سے  
 امیر المؤمنین کی خفگی کے دوران میں روانہ ہوتا ہوں۔ ہارون الرشید کو کسی آگئی اس کے قتل سے  
 درگزر اور اس کی جان بخشی کر دی

حمید الطوسی  
 کی حاضر جوابی

اصمعی کا بیان ہے کہ ایک بار ہارون الرشید نے اسحق کے راگ گانے کی تعریف کی اور اسی وقت  
 بطور انعام کے ایک رقم زرکشیر اس کو دے جانے کا حکم دیا۔ اس معنی نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین!  
 آپ کے تعریفی الفاظ میرے راگ سے بہت زیادہ فصیح و بلیغ ہیں پھر آپ مجھے انعام کس لئے عطا فرماتے  
 ہیں؟ اس شکرگزاری کے صلہ میں خلیفہ نے اس کو اور زیادہ انعام دیا۔ اس پر اصمعی لکھتا ہے کہ اس  
 وقت مجھے معلوم ہوا کہ اسحاق روپیہ کے پیدا کرنے میں مجھے زیادہ ہتھیار ہے،

اصمعی معنی  
 کی حاضر جوابی  
 کا صلہ

ایک حکایت جو اس زمانہ کی خصوصیات سے ہے اور جس سے اس طریقہ کا پتہ لگتا ہے کہ  
 جس طور سے خلیفہ ہارون الرشید نے اس قدر دولت بے انتہا جمع کی تھی وہ حسب ذیل ہے۔

ایک بار سفیان بن عیینہ جو بغداد کے قاضی القضاة تھے اور علم حدیث کے بڑے مشہور اور مستند اور  
 معتبر راوی ہیں مع ایک عابد گوشہ نشین کے جن کا نام فضیل تھا خلیفہ کے پاس آئے جب یہ خلیفہ کے محل  
 میں داخل ہوئے تو فضیل نے پوچھا کہ خلیفہ کو نساہے سفیان نے اشارہ سے بتلا دیا کہ یہ خلیفہ ہی پھر خلیفہ کی  
 جانب مخاطب ہو کر فضیل نے کہا کہ اے خوبصورت چہرہ والے! تو ہی وہ شخص ہے جو لوگوں پر حکمرانی کرتا ہے

سفیان اور  
 فضیل کی حکایت

اور تو نے ہی اپنے کندھوں پر اس قدر ذمہ داری لی ہے۔ حقیقت تو نے اپنے کندھوں پر جاری بوجھ دہرا کر  
 یہی تیار گفتگو سُن کے خلیفہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے جب رقت سے خلیفہ کو تسکین ہوئی  
 تو حکم دیا کہ ان دونوں بزرگوں کو ایک ایک تھیلی زر نقد رکی دی جاوے۔ مگر فضیل نے زر نقد نہ لیا  
 ہر چند خلیفہ نے اصرار کیا کہ آپ قبول کر لیں اور اگر آپ کو خود اس کی ضرورت نہیں ہے تو آپ اللہ تعالیٰ  
 کی راہ میں اُس کو خیرات کر دینا مگر فضیل نے اُسکے لینے سے قطعی انکار کر دیا سفیان نے ان سے کہا کہ آپ  
 لے لیں۔ کیوں اس قدر انکار کرتے ہیں؟ پس مگر فضیل نے قاضی القضاة کی ڈاڑھی غصہ سے پکڑ لی  
 اور کہا کہ تم قاضی القضاة ہو کے اس قدر غلطی عظیم کے کس طرح مرتکب ہوئے؟ اگر ان لوگوں نے  
 یعنی خلیفہ اور اُسکے مقرر کردہ حکام نے، یہ روپیہ جائز طور سے حاصل کیا ہو تو اُس حال میں مجھ کو اُس کا  
 قبول کرنا جائز ہوتا۔

علم حدیث

حدیث وہ اقوال ہیں جو حضرت محمد صاحب سے منسوب کئے جاتے ہیں اور حدیثیں گویا قرآن  
 شریف کی ضخیمہ جات ہیں۔ ان میں ہر قسم کے قوانین (شرعیات) موجود ہیں یہاں تک کہ زندگی کے روزمرہ  
 کے کام بھی انہیں کے مطابق کئے جاتے ہیں لیکن کوئی حدیث متبرہ نہیں مانی جاتی جب تک کہ براہ راست مختلف  
 معتبر اشخاص (راویوں) کے ذریعہ سے اس کا سلسلہ حضرت محمد صاحب تک نہ پہنچتا ہو اور حدیث کے قابل  
 قبول ہونے کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ اُس حدیث کے ہر ایک راوی کا نام ظاہر کیا جاوے  
 مثلاً اگر کوئی ناواقف مسلمان کسی اہل حدیث سے یہ مسئلہ دریافت کرے کہ آیا حج کے ایام میں بھڑ زنبور  
 کو مار ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ ان ایام میں مکہ شریف میں سوائے قربانی کے جانور کے ذبح کرنے  
 کے اور جانور کا مار ڈالنا شریعت میں ممنوع ہے تو اہل حدیث اس مسئلہ کا جواب یوں دیکھا کہ میں نے  
 الف رضی اللہ عنہ سے یہ بات سنی ہے ب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے اس طرح کہا کہ انہوں نے  
 ج رضی اللہ عنہ سے یہ سنا جنہوں نے د سے سنا تھا اور اسی طرح سلسلہ بسلسلہ حضرت  
 علی رضی اللہ عنہ تک آتے ہیں جو پیغمبر صاحب کے چچا زاد بھائی تھے کہ انہوں نے پیغمبر صاحب  
 کو کہتے ہوئے سنا کہ اگر یہ جانور زنبور کسی آدمی کو کاٹ لے تو اُس کو مسواک سے مار ڈالنا چاہیے  
 پیغمبر صاحب کو مسواک کے استعمال سے بہت ہی شوق تھا اور اس طرح بھڑ کا مار ڈالنا  
 جائز اور مشروع ہو گیا۔

ایک اہل حدیث کی بابت یہ حکایت مشہور ہے کہ ایک دفعہ وہ اور ایک عیسائی ایک ہی کشتی میں سوار تھے۔ عیسائی کی طبیعت نا ساز تھی اس لئے اس نے ایک شراب کی بوتل نکالی اور ایک گلاس بھر کے اپنے پینے سے پہلے اپنے ہم سفر مسلمان کے آگے تو اضعاً پیش کیا۔ اہل حدیث بغیر پس اس گلاس کو پی گیا اور بعد ازاں اپنے ہونٹوں کو پونچھ پانچھ دریافت کیا کہ یہ کیا چیز تھی؟ عیسائی نے سادہ دلی سے جواب دے دیا کہ یہ شراب تھی۔ یہ سن کر وہ اہل حدیث حین مجہیں ہوا کیونکہ ہر شخص واقف ہے کہ مسلمان شراب نہیں پیتے ہیں۔ ان کی شریعت میں شراب حرام ہے اس عیسائی سے دریافت کیا کہ کیا درحقیقت یہ شراب ہی تھی؟ عیسائی نے جواب دیا کہ بیشک شراب تھی میرا غلام اس شراب ایک ہودی سو ڈاکر خرید کر کے لایا تھا اس فاضل اہل حدیث نے جواب دیا کہ تم عجیب ضعیف الاعتقاد ہو قونی آدمی ہو تم اہل حدیث یزید بن ہارون اور سفیان ابن عیینہ جیسے معتبر اشخاص کی حدیث کے مستند اور معتبر ہونے پر ٹری

لے اس امر سے تمام زمانہ واقف ہے کہ مسلمان اہل سنت و جماعت چار مذہب حنفی۔ مالکی۔ شافعی۔ حنبلی کے پیرو ہیں۔ قرآن و حدیث اور اجماع امت و قیاس سے ان مذہبوں کی حقیقت اور ان کی تقلید کا راہ راست ہونا بخوبی ثابت ہے تیسری صدی سے لے کر تیرہویں صدی کے اخیر تک سب مسلمانوں کا اتفاق تھا کہ یہ چاروں مذہب حق ہیں اور سب مسلمان ان چاروں مذہبوں میں سے کسی ایک کے پابند چلے آئے ہیں تیرہویں صدی میں نجد سے (جس کی قبائلیں صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں) ایک شخص عبدالوہاب نامی نکلا حنبلی مذہب کے تلامذہ کی سنت سے بہت سے مسائل میں مختلف ہوا اور جمال وغیرہم کو اپنا معتقد بنا لیا ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ہمارے عقیدہ والے مسلمان ہیں باقی سب انکے پھلے مسلمان مشرک اور کافر ہیں اور اسی خام خیال کو بچتے جان کر مسلمانان اہل سنت اور ان کے علماء کے قتل اور غارت کو مباح کر دیا اور حرمین شریفین پر بھی تغلب کر لیا یہاں تک کہ کربلا پر بھی میں انکی شوکت ٹوٹی اور گھر بار اچڑے اور لشکر اسلام کی فتح ہوئی جیسا کہ رد المحتار میں جو مقبول العرب و اجماع کتاباً یہ ذکر ہے اور صاحب رد المحتار نے ان لوگوں کو خارجیوں اور باغیوں میں مندرج کیا ہے پھر اس گروہ کے عقائد کی کتاب جس کا نام کتاب التوحید مشہور ہے اور جس میں نبیوں اور ولیوں کو بت اور مسلمان ناخار پرست لکھا ہے دہلی میں آئی اور انتشار پائی معتبرین سے سنا ہے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے اخیر عمر میں اسے دیکھ کے فرمایا تھا اگر عمر نے وفا کی تو اس کا ردین تحفہ اثناعشریہ کے طور پر لکھوں گا۔ مگر قضا الہی سے وصال ہو گیا اور وہ کتاب دہلی میں پھٹی جس سے ہندوستان میں وہابی لوگ نکلے بدعتوں کی قباحت بیان کرتے کرتے اسلام کے نیک کاموں کو بھی شرک اور بدعت کہنے لگے کئی تو ان میں سے مقلد تھے اور بعض غیر مقلد اور پھر سب غیر مقلد ہو گئے اور تقلید امامان دین مجتہدین کو شرک و حرام کہنے لگے اور کہنے لگے۔ علماء دیندار نے ان کے جواب لکھے مگر بسبب قرب قیامت اور شیوع فتنہ و عزامت کے یہ لوگ تحریب اسلام میں دن بدن ترقی کرتے گئے بعضے ان میں سے سنجری بن کر ضروریات دین سے منکر ہو گئے اور بہنوں نے اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور ترمیم میں فرق ڈال کر اس پاک ذات جل شانہ کو جہانی مکانی بنا دیا اور اہل سنت سے اصولاً و فروعاً مخالفت میں اصرار کیا۔ مذہبوں سے بیزار کرتے ہیں اور مذہب حنفی سے تو نہایت ہی اڑتے ہیں اور اپنی نادانی یا ہوا و نفسانی کی رو سے اس نامی گرامی مذہب کے اکثر مسائل کو مخالف قرآن و حدیث بیان کرتے ہیں باوصفیکہ چاروں طرف سے جواب باصواب پاتے ہیں مگر اپنی ضد اور ہٹ سے باز نہیں آتے ہیں۔ اپنا نام کامل بالحدیث بتاتے ہیں اور ہوائے نفس کے تابع ہو کر یقیناً آیت و حدیث کے مخالف چلے جاتے ہیں حدیثوں کی سند کا نام لے کر تعصب سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام تبادلتے ہیں اور امامان دین مجتہدین نے جن صحیح حدیثوں سے مسائل اخذ کئے ہیں ان کو موضوع اور نہایت ضعیف صرف اپنی زبان اور قلم سے بنا رہے ہیں اور خود کرنے والے کے نزدیک ان کا ایسا حال ہے جیسا کہ کتاب مستطرف کی یہ حکایت ایک اہل حدیث اور عیسائی کی ہے اس میں فرمود ہے کہ شراب پی کر ان محدث نے یوں کہا کہ اے احمق نصرانی ہم اہل حدیث تو جس سلسلہ میں سفیان ابن عیینہ و یزید بن ہارون تھے

بحث کرتے ہیں اور دلیل کرتے ہیں تو کیا میں اب ایک غلام کے اعتبار پر جس نے ایک یہودی سے سنا ہو تو میرے ایک عیسائی کی بات کا یقین کر لوں مجھے یقین نہیں ہے کہ یہ شراب ہوگی۔ لاؤ ایک اور گلاس بھر دو عرب مصنفین کا یہ قاعدہ کہ کسی حکایت کے راویوں کے سلسلہ کو اُس کے اصلی بیان کرنے والے تک پہنچانا۔ علاوہ دینی باتوں کے دنیاوی تواریخ میں مروج ہے مثلاً خلیفہ ہارون الرشید کے سوتیلے بھائی اور اسحاق مغنی میں جو بحث اور جھگڑا ہوا تھا جس کا ذکر آئندہ تحریر کیا جاوے گا۔ اس کا بیان کتاب الاغانی کے مصنف نے لکھا ہے۔ کتاب الاغانی ایک مشہور کتاب ہے جس میں شعرا و مغنیوں کا تذکرہ ہے اُس نے یہ ذکر ایک شخص محمد نامی سے سنا تھا اور محمد نے یہ ذکر اپنے باپ احمد سے اور احمد نے اپنے باپ اسمعیل سے سنا تھا اور اسمعیل نے اپنے بھائی اسحاق سے سنا تھا جس کا خود یہ ذکر ہے اس کتاب میں جس قدر حکایات ہیں وہ سب اسی طرح لکھی گئی ہیں اور اس لئے ان حکایتوں کو یہ تصور کرنا چاہیے کہ مختلف لوگوں کو یہ باتیں معلوم تھیں اور جن مختلف اشخاص کا بیان ہوتا ہے ان کا تہہ دیگر ذرائع سے بھی باسانی مل سکتا ہے۔ اس لئے ان حکایتوں کا صحیح اور واقعی ہونا صاف ظاہر اور ہوا ہے۔ یہ لوگ شاہی یا اپنے مرنی امرار کی خواہش کے موافق اپنے علم سے فیصلہ کر دینے سے خوب واقف تھے قاضی ابو یوسف کا خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے پیش ہونے اور عہدہ پر مقرر ہونے کی وجہ

کتاب الاغانی کی طرز تحریر

قاضی ابو یوسف

دقیقہ گزشتہ ہیں تو تھوڑے سے نسیان وغیرہ کی جرح سے انکی حدیث کو رد کرتے ہیں تو جس سلسلہ روایت میں نصرانی اور اُس کا غلام اور یہودی ہو اُس کا اعتبار ہم کب کر سکتے ہیں بخار میں نے ضعف اسناد کی وجہ سے اس کو ناپسند کیا ہے یہ کبھی سوا ایسے محدث تھے مستطرف ایک عربی کتاب اور عربی کی زبان میں ہے یہ کتاب مصر کے چھاپے خانے میں چھپی ہے۔ افسوس ہے کہ مسٹر پامر اسلام کے فرقوں کے اصول سے ناواقف تھے اسلئے انہوں نے سب علماء کو اہل بیٹ لکھ دیا یہاں تک کہ قاضی ابو یوسف جیسے عالم و فاضل سنت کو بھی ان ہی اہل حدیث میں سے لکھ دیا حالانکہ اہل سنت والجماعت وہ لوگ ہیں جو قرآن و حدیث و اجماع امت و فقہ اور قیاس مجتہدین کے پیرو ہیں اور اسی دین (مذہب) میں کثرت سے مسلمان ہیں اور فرقہ اہل حدیث وہ ہے جو صرف قرآن و حدیث پر صرف اپنے اجتہاد سے عمل کرتے ہیں۔ قاضی ابو یوسف صاحب اور دیگر تمام علماء و فضلاء اہل سنت والجماعت تھے اہل حدیث نہ تھے مسٹر پامر نے ناواقفی سے سب کو اہل حدیث لکھ دیا ہے یہ بات درست نہیں ہے ۲۲ مصلح مترجم حاشیہ متعلق صفحہ ہذا) لے سیرۃ النعمان میں مرقوم ہے کہ قاضی ابو یوسف امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید ہیں ۱۳۳ھ ہجری یا ۱۳۳ھ ہجری میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے تکمیل علوم کے بعد ۱۶۶ھ ہجری میں خلیفہ مہدی کے زمانہ میں قاضی مقرر ہوئے لیکن ہارون الرشید کے زمانہ میں تمام ممالک اسلامیہ کے قاضی القضاة مقرر ہوئے قاضی صاحب متعدد علوم میں کمال رکھتے تھے ابن خلکان نے لکھا ہے کہ قاضی ابو یوسف تفسیر مغازی اور ایام العرب کے حافظ تھے اور فقہ ان کا ادنیٰ سا علم تھا۔ علاوہ امام ابو حنیفہ کے اور بہت سے ائمہ وقت کی خدمت میں قاضی صاحب نے علم کی تحصیل کی۔ اعمش۔ ہشام بن عروہ۔ سلیمان بنی۔ ابو اسحاق شیبانی۔ یحییٰ ابن سعید انصاری وغیرہ سے حدیثیں روایت کیں محمد بن اسحاق سے مغازی و سیرتھی۔ محمد بن ابی لیلیٰ سے فقہ کے مسائل سیکھے خدانے ذہن اور حافظہ ایسا قوی دیا تھا کہ ایک ہی زمانہ میں ان تمام علوم کی تحصیل کرتے تھے۔ جمہرات کے دن ظہر کے وقت ربیع الاول کی پانچویں تاریخ ۱۳۳ھ ہجری میں وفات پائی اور مرتے وقت زبان ربیع الفاطمہ تھی۔ اسے خدا تو جانتا ہے کہ میں نے کوئی فیصلہ عدا خلاف واقعہ نہیں کیا میری ہمیشہ کوشش رہی کہ جو فیصلہ ہو تیری کتاب اور پیغمبر کے طریقہ کے موافق ہو قاضی صاحب (بقیہ لہو آیتدہ)

ان کی خوش اخلاقی ہے دربار کے ایک افسر نے ایک بار دروغ حلفی کی۔ ابو یوسف نے ایک فتویٰ سے جو بالکل مطابق شریعت تھا اس کو بے قصور ثابت کر کے رہا کر دیا تھا۔ اس افسر نے ایک دن خلیفہ کو کسی مسئلہ میں حیران پانے اس فاضل شیخ کی خلیفہ سے سفارش کی اور کہا ابو یوسف جھوٹ اور سچ کی تمیز میں اور فتویٰ دینے میں مثل ایک غلطی نہ کرنے والے طبیب کے ہیں یہ سن کر خلیفہ نے ابو یوسف کو بلوایا۔ جب شیہا ہی محلوں کی دو طرفہ قطاروں کے بیچ میں سے جا رہے تھے قاضی ابو یوسف نے ایک محل کی کھڑکی میں ایک خوبصورت جوان کو دیکھا جس نے ان کو دیکھتے ہی اپنی مصیبت کا حال اشاروں سے ان سے کہا اور ان کی مدد کا خواہاں ہوا جب ابو یوسف خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوئے خلیفہ نے ان سے فوراً یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی امام یا مذہبی پیشوا خود اپنی آنکھ سے کسی شخص کو ایسا جرم کرتے ہوئے دیکھ کر گرفتار کرے کہ اس جرم کے لئے شریعت میں سزائے تازیانہ مقرر ہو تو کیا امام پر اس شخص کو سزا دینا لازمی ہے، قاضی ابو یوسف نے اپنی ہشیاری سے خیال کیا کہ جس جوان کو میں نے محل کی کھڑکی میں بیٹھا دیکھا تھا وہ ضرور خلیفہ کا رشتہ دار ہوگا اور یہ فتویٰ شاید اسی کی بابت دریافت کیا ہے۔ ابو یوسف نے فوراً اس مسئلہ کا جواب دیا کہ نہیں،

یہ فتویٰ سن کر ہارون الرشید سجدہ میں گیا اور اللہ تعالیٰ کا بے نہایت شکر ادا کیا پھر قاضی ابو یوسف سے پوچھا کہ تمہارے اس فیصلہ کی کیا دلیل ہے۔ قاضی صاحب نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے

رہیقہ صفحہ گذشتہ (۱۷) دو لہندہ تھے چنانچہ وقت انتقال کے وصیت کی کہ چار لاکھ روپیہ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ کوفہ اور بغداد کے محتاجوں کو دیے جائیں۔ قاضی صاحب پہلے شخص ہیں جس نے علماء کے لئے ایک خاص لباس تجویز کیا جو آج تک برتا جاتا ہے ورنہ اس سے پہلے تمام لوگوں کا ایک لباس تھا تصنیفات میں کتاب الخراج مشہور ہے جیسا کہ مسٹر پام نے انکو زمرہ المحدثین لکھا ہے یہ المحدثین تھے بلکہ سنت والجماعت تھے مسٹر پام کی تحریریں نفیس بہت ہوتی ہیں چنانچہ انہیں قاضی صاحب کے بیان عنوان میں تو لکھ دیا ہے کہ بادشاہ یا امراء کی خواہشوں کے موافق فتویٰ دیتے تھے اور آگے جا کے بیان کرتے ہیں کہ یہ فتویٰ انہوں نے بالکل مطابق شریعت دیا مضافاً جمع کتب ہو سکتی ہیں۔ ہاں یہ نثر تصنیف جو یورپ میں مورخین میں مذہبی امور میں خصوصاً بہت پایا جاتا ہے قاضی صاحب کی تاریخ زندگی میں جو چیز سب سے زیادہ قابل قدر ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے فرائض اس جرات اور آزادی سے ادا کرتے تھے جس کی مثال ایشیائی سلطنتوں میں بہت کم مل سکتی ہے۔ کتاب الخراج آپ کی مشہور تصنیف ہے۔

ہارون الرشید نے خراج اور جزیہ کے متعلق قاضی صاحب کے یادداشتیں طلب کی تھیں۔ قاضی صاحب نے اس کے جواب میں چند تحریریں بھیجیں اگرچہ اس میں اور بہت سے مضامین ہیں لیکن زیادہ تر خراج کے مسائل ہیں اس لئے اس کو اس زمانہ کا قانون الملذاری کہہ سکتے ہیں اس میں بعض موقع پر تمثیلاً ہارون الرشید کو انصاف اور حکمرانی کے طریقہ کی بابت آزادانہ بہت سخت الفاظ میں مخاطب کیا ہے قاضی صاحب کے سوا کس کی جرات تھی کہ ہارون الرشید کی نسبت ایسا لکھتا تعجب ہے کہ ایسا آزاد اور پاکیزہ نفس شخص بھی دشمنوں کے حملہ سے نہیں بچا۔ قاضی صاحب کے مخالفین نے ان کو خوشامدی اور زمانہ ساز کہا ہے اور اس مضمون کی چند روایتیں بھی کھڑکی ہیں۔

بعض مورخین جن کو رطب وایسے کچھ بحث نہیں ان پر وہ روایتوں کو نقل کرتے ہیں جو کوتاہ مینوں کے لئے بس است کا کام دیتی ہیں اس قسم کی بعض حکایتیں تاریخ الخلفاء میں منقول ہیں مگر یہ ظاہر ہے کہ کتاب الخراج کے مقابلے میں ان روایتوں کا کس قدر اعتبار ہو سکتا ہے۔

کہ شبہ کسی کو سزا نہ دی جائے۔ ہارون الرشید نے جواب دیا کہ جب کسی شخص نے خود اپنی آنکھ سے دیکھ لیا ہو تو پھر شبہ کہاں رہا۔ ابو یوسف نے کہا کہ نسبت جاننے کے دیکھنا بہتر نہیں ہے اور نیز کسی جرم سے آگاہی ہونا بھی سزا دینے کیلئے کافی نہیں ہو سکتی تا وقتیکہ شاید اسکی بابت گواہی نہ دیں ایسا ہی شریعت میں حکم ہے۔ علاوہ ازیں کسی شخص کو اپنے آپ خود بغیر گواہ فیصلہ کرنا کب اختیار حال ہی خلیفہ کو ان مسئلوں کے سننے سے تسکین ہوگئی پھر ہارون الرشید اور اسکے بیٹے دونوں نے دوہی جوان آدمی جو محل میں قید تھا اور جسکو راستہ میں قاضی ابو یوسف نے دیکھا تھا وہ جوان خلیفہ ہارون الرشید کا بیٹا تھا، بڑی بڑی رقمیں زر نقد کی قاضی ابو یوسف کو بطور انعام دیں کیونکہ انہوں نے مسئلوں کا مفہوم اور مطلب مثل نذمیوں کی گفتگو کے بہت ہی اچھی طرح ہشیاری اور دانائی سے خلیفہ کو سمجھایا۔

ایک اور موقع پر عمار نے ہارون الرشید کی بابت یہ فتویٰ دیدیا کہ خلیفہ بیشک جنت میں داخل ہوگا کیونکہ ہارون الرشید اپنے ایام جوانی میں ایک بار باوجود قدرت اور قادر ہونیکے اپنی ہوا و حرص نفسانی کے فریب میں آنے سے محترز رہا تھا اس سے ہارون الرشید کو بے انتہا خوشی اور خرمی تھی اور اسی طرح قرآن شریف میں آیا ہے "لیکن وہ لوگ جو اپنے مالک اللہ تعالیٰ کے انتقام سے ڈرتے ہیں اور اپنی ارواح کو ہوا و حرص شہوانی سے بچاتے ہیں اور روکتے ہیں درحقیقت جنت انہیں لوگوں کے رہنے کے لئے ہے۔"

خلیفہ ہارون  
کے جنتی ہونے  
کی فتویٰ

عیسیٰ ابن جعفر  
اور اس کی  
کنیز

قاضی ابو یوسف ہمیشہ نیک نام رہے اور خلیفہ کو اپنے علم دینی سے بہت مدد دیتے رہے ایک دن ہارون الرشید نے ان کو بلوا کر اپنے اور اپنے ایک رشتہ دار مسیحی عیسیٰ ابن جعفر کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے حکم فرما دیا۔ عیسیٰ ابن جعفر کے پاس ایک کنیز تھی وہ خلیفہ کو پسند آگئی۔ اسلئے ہارون الرشید نے بطور تحفہ ہدیہ کے اس کو لینا چاہا۔ عیسیٰ نے کنیز کے دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر خلیفہ نے یہ قسم کھالی کہ اگر عیسیٰ کنیز نہ دیکھا تو اس کو قتل کر دوں گا اس وقت پچا رہے عیسیٰ نے خلیفہ سے انکار کرنا کی شرح اور توجیہ

لے اس لئے ہارون الرشید کی دینداری۔ پابندی مذہب اور انصاف اور عدالت عامہ کی اور کیا دلیل ہوگی کہ جرم کے شبہ میں اپنے عزیز بیٹے کو بھی فوراً قید کر دیا۔ اور بیشک اگر علماء مذہب اس کی سزا کے وجوب کا فتویٰ دے دیتے تو وہ ضرور اس کو سزا بھی دیتا کیونکہ قید اس لئے کیا ہی تھا اور اس امر کی صرف دو نظیریں مل سکتی ہیں۔ ایک تو اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو سزا شرعی دی تھی اور ایک نوشیروان شہنشاہ ایران کی بابت بھی ایسی ہی حکایت مشہور ہے پھر بعض ناواقف مورخین تعصب یا جہل سے اگر یہ لکھیں کہ وہ مذہبی احکام کا پابند نہیں تھا تو ان کا بیان کسی طرح بھی قابل سزا اور لائق وقعت نہیں ہو سکتا اسکے علاوہ اور بیسیوں شہادتیں اس کی پابندی مذہب اور عدالت کے بارہ میں موجود ہیں ۱۲ از مصباح مترجم۔

مفصل بیان کی کہ میں نے خلیفہ کو یہ اقرار تحریر کر دیا ہے کہ اگر میں کبھی اس کنیز کو اپنے سے علیحدہ کروں یا فروخت کروں تو اسی وقت میری بیوی پر طلاق ہو جائے اور میرے سب غلام آزاد ہوں اور جو کچھ میری جائداد ہے وہ محتاج اور سائلین کیلئے وقف ہو جائے اسی وجہ سے میں نے کنیز کے دینے سے انکار کیا۔ خلیفہ نے اس امر کا فیصلہ کرنے کے لئے قاضی ابو یوسف کو بلوایا اور یہ سب معاملہ ان سے کہا انہوں نے ذرا سوچ کر عیسیٰ کو یہ صلاح دی کہ تو نصف کنیز کو خلیفہ کو بطور تحفہ کے دیدے اور دوسرے نصف کو خلیفہ خرید فرمائے تاکہ اس کی قسم اتر جائے چنانچہ اسی طور سے یہ معاملہ با حسن جوہ ختم ہوا اسی طرح ایک دفعہ جعفر برکی اور خلیفہ کے درمیان فیصلہ کرنے کیلئے یہی ابو یوسف حکم مقرر ہوئے تھے ایک رات جعفر برکی اور ہارون الرشید دونوں نے نیند کا جلسہ قرار دیا تھا خلیفہ نے جعفر سے کہا کہ میں نے تم سے ایک کنیز خریدی ہے جسے خریدنے کا میں مدت شائق تھا تم اس کنیز کو میرا تحفہ فروخت کر دو جعفر نے کہا میں تو اس کو بیع نہیں کر سکتا خلیفہ نے کہا اگر بیچتے نہیں تو مجھے ویسے ہی دیدو جعفر نے کہا کہ میں اس کو ہارتیہ بھی نہیں دے سکتا یہ سن کر ہارون الرشید غصہ میں چلا اٹھا کہ اگر تم اس کنیز کو میرا تحفہ بیع کرو نہ ہارتیہ دو تو زیبا یہ طلاق بائن ہے یہ الفاظ بمشکل منہ سے نکلے ہی ہوئے کہ ان کے مطلب پر جعفر اور خلیفہ آگاہ ہوئے اور دونوں خاموش ہو گئے۔ پھر خلیفہ نے کہا کہ یہ ایک ایسا معاملہ آٹرا ہے جسکو سوائے قاضی ابو یوسف کے اور کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ قاضی صاحب کو فوراً بلوایا گیا۔ قاضی صاحب یہ سمجھ کر کہ خلیفہ نے مجھ کو اس وقت آدھی رات کو جو بلوایا ہے تو بیشک کوئی بہت ضروری معاملہ رجوع ہوگا اس لئے وہ جلدی سے اٹھے اور اپنے نچر پر سوار ہوئے اور سائیس سے کہا کہ تو بڑھ میں دانہ ڈال کر اس کو لیتا چل وہاں مجھے بہت دیر لگے گی اور تو اس عرصہ میں نچر کو دانہ کھلا دینا۔ جب قاضی صاحب ہاں پہنچے تو خلیفہ ہارون الرشید تعظیم کیلئے کھڑا ہو گیا اور ان کا استقبال کر کے ادب اپنے برابر مندر بٹھالیا اور پھر وہی گفتگو دہرائی جو اس میں اور جعفر میں ہوئی تھی قاضی صاحب نے یہ سن کر اول تو وہی ترکیب بتلائی جس کا ذکر اوپر کی حکایت میں گذرا ہے لیکن ہارون الرشید کو اس بات سے تسکین نہیں ہوئی چونکہ خلیفہ اس کنیز کو فوراً اپنے قبضہ میں بغیر اپنی قسموں کے گزارہ کے پورا کئے لینا چاہتا تھا ابو یوسف نے کہا کہ اس سے زیادہ کوئی آسان حجت شرعی نہیں ہو سکتی کہ اس کنیز کا اپنے غلاموں میں سے ایک کے ساتھ اس کا نکاح کر دو اور پھر وہ غلام بعد نکاح اس کو طلاق دیدے وہ کنیز آپ پر جائز ہو سکتی ہے

جعفر برکی  
اور اسکی کنیز



خليفة نے ایک غلام کو بلا کر اس کینیز کا اس سے وہیں اور اسی وقت نکاح کر دیا اور پھر اس غلام کو حکم دیا کہ تو اس کینیز کو طلاق دیدے مگر اس غلام نے طلاق لینے سے بالکل انکار کر دیا تو اس کو لایج بھی بہت دیا گیا مگر وہ راضی نہیں ہوا اس بائیکاٹ خلیفہ کو نہایت درجہ غصہ اور طیش آیا۔ قاضی صاحب اب اور زیادہ مشکل مسئلہ کی فکر میں ہوئے اور پھر انہوں نے یہ صلاح دی کہ اس کینیز کو خاوند کو بطور غلام کے اسی کینیز کو دیدیا جائے جب ان کی اس حکم کی تعمیل ہوگئی تو قاضی صاحب نے پھر یہ فتویٰ دیا کہ اس کینیز کا نکاح اس غلام سے جو ہوا تھا وہ اب منسوخ ہو گیا اس لئے کہ یہ غلام اب اس کینیز کی ملکیت میں آ گیا ہے۔ خلیفہ اور حضرت قاضی صاحب کی اس ہشیاری اور آگاہی علوم سے اس قدر خوش ہوئے کہ جب قاضی صاحب رخصت ہو کر گھر جانے لگے تو ان کے خچر کے توڑے کو دونوں نے سونے دیا۔

اس واقعہ پر عربی مورخ نے جو تشریح اپنی جانب سے لکھی ہے وہ یہ ہے کہ "اے فاضل ناظرین! اس واقعہ سے کئی عمدہ نتیجے حاصل ہوتے ہیں۔ اول تو یہ کہ حضرت خلیفہ ہارون الرشید کو راضی کرنا چاہتا ہے دوسرے اس حکایت سے ہارون الرشید کی نرم دلی اور رحم دلی اور انصاف اور معایت کا حال معلوم ہوتا ہے تیسرے قاضی ابو یوسف صاحب کے فضائل کمال اور تبحر علوم کا احوال ظاہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ان سب کی ارواح پر بظہیر اپنے حبیب پاک کے رحمت فرمائے لیکن قسم کے کفائے کا جو سوال ہے اس کو ہمارا خاص فرقہ مشکل سے یا باکراہ منظور اور جائز رکھتا ہے اور قاضی ابو یوسف صاحب نے تو اس مسئلہ کا استخراج اپنے فرقہ کی شریعت کے عین مطابق کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس سے

دعا متعلق صفحہ ۱۵۳) لے بعض خاص حالتوں میں جبکہ مرد اور عورت کا باہم نکاح ہونا شرعاً ممنوع ہو جائے مثلاً اگر کسی خاوند نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق دیدی اور وہ شخص اس عورت کا پھر نکاح کرنا چاہتے تو یہ شرعی ممانعت اسی طور سے رفع ہو سکتی ہے کہ وہ عورت اول کسی دیگر شخص سے نکاح کے اور بعد ازاں اس شخص سے طلاق کیو تب اول خاوند سے نکاح جائز ہے صرف الفاظ طلاق خاوند کے طلاق واقع ہو جانے کیلئے کافی ہیں یہ نوٹ خود مفسر باہر کا لکھا ہے (دعا متعلق صفحہ ۱۵۳) لے قاضی ابو یوسف صاحب سنت و الجماعت کے چار فرقوں میں حنفی المذہب اور یہ عربی مورخ باقیمازہ سنت و الجماعت کے تین فرقوں یعنی شافعی، حنبلی، یا مالکی میں سے کسی فرقہ میں ہوئے کتاب در مختار میں جو فائیت درجہ کی باعتبار بلکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض و برکت ہمارے ہے مرقوم ہے کہ حنفی المذہب میں ہونیکے شکر یہ ہم خاکساروں بے وقاروں کے کہاں ادا ہو سکتے ہیں جب حضرت امام یوسف قاضی المشرف والمغرب جیسے اولیاء عظام یوں فرمائے۔

حسبی من الخیرات ما اعدتہ یوم القیامۃ فی رضی الرحمن

دین النبوی محمد خیر الوری

ثو اعتقادى مذهب النعمان

یعنی قیامت کے دن باری تعالیٰ کے خوش کرنے کے لئے مجھ کو یہ دونیک کام کافی ہیں ایک تو دین السلام دوسرا مذہب امام ہمام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب مصنف در مختار فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف اس طرح کیوں نہ فرماتے؟ ایسا عارف کامل کب کوئی ہوا ہے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے چین جے اور چالیس برس تک شب بیدار رہ کر عشار کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی اور بیس سال تک علی الاطلاق سوائے عیدین و ایام کثرت کے روزہ دار رہے اور تمام عمر محنت شاقہ کر کے تدوین فقہ (بقیہ صفحہ آئینارہ)

بہتر جاننے والا ہے کہ کونسی بات راستی پر ہے۔

ذیل کی حکایات سے کچھ وہ احوال معلوم ہوتا ہے جس طرح سے خلیفہ ہارون الرشید صوبی  
پر عامل یا گورنر مقرر کر کے بھیجا کرتا تھا۔

عالموں اور  
گورنروں کی  
تقرری کا  
طریقہ

اسمعیل بن صالح جو عبد الملک کا بھائی تھا جن کا ذکر اس سے پیشتر کتاب ہذا میں لکھا جا چکا ہے  
کہ خلیفہ ان سے ناراض ہو گیا تھا۔ ایک دن ہارون الرشید نے ملاقات کے لئے اپنے پاس بلوایا  
اسمعیل نے اپنے بھائی عبد الملک سے یہ اقرار کر لیا تھا کہ تمہارے قہار کے زمانے میں تمہارے پاس سے میں  
کہیں نہیں جاؤں گا، لیکن فضل وزیر اعظم کی ترغیب سے جس نے اسمعیل سے کہا کہ تم عبد الملک سے یہ بیان  
کئے اجازت لیلو کہ خلیفہ کی طبیعت ناساز ہے اس لئے میں اس کی عیادت کو جاتا ہوں۔ اسمعیل  
خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور روانہ ہوا لیکن اس کے روانہ ہونے سے پیشتر عبد الملک نے اسمعیل  
سے کہا کہ وہ لوگ تم کو شراب پلانا اور تم سے راگ سنا چاہتے ہیں پس اگر تم وہاں جا کر یہ کام کرو گے تو پھر  
میں تم کو اپنا بھائی نہیں سمجھوں گا جب اسمعیل خلیفہ کے سامنے حاضر ہوا تو خلیفہ نے بڑی ہی مہربانی سے اس کا  
استقبال کیا اور اپنے ہمراہ کھانا کھلایا۔ بعد کھانا کھلانے کے معالج شاہی جبریل بن خنیشوع عیسائی خلیفہ کو

دلقیہ صفحہ گزشتہ اور علم دین اسلام کو درجہ کمال پہنچایا اور اخیر حج میں بیت اللہ شریف کے مجاوروں سے اجازت لیکر اندر داخل ہوئے اور  
دونوں ستونوں کے درمیان کھڑے ہو کر دو گانہ نفل ادا کیا اور دونوں رکعتوں میں پندرہ پندرہ سیارے پڑھ کر قرآن مجید ختم کیا پھر فلاح ہو کر  
زاری کر کے مناجات کی کہ اے الہی ماعبدک ہذا العبد الضعیف حق عبادتک لکن عرفاک حق معرفتک یعنی خداوند اس عاجز بندے نے تیری بنا کی  
کا حق ہرگز ادا نہیں کیا مگر تیرے ایمان اور معرفت میں جہان تک کہ مخلوقات کا امکان ہو حق معرفت کا ادا کیا ہے پس عبادتک نقصان کو معرفتک کمال کی برج  
بخشیدے تو بیت اللہ شریف کے اندر سے آواز غیبی آئی کہ ای ابو حنیفہ تو معرفت میں کامل ہو اور ہماری عبادت ہی تو نے اچھی کی وقد غفرنا لک و لمن  
اتبک ممن کان علی مذہبک الی یوم القیمۃ - یعنی یہ ہے کہ ہم نے تم کو اور تیرے تابعداروں کو جو قیامت تک عبادت اور معرفت  
اور مجتہدات شرعیہ میں تیرے پیروں میں سب کو بخشا مراد یہ ہے کہ مسائل اسلام میں یعنی نیز طلال و حرام و اذکار و خض و واجب و سنت و مباحات  
وغیرہ اعمان صالح کا آپ کی تحقیق کے موافق عامل ہوا ہے نہیں کہ صرف نام کے حنفی ہونے سے ہستی ہو سکے اور قطب الاقطاب حضرت شیخ ذوالدین عطار  
رحمۃ اللہ تعالیٰ نکرۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ ان چار عیش و ملت آل شیعہ و دولت آن نعمان ثابت حقائق آل عمال جو ہر معانی و دقائق  
آن عارف عالم صوفی نام جہاں ابو حنیفہ کو فی رضی اللہ عنہ صفت کیسے ہم زبا نہا ستودہ باشد وہم بہتہا مقبول کہ تواند گفتن ریاضت و  
مجاہدہ او و خلوت و مشاہدہ او نہایت رانداشت و در اصول طریقت و فروع شریعت درہر رفیع و نظریے ناقد داشت مبارکجاہ و  
مشائخ را دید و با امام صادق رضی اللہ عنہ صحبت داشت و استاد فضیل و ابراہیم ادہم و بشر حافی و داؤد طائی و غیر ہم رحمۃ اللہ علیہم بود  
و بسرے بعضہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم اجمعین رفت و گفت السلام علیک یا سید المرسلین جواب  
آئدہ علیک السلام یا امام المسلمین اتہی بسی شہادتوں سے جب ثابت ہوا کہ غفار الذنوب کے فضل سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بے مقلد  
اور پیرو مشہور الا نام ہیں اور امام صاحب سر و قائم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سے مسلمانوں کے مشوا اور امام ہیں تو ہم حنفی السنۃ و جماعت  
انکے اتباع پر غر کیوں کریں اور اس تقلید کو ذریعہ نجات کیوں نہ جانیں ہنیا للارباب النعمین نعمتہم ۱۲ مترجم

تھوڑی سی شراب پینے کی صلاح دی خلیفہ نے کہا خارا کی قسم! جب تک اسمعیل میرے ساتھ نہیں گئے گا میں بھی ہرگز نہیں پونگا اسمعیل نے عرض کیا امیر المؤمنین میں نے اس قسم کی باتوں کو بے کرلی ہے لیکن خلیفہ نے یہ انکار قبول نہیں کیا اس پر دونوں نے تین تین گلاس شراب کے پئے۔ بعد ازاں ایک پردہ جو سامنے پڑا تھا وہ اٹھ گیا اور کنیزوں نے آکر ناچنا اور گانا شروع کیا اور فوراً بزم عیش و طرب بہیا ہو گئی۔ اسمعیل کو نہایت سرور ہوا۔ ہارون الرشید کے ہاتھ میں جو اہرات بیش بہا کی ایک تسبیح تھی خلیفہ نے ایک کنیز سے بانسری لیکر اور وہی بیش بہا تسبیح اس پر لپیٹ کر اسمعیل کی گودی میں پھینک دی اور اسمعیل سے کہا کہ کچھ اشعار اس میں پڑھاؤ اور جو اہرات بے بہا کی جو یہ تسبیح اس سے اپنی توبہ کا کفارہ کر دینا اسمعیل نے کچھ شعر سنائے جن کا مطلب حسب ذیل ہے میں نے اپنے ہاتھوں کو گناہ کرنا کبھی نہیں سکھایا اور میرے پیر مجھ کو گناہ کی جانب کبھی نہیں لگئے نہ آنکھ یا کان سے کسی گناہ کا خیال میری دماغ میں کبھی آیا اور اب میں اپنی تقدیر پر روتا ہوں گو مجھ سے پہلے بہت لوگوں کی ایسی تقدیر ہو چکی ہے۔ ہارون الرشید ان اشعار کے سننے سے بہت خوش ہوا اور اسی وقت ایک نیزہ منگوا کر اس پر مصر کا پھر پرا دھنڈا یا نشان لگا دیا اور وہ نیزہ اسی وقت اور وہیں اسمعیل کو دیدیا خلیفہ کے اس طرح نیزہ و نشان کے دینے سے گورنر مقرر ہو جاتے تھے خلیفہ کو جس ملک کا عامل یا گورنر مقرر کرنا مقصود ہوتا اسی ملک نشان نیزہ پر چسپاں کرایا جاتا چنانچہ اسمعیل کو مصر کا گورنر مقرر فرما دیا۔ اسمعیل کا بیان ہے کہ میں نے مصر میں دو سال تک بڑے ہی عدل اور انصاف اور رعایا پروری سے حکومت کی اور بہت اچھا انتظام کیا اور پھر میں وہاں سے چلا آیا۔ اس وقت میرے پاس میرے ذاتی پانچ لاکھ دینار (دو لاکھ چاس ہزار پونڈ) موجود تھے۔

ابراہیم الموصلی بیان کرتا ہے کہ میں ایک دن سیر کے لئے نکلا میں ایک جلسہ میں نوشی میں شریک ہوا تھا اس کی وجہ سے جو سستی ہو گئی تھی تو میں نے خیال کیا کہ جو میں پھر نیسے سستی

۱۔ ابراہیم الموصلی فن موسیقی کا مشہور استاد تھا خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں اپنی خدمت پر دس ہزار درہم (دو ہزار پانسو روپے) ماہوار کا نوکر تھا۔ البراکہ میں کتاب عقد الفریجات معینین کے حوالہ سے تحریر ہے کہ ابن جامع بھی زلزلہ عمر بن یاسین سے غزال علویہ کے ہمعصر تھے لیکن جو لطف اسکے گانے میں تھا دوسروں میں نہ تھا ہارون الرشید نے ایک دن برصومات سے سوال کیا کہ ابراہیم کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے اس نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین! وہ ایسا باغ ہے جس میں ہر قسم کے پھول اور پھل ہیں۔ ابراہیم بہت راگنیوں کا موجد ہے اور اسحق موصلی اسی ابراہیم کا بیٹا ہے ۱۲ از مصباح مترجم

اسمعیل بن صالح  
کا عامل مصر مقرر  
ہونا

جاتی رہی۔ جب میں سیر کو چلا گیا ایک ایک مکان میں سے کچھ خوشبو اور بھنگار کھانا کپنے کی آئی جس سے مجھے بے اختیار فوراً بھوک لگ آئی میں نے اپنے فلام سے کہا کہ فرادیکھنا کون سا مکان میں یہ خوشبو آرہی ہے جب مکان معلوم ہو گیا تو میں وہاں گیا اور دروازے کی کٹڑی کھٹکھٹائی ایک کنیز دروازہ کھولنے آئی میں نے اس سے کہا کہ تمہارے ہاں جو کھانا پک رہا ہے اس میں مجھے بھی شریک کرو مجھے بھوک لگ رہی ہے یہ سن کر وہ کنیز اپنی مالکہ کے پاس اندر گئی اور اس کی اجازت حاصل کر کے ہم کو اندر لے گئی ہم کو ایک جگہ بٹھلا کر اس نے ایک دیگی میں سے کچھ نمک چکھا اور پھر اس سے کھانا ایک قاب میں اتارا اور ہم دونوں کے لئے آگے رکھ دیا۔ ابراہیم کو یہ کھانا بہت ہی عمدہ اور ذائقہ دار معلوم ہوا۔ اس نے خوب دل کھول کے کھایا اور بعد فراغت اجازت لیکر روانہ ہو گیا تھا کہ مالکہ مکان نے یہ کہہ لایا بھیجا کہ میرے خاوند کے اس وقت یہاں نہ موجود ہو گیا افسوس ہے اگر وہ اس وقت یہاں ہوتا تو مجھے امید تھی کہ وہ آپ کو اور زیادہ عرصہ تک یہاں رکھنے سے خوش ہوتا اور آپ کے ساتھ ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہوتا۔ ابراہیم روانہ ہو گیا اور اس کو دروازہ پر ایک خچر پر سوار ملا۔ یہ مالک مکان تھا۔ اس نے اپنی کنیز سے تمام احوال سن کر اور خچر پر سوار ہو کر ابراہیم کو تلاش کرنا شروع کیا اور اس سے ملاقات کر کے بڑے اصرار سے اس کو اپنے مکان پر پھر لایا اور ایک بڑے آراستہ کمرے میں لیجا کر بٹھایا اور اپنے مہمان کے روبرو نہایت عمدہ عمدہ میوہ جات پھل اور مٹھائی وغیرہ اور عمدہ شراب رکھی اور شام تک اس کو اپنے گھر میں مہمان رکھا دوسرے دن ابراہیم کے پاس اطلاع پہنچی کہ خلیفہ نے کل تم کو کئی بار بلوایا۔ یہ سن کر ابراہیم اپنے میزبان سے رخصت ہو کر فوراً خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اپنا تمام حال کل سیر اور کھانے وغیرہ کا بیان کر کے خلیفہ سے کل کی غیر حاضری کی بابت عذر و معذرت کرتا رہا اور اپنے میزبان کے گھر کے کھانے کی خلیفہ سے بڑی ہی تعریف کی خلیفہ یہ حال سن کر بہت خوش ہوا۔ ابراہیم سے پوچھا کہ آیا تمہارے میزبان نے تم سے تمہارا نام نہیں پوچھا؟ ابراہیم نے عرض کیا کہ نہیں پوچھا نام پوچھنے کی اس وقت فرصت ہی نہیں ہوئی۔ ادھر ادھر کی باتوں میں وقت گزر گیا ابراہیم سے اس قدر بے انتہا تعریف سن کر بارون الرشید کو بھی اس اسٹو کے کھانے کی تمنا ہوئی۔ ابراہیم سے کہا کہ اگر تمہارا میزبان میرے اور تمہارے دونوں کے نام و نشان پوچھے بغیر ہماری دعوت کری تو میں بھی وہاں چلا چلوں۔ اس بات کا دوسری رات کو باستانی انتظام ہو گیا ابراہیم نے اپنے

ابراہیم الموصلی  
اور اسٹو والا

"جان نہ پہچان" میزبان سے یہ کہا کہ میرا ایک دوست بہت مقروض ہے اور آپ سے ملاقات کرنے کا وہ بہت مشتاق ہے مگر اس خوف سے کہ اُسکے قرضخواہ اُس کو دیکھ کر گھیر نہ لیں اس وجہ سے دن میں آپ کے پاس نہیں آسکتا میں اور وہ آگے پاس آج رات کو آویں گے جب رات ہوئی تو ابراہیم اور خلیفہ دونوں خچروں پر سوار ہو کر اس شخص کے مکان پر پہنچے اس نے ان کا نہایت تواضع اور خاطر داری سے استقبال کر کے ایک کمرہ میں لیجا کے بٹھایا اور ان کے آگے کھانا چننا۔ خلیفہ نے کہا کہ میں نے اپنی تمام عمر میں ایسا مزلا کھانا کبھی نہیں کھایا اور جو کچھ خلیفہ نے وہاں دیکھا اور سنا اُس سے بڑا ہی خوش ہوا پھر اپنے میزبان سے پوچھا کہ تمہارے گذراؤ وقت کی کیا صورت ہے؟ میزبان نے جواب دیا کہ جب میرے باپ کا انتقال ہوا تو میرے ورثہ میں ایک بڑی جائداد آئی۔ اُس جائداد کا ایک بڑا حصہ تو میں نے فضولیات اور لہو و لعب میں اڑایا اور برباد کیا پھر میں نے اپنا خرچ کم کر دیا اور اب اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ میری گزارانہ مزے سے ہوتی ہے۔ خدا کے فضل سے مجھے اب کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی ہے بعد ازاں شراب کی خوشبوؤں اور کینڑوں کے راگ گانے سے خلیفہ کو اس درجہ سرور حاصل ہوا کہ خلیفہ نے ابراہیم سے کان میں کہا کہ "اس میزبان کو علیحدہ لیجا کر یہ بتلا دے کہ میں خلیفہ ہارون الرشید ہوں" یہ سن کر ابراہیم نے میزبان سے علیحدگی میں کہا کہ تم جانتے ہو تمہارا یہ مہمان کون شخص ہے؟ میزبان نے کہا میں نہیں جانتا۔ ابراہیم نے کہا آگاہ ہو کہ یہ امیر المؤمنین ہیں۔ میزبان یہ سن کر اس قدر ہنسا کہ ہنستے ہنستے لوٹ گیا اور کہتا رہا کہ آہ۔ یہ کیا عجیب بات ہے۔ اے نادان آہ سن کر خلیفہ بھی ہنسنے لگا پھر میزبان نے اپنی بیوی کو پکار کر بلا یا اور کہا کہ تم نے ہمارے مہمانوں کو دیکھا؟ یہ شراب پی کر مدہوش ہیں۔ اور میرے شکرے میں ہنسی مذاق کی باتیں کر کے میرا دل خوش کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہتا ہے کہ میں امیر المؤمنین ہوں یہ کہہ کر ایک گلاس مذاق ادب کے انداز سے ہارون الرشید کی جانب بٹھایا اور کہا کہ امیر المؤمنین! یہ نوش جان فرمائیے اس انداز پر ہارون رشید کو اور بھی ہنسی آئی۔ ابراہیم نے کہا کہ یہ تو درحقیقت اصلی امیر المؤمنین ہیں۔ میزبان نے ابراہیم سے یہ لفظ سن کر کہا کہ خدا۔ اپنا یہ لٹہ کا مذاق معاف رکھئے تم نے تو ابھی دو پی گلاس پیئے ہیں اور اتنے ہی لٹہ میں اُس شخص کو امیر المؤمنین بنا دیا ہے شاید ایک اور نصف گھنٹے میں تم اس شخص کو کہیں پیغمبری

نہ بنا دو۔ رات یوں ہی ہنسی میں گزری جب صبح ہونے لگی تو یہ دونوں بہان اپنے میزبان سے رخصت ہونے لگے۔ ابراہیم نے اپنے میزبان کو اپنے بیان کی سچائی کا یقین کرانے میں چونکہ ناکامیاب رہا تھا اسی وجہ سے اُس نے اپنے میزبان سے وقت رخصت یہ کہا کہ صبح کو تم اپنے ہمسایوں سے خلیفہ ہارون الرشید اور ابراہیم الموصلی کی شکل و شبہت کا حال دریافت کرنا اور چلتے ہوئے میزبان کا نام دریافت کیا تو اُس نے جواب دیا کہ میرا نام اسٹو والا ہے۔ صبح کو میزبان کے ہمسایوں نے اُس سے پوچھا کہ رات کو تمہارے ہاں کیا فعل اور شور مچ رہا تھا اور وہ تمہارے دونوں بہان کون تھے جب میزبان رات کی بزم طرب کا سب حال بیان کر چکا تو ایک ہمسایہ نے اُس سے دریافت کیا کہ یہ تو بتلاؤ تمہارے بہانوں کی کیا شکل و شبہت تھی۔ اور جب میزبان نے اُن کی شکل و شبہت کا پتہ بتلایا تو اُس ہمسایہ نے کہا کہ درحقیقت وہ شخص خلیفہ ہارون الرشید ہی تھا۔

میزبان نے ابراہیم الموصلی کے گھر گیا اور اطلاع کرائی کہ اسٹو والا آپ کے ملنے آیا ہے ابراہیم نے فوراً اُس کو اپنے پاس بلوایا اور اپنے ساتھ سوار کر کے اُس کو خلیفہ کے محل پر لے گیا یہ دونوں خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوئے خلیفہ نے نہایت اصرار سے اسٹو والے سے کہا کہ تم ویسے ہی ات کی طرح سے اپنی حقارت آمیز گفتگو کی نقل کرو۔ اسٹو والے نے بعینہ ویسی ہی نقل کی۔ خلیفہ ہارون الرشید ہنستے ہنستے لوٹ گیا۔ پھر خلیفہ نے اُس کو ایک کثیر التعداد زر نقد انعام دینے کے لئے حکم فرمادیا اور کہا کہ تم اسٹو جس ترکیب سے پکاتے ہو وہ بتلا دو۔ اس نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! جو چیز کہ ایسی پیش بہا ثابت ہوئی کہ اُس کی وجہ سے میں آپ تک پہنچا اگر میں اس کو اب بتلا دوں گا تو پھر مجھے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ ہاں امیر المؤمنین کا جس وقت اسٹو کو دل چاہا کہ میں پکا دیا کروں گا ہارون الرشید اس کے اس جواب سے خوش ہوا اور یہ خوش قسمت میزبان بعد ازاں اسٹو والے کے نام سے مشہور ہو گیا۔ ہارون الرشید سے لوگ اکثر بڑی سختی سے گفتگو کر لیتے تھے اور ایسے جواب دیتے تھے جس میں ذرا بھی تواضع یا خلق نہیں ہوتا تھا۔ ایک بار ہارون الرشید حج کے لئے مکہ شریف گیا اور کعبہ شریف کا طواف کرنے کو ہی تھا کیونکہ یہ طواف بھی شریعت کے حکم کے موافق مناسک حج میں داخل ہے کہ یکایک ایک عرب نے ہارون الرشید سے آگے نکل کر کعبہ شریف کا طواف کرنا شروع کر دیا اُس کی اس حرکت خلیفہ کو بہت تعجب ہوا۔ ندیوں نے اپنے آقا کا اشارہ پا کر اُس بہادر عرب کو روکا جس نے فوراً

خانہ کعبہ میں  
ہارون الرشید  
اور ایک عرب  
کی بے خوف  
گفتگو

جو ابدیاً کہ اللہ تعالیٰ نے امام ریشواے مذہب اور رعیت کو اس جگہ مساوی کر دیا ہے جیسا کہ وہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے "اس مقدس جگہ کو ہمنے سب لوگوں کے لئے یکساں بنایا ہے چاہے کوئی اس میں رہنے والا ہو یا کوئی اجنبی مسافر ہو۔ اور جو کوئی بے انصافی سے اس مقدس جگہ کی بے ادبی کرے گا تو ہم اس کو دکھ کی مار دینگے" جب ہارون الرشید نے یہ سنا تو اپنے ندیوں کو حکم دیا کہ اس عرب کو جانے دو اور اس سے کچھ نہ کہو پھر خلیفہ نے جب حجر الاسود کو پوسہ دینا چاہا تو یہاں بھی اس عرب نے خلیفہ سے پہلے حجر الاسود کو پوسہ دیا۔ اور جب خلیفہ نے مقام ابراہیم پر یہ وہ تھپڑ ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دوبارہ کعبہ شریف کی تعمیر کی تھی (نماز پڑھنے کا ارادہ کیا۔ تو وہاں بھی اس عرب نے خلیفہ سے پہلے نماز پڑھ لی حج کے جب تمام مناسک ادا ہو چکے تو ہارون الرشید نے ایک مہتمم کو بھیجا کہ اس عرب کو اپنے پاس بلوایا عرب نے جواب دیا کہ مجھ کو تو ملنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اگر خلیفہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے تو اس کو خود میرے پاس آنا چاہئے۔ یہ جواب سن کے خلیفہ خود اس عرب کے پاس گیا اور اس کو سلام کر کے کہا کہ اگر تم اجازت دو تو میں یہاں بیٹھ جاؤں عرب نے جواب دیا کہ یہ میرا مکان نہیں ہے اور نہ یہ مقدس جگہ میری ملک میں ہے تم تم یہاں سب مساوی اور برابر ہیں اگر تمہارا دل چاہے بیٹھ جاؤ اگر دل نہ چاہے چلے جاؤ ہارون الرشید وہاں بیٹھ گیا اور کہا کہ اے اعرابی! میں تم سے تمہارے مذہبی فرائض کے بارے میں کچھ دریافت کیا چاہتا ہوں کیونکہ اگر تم اپنے مذہبی امور میں درست ہو گے تو تمہارے دیگر معاملات بھی درست ہونگے۔ لیکن اگر تم اپنے مذہبی امور کے جواب دینے میں ٹھیک نہ اترے تو تمہاری دوسری باتیں ٹھیک نہ ہوں گی۔

اعرابی نے کہا کہ تم جو کچھ مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو وہ بطور سیکھنے کے پوچھنا چاہتے ہو یا صرف مجھ حیران کرنے اور دق کرنے کا ارادہ ہے۔ اعرابی کی اس حاضر جوابی سے ہارون الرشید متعجب ہوا اور کہا کہ نہیں حیران کرنے کے لئے نہیں سیکھنے کے لئے پوچھتا ہوں اعرابی نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو جس طور سے طالب العلم استاد کے سامنے بیٹھتا ہے اسی طرح ادب کا تم بھی بیٹھ جاؤ جب ہارون الرشید دوزانو مودب ہو کے بیٹھ گیا تو اعرابی نے کہا کہ اب جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔ ہارون الرشید

لہ والمجد الحرام الذی جعلناہ للناس سواء فالعاکف فیہ والباد من یرد فیہ بالحادی بطلوا ذلک  
من عذاب الیم یر مصابحہ ترجمہ

نے کہا کہ میں تم سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کون سا کام فرض کیا ہے؟ اعرابی نے کہا کہ آیات تم اس ایک فرض کا حال پوچھنا چاہتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فرض کیا ہے پانچ یا سترہ یا چونتیس یا پچاسی کا حال یا میری تمام زندگی میں جو صرف ایک فرض ہے وہ پوچھنا چاہتے ہو؟ یہ حساب سن کر ہارون الرشید جھوٹی ہنسی ہنسا۔ اور کہا کہ میں نے تو تم سے تمہارے فرض کی بابت پوچھا اور تم حساب لے بیٹھے۔ اعرابی نے جواب دیا کہ اے ہارون اگر ہمارے مذہب میں حساب نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں سے حشر کے دن حساب نہ لیتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ رُكُوسِي رُوح كُو اَس دِن رَاثِي كِه دَا نِه بِرَابِرِي نَقْصَان نِهِيں پَنِي پَا جَا سِي كَا كِيُونَكِه هَم كَا نِي حِسَاب دَا ل هِيں خَلِيْفَه نِه جِب يَسْنَا كِه مَحْكُومِي اِي ك سَادَه لَفْظ هَارُون هِي سِه مَخَاطَب كِيَا كِيَا هِي اُو ر اَمِيْر الْمُؤْمِنِيں نِهِيں كِهَاتُو وَه غَضَه سِه نِيْلَا پِيْلَا هُو كِيَا مَكْر وَه كَعْبَه شَرِيْف كِه تَقْدِيْس كَا خِيَال كِر كِه ضَبْط كِر كِيَا اُو ر اَس اَعْرَابِي سِه كِهَاتَا كِه جُو كُجْ تَم نِه كِهَاتَا هِي اَس كُو بِالْمَشْرِيْح وَبِالتَفْصِيْل بَيَان كِر وَرَنَه مِيں تَمَاهِر اَسْر كُتُوَادُو نَكَا يِه سِن كِر خَلِيْفَه كَا اِي ك نَدِيْم بُوْلَا كِه اَمِيْر الْمُؤْمِنِيں اَبَا اَس كُو مَعَاْف فرماوِيں اُو ر مَقْدِيْس جَكِه پَر اَس اَعْرَابِي كِي جَان كُو بَارِيَه چُرْ حَاوِيں يَعْنِي اَس كُو قَتْل نِه كَرِيں يِه كَفْتَلُو سِن كِر اَعْرَابِي اِي ك حَقَارَت اَمِيْر هِنْسِي هِنْسَا اُو ر كِهَاتَا مِيں نِهِيں جَانْتَا كِه تَم دُونُوں مِيں بُرَابِه وَتَوَقُف كُون هِي؟ اَيَا وَه هِي كِه جُو تَقْدِيْرِي بَات كُو مَعَا كِرْنِه كَا اِرَادَه كِرْتَا هِي۔ يَا وَه شَخْص هِي كِه جُو اَس بَات كِي بَابَت جَلْدِي كِرْنَا چَاهْتَا هِي كِه جُو بَات اِيْتِي تَقْدِيْرِي مِيں نِهِيں هِي؟ اُو ر سِنُو تَمَاهِر سِوَالَات كِه يِه جَوَاب هِيں كِه اللہ تعالیٰ نِه مَجْد پَرِيْت كَام فَرَض كُنْئِه هِيں نِه جُو تَم سِه اِي ك فَرَض كَا ذَكْر كِيَا تَهَا اَس سِه مِيْرِي مَرَاد مَذْهَب اِسْلَام سِي تَهِي اُو ر مِيں نِه جُو پَانْج فَرَضُوں كَا ذَكْر كِيَا تَهَا اَس سِه مِيْرَا مَطْلَب رُوْرَانَه نِيْجَا نَه نَمَاز سِه تَهَا اُو ر سْتَرَه سِه مِيْرِي غَرَض سْتَرَه رَكْعَتِيں فَرَض نَمَاز كِي تَهِيں اُو ر چَوْنْتِيْس سِه مِيْرِي مَرَاد عِبَادَتُوں سِه هِي اُو ر پِچَاسِي سِه مَرَاد مَطْلَب لَفْظ اللہ اَكْبَر سِه هِي جِس كِي تَعْدَا دِ پِچَاسِي هِي اُو ر مِيْرِي تَمَام زَنْدَكِي مِيں جُو مَجْد پَر اِي ك فَرَض هِي اَس سِه مِيْرِي مَرَاد مَكْر شَرِيْف كِه حَج سِه هِي۔

لَهُ وَنَضَحَ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تَظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ اَنْتَبَاهُ رَهَادُ كَفِي بِنَا حَاسِبِيْن ۱۲ مَصْبَاح مَرْجُوْم

لَهُ غَالِبًا چَوْنْتِيْس سَجْدُوں سِه مَرَاد هِي جُو سْتَرَه فَرَض رَكْعَت مِيں هِيں ۱۲ اَللّٰهُ يَه اللّٰهُ اَكْبَر بِي غَالِبًا فَرَض رَكْعَتُوں كِي اللّٰهُ اَكْبَر سِه مَرَاد هِي جِس كِي تَعْدَا دِ پِچَاسِي سِه كُجْ زِيَادَه هِي۔ مَكْر خِيْر يِه اِي ك فَرُوْعِي تَعْدَا دِ كِي غَلْطِي هِي ۱۲ مَصْبَاح مَرْجُوْم



بعد ازاں اُس اعرابی نے خلیفہ سے ایک مشکل مسئلہ پوچھا جس کا وہ اچھی طرح جواب نہ دے سکا اور یہ معمرہ طلاق کے بارے میں تھا۔ ہارون الرشید اس اعرابی کے علم لیاقت معرفت اور زہد سے بڑا خوش ہوا حکم دیا کہ اس اعرابی کو دس ہزار درہم انعام دیا جائے مگر اعرابی نے ان کے قبول کرنے سے انکار کر دیا پھر ہارون الرشید نے کہا کہ یہ درہم اور دیگر خور و نوش کا سامان آپ کے واسطے مہیا کر دوں؟ اعرابی نے کہا کہ نہیں کچھ ضرورت نہیں جو شخص کہ تمہارے لئے یہ سب سامان مہیا کرتا ہے وہی میرے لئے مہیا کر دے گا۔ ہارون الرشید نے دریافت کیا کہ کیا تم قرضار ہو؟ اعرابی نے جواب دیا "الحمد للہ" میں کسی کا قرضار نہیں ہوں، معلوم ہوتا ہے کہ اس اعرابی نے خلیفہ کو ہر بات میں قائل اور نادم کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

جب یہ ملاقات ختم ہو چکی تو ہارون الرشید کو معلوم ہوا کہ یہ بہادر شیخ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد زینہ سے ہے اور چونکہ خاندان علوی جو خلافت اور سلطنت سے بے دخل ہو چکا تھا اس لئے اس علوی نے اس مقدس مہینے اور مقدس جگہ کی عام رعایتوں سے فائدہ اٹھا کر اپنا علم اور فضل اور کمال اور اپنی آزادی اور غیر ماتحتی ظاہر کی۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی مغرور اولاد ہارون الرشید کو نادم اور قائل کیا۔

ابراہیم الموصلی جس کی بابت چند حکایتیں اس سے ما قبل مرقوم ہو چکی ہیں وہ اپنے زمانے کے سب مغنیوں سے علم موسیقی میں گوئے سبقت لے گیا تھا اور ہر بار کا بہت عزیز مشقی تھا اگر ہم خود اسی کے بیان پر یقین کر لیں تو اس کے راگ غیر معمولی وضع کے ہو کرتے تھے ایک دن ہارون الرشید سے چھٹی لے کر ابراہیم نے وہ روز اپنے گھر میں بارام بسر کرنا چاہا اور زمانے مکان میں جاتے ہوئے اپنے دربانوں کو حکم دیا کہ چاہے کوئی شخص آوے اور کیسا ہی ضروری کام تباہ وے تم مال دینا اور مجھ سے آج کسی کی اطلاع نہ کرنا مگر ابراہیم جب اپنے گھر میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر بڑا ہی متعجب ہوا کہ زندانے مکان میں ایک بزرگ صورت شیخ اس قدر رعب و داب والا بیٹھا ہوا ہے۔ کہ ابراہیم بجائے اسکے کہ اس کی مداخلت بجا پر ناراض ہوتا اس نے اس شیخ کو سلام کیا اور اس کا خیر مقدم کیا۔ یہ بزرگ صورت شیخ بڑی ہی طلاق لسان سے گفتگو کرتا تھا۔ ابراہیم نے اس شخص کے ہمراہ کھانا کھا یا شراب پی اور دونوں نے مل کے خوب گایا یا یا۔ اس غیر معلوم اور اجنبی شخص نے تین

ابراہیم الموصلی  
اور البومرہ  
حکایت

بچوں کی طرز میں گایا بجایا۔ اور اس طرح کا گانا سننے سے اس کا میزبان بہت ہی خوش ہوا۔ بعد ازاں یہ شخص اسی خفیہ طریقہ سے غائب ہو گیا کہ جس طور سے آیا تھا اس کو یکایک غائب دیکھ کر ابراہیم نے تلواریں لے کر دربانوں کے پاس دوڑا ہوا گیا ان کو دھمکا یا کہ اگر تم یہ بات صاف صاف نہیں بتلاؤ گے کہ یہ عرب کس طرح میرے مکان میں داخل ہوا تھا اور اب یکایک کس طرح غائب ہو گیا تو میں تم کو قتل کر ادوں گا۔ انہوں نے کہا کہ ابھی تک تو کوئی شخص دروازہ میں سے نہیں گیا ابراہیم اور دربانوں میں ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ان کے درمیان میں سے اُس غیر معلوم بہان کی یکایک یہ آواز آئی کہ اے ابراہیم! تو کچھ فکر مت کر۔ آج تیرے پاس میں البومرہ یعنی بڑی محبم تھا اور میں نے ہی آج تیرے ہمراہ کھانا وغیرہ کھایا اور راگ گائے تھے۔ ابراہیم نے اس شخص کا لب و لہجہ یاد رکھا اور پھر اسی طرز سے خلیفہ کے حضور میں راگ سنائے ہارون الرشید اس واقعہ کے سننے اور نئے لہجوں کے ساتھ راگ سن کر بہت ہی خوش ہوا حرم کی مستوراتوں کے سامنے اگر یہ واقعہ ہوتا تو وہ اس خوبصورت اور فاضل شیخ کا غالباً بڑی ہی مختلف طرز سے بیان کرتیں۔

ہارون الرشید ایک دن جعفر کے ساتھ سیر کو نکلا راستہ میں خلیفہ نے کچھ عربی لڑکیاں دیکھیں ان میں سے ایک لڑکی ایک عرب سردار کی بیٹی تھی خلیفہ اُس کی عقلمندی اور فصاحت دیکھ کر اور فی البدیہہ اشعار سن کر اُس لڑکی پر فریفتہ ہو گیا اور اُس عرب سردار سے اُس لڑکی کا خطبہ کر کے اُس سے نکاح کر لیا چند روز کے بعد یہ عرب سردار مر گیا۔ ہارون الرشید جو اپنی اس عربی بیوی سے غایت درجہ الفت اور نہایت محبت کرتا تھا یہ غم انگیز خبر خود ہی اپنی عربی زوجہ سے کہنے گیا یہ لڑکی خلیفہ کو دیکھتے ہی اُس کے بشرہ سے غم کے آثار پانگٹی۔ اور بغیر بولے یا کچھ کہنے ایک کوٹھڑی میں بھاگ گئی اور اپنی بیس بہا پوشاک اتار کر مٹی لباس پہن لیا اور رو کر چلائی کہ یہاں یہاں بہات امیر باب فوت ہو گیا۔ و امصیتنا اوا اسفاہ! خلیفہ بھی کوٹھڑی میں گیا اور اپنی بیوی کی تسکین اور دلجوئی کرنے لگا۔ اور جس وقت غم کی اول باری اُس سے دور ہوئی تو خلیفہ نے پوچھا کہ تو نے بغیر میرے کہے اپنے باپ کی موت کا احوال کس طرح جان لیا؟ اُس نے کہا کہ امیر المؤمنین امین نے آپ کے تباہی سے یہ بات معلوم کر لی کیونکہ جب سے میری اور آپ کی دامن بندی ہوئی ہے میں نے آپ کا ایسا نمکین چہرہ آج تک نہیں دیکھا تھا اور چونکہ میں واقف تھی کہ آپ

ہارون الرشید  
کی عربی زوجہ

بفضلہ تاہنور بقیہ حیات ہیں تو سوائے میرے باپ کے اور کسی کی بابت مجھے چنداں فکر و اندیشہ کی  
جانہ تھی اور جب آپ اس طرح سے رنجیدہ آئے تو میں پہچان گئی کہ افسوس! میرے باپ کا انتقال ہو گیا  
اس واقعہ کے تھوڑے عرصہ کے بعد خلیفہ کی یہ عربی زوجہ بھی اپنے باپ کے جاہلی یعنی فوت ہو گئی۔

معن ابن زائدہ خلیفہ کا ایک ندیم تھا۔ خلیفہ کسی بات پر اس سے ناراض ہو گیا۔ مگر ہارون الرشید  
نے معن کو اپنے ندیموں میں سے جدا نہ کیا اور اپنے پاس حاضر رہنے کی اجازت دے رکھی تھی۔  
ہارون الرشید نے ایک دن یہ دیکھا کہ معن آہستہ آہستہ اور بدقت چلتا ہے اس سے کہا کہ اے  
معن! اب تم تو بدمعہ ہو گئے۔ اس نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! ہاں میں آپ کی خدمت اور  
ملازمت میں بڑھا ہوا ہوں۔ ہارون الرشید نے کہا کہ ہمت تو تم میں اب تک باقی ہے اس سے  
نے جواب دیا کہ ہاں امیر المؤمنین! آپ کی ملازمت کی وجہ سے ہمت باقی ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ تم بہت  
بہادر معلوم ہوتے ہو۔ معن نے جواب دیا کہ ہاں امیر المؤمنین! آپ کے دشمنوں کے مقابلہ کے لئے  
بہت بہادر ہوں۔ یہ عقلمندی سمجھو! بات سن کر خلیفہ پھر مہربانی فرمانے لگا یہاں تک کہ ایک دن خوش  
ہوا اس کو صوبہ بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا۔

ایک رات خلیفہ ہارون الرشید کو نیند نہیں آئی اس لئے اس نے جعفر بن ابی کو بلا کر کہا کہ بوجہ نیند  
نہ آنے کے مجھ کو تھکن معلوم ہوتی ہے اور طبیعت پریشان ہے تم ایسی باتیں کرو کہ میری یہ پریشانی  
رفع ہو جاوے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے بہت سے ایسے پیدا کئے ہیں کہ رنجیدہ دلوں کو خوش کرتے ہیں  
شاید تم بھی انہیں لوگوں میں ایک ہو جعفر نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! آئیے محل کی چھت پر شریف  
لے چلیے اور آسمان پر جو کڑوا چمکتے ہوئے ستارے پھیلے ہوئے ہیں ان کو مشاہدہ کیجئے اور غور کیجئے  
کہ بعض ستارے آپس میں کس قدر ملے ہوئے ہیں اور کس قدر بلند ہیں اور مہتاب جو طلوع ہو رہا  
ہے اس کا چہرہ مثل اس شخص کے چہرہ کے چمکتا ہے کہ جس سے آپ محبت فرماتے ہیں خلیفہ نے  
کہا کہ نہیں میرا دل تو اس وقت ان کے دیکھنے کو نہیں چاہتا جعفر نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین  
! محل کے کھٹکے کھول کر بائیں باغ کو اور خوبصورت درختوں کو ملاحظہ فرمائیے اور بندوں  
کا راک الاپنا اور پانی کے بہنے کی دھیمی دھیمی آواز سنئیے اور پھولوں کی خوشبوئیں سونگھئے۔  
پنچگی کی آواز سنئے اس میں سے آواز ایسی غم آلود نکلتی ہے کہ جس طرح کوئی عاشق اپنے معشوق

کے فرق میں آہ و نالہ کر رہا ہو۔ یا امیر المؤمنین! صبح صادق تک خواب استراحت فرمائیے خلیفہ نے کہا کہ نہیں میرا دل ان کے دیکھنے کو نہیں چاہتا۔ پھر جعفر نے عرض کیا کہ جس کھڑکی میں سے دریائے وابل نظر آتا ہے وہ کھلو لیجئے۔ جہازوں کو دیکھئے۔ ملاحوں کا گانا اور کام کرنا اور آپس میں دل بھلانا اور تیز نا ملاحظہ فرمائیے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ نہیں میرا دل ان کے دیکھنے کو اس وقت نہیں چاہتا جعفر نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! صطبل میں تشریف لے چلئے اور اپنے گھوڑوں کو ملاحظہ فرمائیے۔ رنگ برنگ کے گھوڑے آپ کے صطبل میں موجود ہیں۔ سیاہ جنگلی گھوڑے تو آپ کے ایسے ہیں جنہوں نے سیاہی میں شب و بجور کو بھی بات کر دیا ہے اور دوسرے رنگوں کے گھوڑے مثلاً سفید۔ سبز۔ لال۔ نقرئی۔ کیت۔ ابلق۔ تمام قسم کے اور طرح طرح کے گھوڑے موجود ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کے رنگ دیکھے تو اس کی عقل چکر جائے۔ خلیفہ نے کہا کہ نہیں میرا دل اس وقت ان کے دیکھنے کو نہیں چاہتا پھر جعفر نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! آپ کی تین سو تختیہ کینز ہیں۔ ان کا گانا بجانا سنئیے اور ان کو بلوانے کا حکم دیجئے۔ شاید ایسا ہو کہ آپ کے دل کی پریشانی راگ سننے سے جاتی ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ نہیں میرا دل اس وقت گانا سننے کو بھی نہیں چاہتا۔ تب جعفر نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! اپنے نظام جعفر ربیبی کا سرکاٹ ڈالئے کیونکہ وہ اپنے آقا شہنشاہ کی پریشانی دور نہیں کر سکتا۔ ابو نواس کی طرح ایک شخص ابو مریم مدنی بھی ایک بڑی طرف اور مسخرہ تھا خلیفہ کی اس پر بھی نہایت مہربانی تھی۔ ایک دن علی الصباح خلیفہ اس کمرے میں گیا جہاں ابو مریم سو رہا تھا خلیفہ نے اس کے چہرہ سے چادر اٹھا کر کہا کہ آج تمہاری کیسی طبیعت ہے جو صبح ہو گئی اور تم نہیں اٹھے۔ ابو مریم نے کہا جانیے اپنا کام کرئیے۔ ابھی تک صبح نہیں ہوئی۔ ہارون الرشید نے بڑی متانت سے کہا کہ جاگو اٹھو اور صبح کی نماز پڑھو۔ ابو مریم نے جواب دیا کہ اس وقت صبح کی نماز پڑھنا تو ابو جبارود کے مذہب میں درست ہے اور میں امام ابو یوسف کے مذہب پر ہوں ابھی ہمارا وقت صبح کی نماز پڑھنے کا نہیں ہوا ہے۔ پس خلیفہ نے تنہا اپنے آپ نماز پڑھنا شروع کیا اور جب نماز میں خلیفہ بعد الحمد قرآن شریف کی اس آیت پر پہنچا کہ مجھے کیا چیز تکلیف دیتی ہے جو میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ یہ وہی ہے کہ ابو مریم جلا اٹھا کہ میں تو درحقیقت اس چیز کو نہیں جانتا۔ خلیفہ جب نماز

وَمَا لِي لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۱۲ مصباح

پڑھ چکا تو ابو مریم پر بہت ناراض ہوا۔ اور نماز کے اندر دخل دینے سے اُس پر بہت لعنت ملامت  
 کی۔ ابو مریم نے عرض کیا کہ میرا مطلب آپ کی نماز میں دخل دہی سے نہیں تھا لیکن جب آپ نے  
 مفصلہ بالا الفاظ کہے تو میں اُن کو سن کر کانپ اٹھا۔ یہ بات سُکر خلیفہ سے ہنسی ضبط نہ ہو سکی بہت ہنسنا  
 لیکن ابو مریم کو تنبیہ کر دی کہ آئندہ سے مذہبی امور میں ہنسی مذاق یا مسخر اپن نہ کیا کریں۔  
 ایک دن ہارون الرشید نے اپنے ایک ندیم کو جس کا نام الحکم تھا یہ حکم دیا کہ کل علی الصبح میں شکار کو جاؤ گا  
 تم بھی میرے ساتھ چلنا۔ الحکم اپنے گھر گیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ خلیفہ نے اپنے ہمراہ کل مجھے شکار میں چلنے کا  
 حکم دیا ہے لیکن میں خوب جانتا ہوں کہ مجھ سے یہ تکلیف برداشت نہیں ہو سکے گی کیونکہ مجھے صبح ہی ناشتہ  
 کھانے کی عادت ہے اس بات سے تم بھی واقف ہو اور خلیفہ دوپہر سے پہلے کبھی کھانا نہیں  
 کھاتا ہے اتنی دیر میں تو میں بھوکا مر جاؤ گا اب اللہ میں نہیں جانیکا الحکم کی بیوی نے کہا کہ نہیں یہ نہیں  
 چاہیے عدول حکمی کرنا اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور تمہارا فرمانبردار ہونا ناممکن ہے۔ الحکم  
 نے پوچھا کہ پھر میں کیا کروں گا اس کی بیوی نے کہا کہ تم اپنے ساتھ ایک کاغذ میں ذرا سا حلوا  
 رکھ کے لے جاؤ۔ اُس کو اپنی پگڑی میں باندھ لینا اور فرصت کا جب وقت پاؤ تو کھا لینا اور  
 بعد ازاں دوپہر کو تو خلیفہ کے ہمراہ کھانا کھا ہی لو گے دوسرے دن علی الصبح الحکم نے حلوے  
 کا کاغذ اپنی پگڑی کے پچوں میں رکھ لیا اور اپنے چجر پر سوار ہو کے خلیفہ کے جلوے میں شامل ہو گیا  
 الحکم کی پگڑی تزیین کی تھی اُس میں سے حلوے کا کاغذ نظر آسکتا تھا اور اتفاق بھی ایسا ہی ہوا  
 کہ خلیفہ کی نظر اسی حلوے کے کاغذ پر پڑ گئی خلیفہ نے جعفر سے چکے سے یہ کہا کہ کیا تم کو الحکم کی پگڑی  
 میں سے حلوے کا کاغذ نظر آتا ہے؟ دیکھو میں اس کے ساتھ ہنسی کر کے اس کو میں حیران کروں گا اور اس کو  
 حلوا نہیں کھانے دوں گا۔ یہ کہہ کر ٹک پر چلتے چلتے خلیفہ نے اپنی وضع ایسی کر لی کہ گویا کوئی شکار  
 سامنے نظر آیا ہے اور اپنا چجر سب آگے بڑھا لیا۔ الحکم نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا اور اپنی  
 پگڑی میں سے حلوے کا ایک لقمہ نکال کر اپنے منہ میں رکھ لیا الحکم نے منہ میں نوالہ رکھا ہی تھا کہ خلیفہ  
 نے اپنے گھوڑے کی باگ اُس کی جانب پھیری اور پکارا کہ "یا الحکم" الحکم نے جلدی سے اپنے منہ  
 سے حلوے کا نوالہ نکال کر اور زمین پر پھینک کر کہا کہ ہاں امیر المؤمنین! کیا ارشاد ہے؟  
 ہارون الرشید نے کہا کہ آج اس چجر پر بیٹھنے سے میری طبیعت خوش نہیں ہوتی میرے خیال میں اس چجر

الحکم ندیم  
 ہارون رشید  
 کی حکایت

کو کچھ نہ کچھ تکلیف ہے الحکم نے کہا کہ شاید سائیس نے اس خچر کو زیادہ دانہ کھلا دیا ہوگا۔ تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ نے اپنا گھوڑا پھر بڑھایا۔ الحکم جو بھوک سے نیم مردہ ہو رہا تھا اس نے سب کی نظر سچا کر جلدی سے ایک لقمہ حلوے کا اپنے منہ میں اب پھر رکھا ہی تھا کہ اتنے میں امیر المؤمنین کی آواز نکلا الحکم پکارنے کی پھر آئی الحکم نے مجبوراً یہ نوالہ بھی منہ سے نکال کے پھینکا اور خلیفہ کو جواب دیا ہارون الرشید نے کہا کہ خدا جانے آج اس خچر کو کیا ہو گیا یہ اچھی طرح میری مرضی کے مطابق چلتا ہی نہیں۔ الحکم نے عرض کیا کہ کل میں اس کو سا لوتری کو دکھا دوں گا پھر سب تھوڑی دُور آگے اور چلے۔ الحکم اپنے آپ بڑبڑاتا اور شکایت کرتا چلتا تھا۔ اور تمام قسم کی لعنت ملامت اُس خچر اور نیز اسکے مالک پر کرتا چلتا۔ تھوڑی دیر کے بعد موقع پا کر الحکم نے حلے کا ایک نوالہ اپنے منہ میں پھر رکھا ہی تھا کہ خلیفہ نے اس کی جانب مڑ کر اس کو پھر پکارا اس بد قسمت ندیم نے یہ نوالہ اپنے منہ میں سے پھینک کر چپکے سے کہے کہ وائے اباے آج کا دن میرے لئے کیسا وز سیاہ ہے ہر دفعہ یہی آواز آتی ہے یا حکم حکم حکم تمہیں کون سا جنون ہو گیا ہے؟ ہارون الرشید نے کہا کہ اے حکم! میں خیال کرتا ہوں کہ اس خچر کو جان بوجھ کر لنگڑا کر دیا گیا ہے تم نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح چلتا چھٹیرتا ہے؟ الحکم نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین اہل سالوتری اسکے اسکے نعلین لگا دیگا اور پھر انشاء اللہ یہ خچر اچھی طرح چلا کر گیا۔

ایران سے ایک قافلہ سوداگروں کا آ رہا تھا۔ سرک پر خلیفہ کے لشکر سے اس کا روان کی ٹڈیٹر ہوئی۔ اس کا روان میں سے ایک سوداگر نے آگے بڑھ کے از رہہ تعظیم خلیفہ کے سامنے زمین پر پوسہ دیا اور نہایت پیش قیمت تحائف پیش کئے مجملہ ان تحفوں کے ایک نہایت خوبصورت اور جوان ایرانی کینز تھی۔ یہ کینز نہایت حسین تھی۔ اس کا سینہ ابھرا ہوا تھا تپلی کمر تھی آنکھیں غزال وحشی کی مانند تھیں اور منہ کا دہانہ مثل خاتم حضرت سلیمان علیہ السلام کے تھا

ہارون الرشید نے جو عورتوں کی خوبصورتی کو ہمیشہ پسند کیا کرتا تھا اس سوداگر کو ان تحفہ حالات کے عوض میں ایک بہت بڑی تعداد کثیر زر نقد کی بطور انعام عطا فرمائی اور الحکم کو یہ حکم دیا کہ اس کینز کے ہمراہ فوراً بغداد کو جاؤ اور ایک عمدہ محل میں اس کو اتروا کر نہایت عمدہ عمدہ اور نفیس نفیس کھانے جلد پکوانے کا حکم دینا۔ الحکم نے خلیفہ کے احکام کی پوری پوری تعمیل کی تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ بھی جلد شکار سے واپس آ گیا اور اپنے تمام ہمراہیوں کو رخصت کر دیا اور بعد ازاں کھانا کھانے کے

کمرے میں مع کینز پارسی کے گیا اور وہاں جاتے ہوئے الحکم کو حکم دیا کہ تم یہاں دروازے پر پہرہ رکھو اور اگر شہنشاہ بیگم زبیدہ یہاں آجاویں تو مجھے فوراً اطلاع کر دینا الحکم نے جواب دیا کہ میں نے آپ کے سب احکام سن لئے اول اللہ تعالیٰ کی اور بعد ازاں امیر المؤمنین کی اطاعت مجھ پر فرض ہے یہ کہہ کر الحکم دروازے پر پہرہ دینے کے لئے کھڑا ہو گیا۔

خلیفہ نے کھانا کھانا ختم کیا ہی تھا اور شراب کی پیالیاں بھری تھیں کہ یکایک دروازے کی کٹڑی کھٹکھٹانے کی آہستہ آہستہ آواز آئی خلیفہ کو اس بات کا پورا یقین ہو گیا کہ شہنشاہ بیگم زبیدہ ہی نے آپ کے یہ کٹڑی کھٹکھٹائی ہے۔ اس لئے گلاس اور بوتلیں جلدی سے علیحدہ رکھ کر کینز پارسی کو ایک الماری میں چھپا دیا اور بعد ازاں دروازہ کھول کر دیکھا کہ صرف الحکم ہی وہاں کھڑا ہے خلیفہ نے اس سے پوچھا کہ کیا زبیدہ آ رہی ہیں؟ الحکم نے کہا کہ امیر المؤمنین زبیدہ تو نہیں آئیں لیکن میں یہ خیال کر رہا ہوں کہ افسوس اس خچر سے آپ کو کس قدر تکلیف ہوئی۔ میں نے سائیس سے پوچھا تھا اس نے کہا کہ درحقیقت اس خچر نے زیادہ دانہ کھالیا تھا کل اس خچر کی فصد کھول دی جائیگی اور مجھے یقین ہے کہ خچر پھر جلد اچھا ہو جائیگا۔ خلیفہ نے غصہ ہو کر کہا کہ تم کو اس خچر کی کیا فکر پڑ گئی ہے ایسی گفتگو سے اپنی زبان کو روکو۔ ہاں اگر تم زبیدہ خاتون کو آتے ہوئے دیکھو تو انکے آنے کی مجھے اسی وقت اطلاع کر دینا۔ خلیفہ اور کینز پارسی پھر اپنی اپنی جگہوں پر جا کے آرام سے بیٹھے ہی تھے کہ دروازہ کھٹکھٹانے پر آواز آئی خلیفہ نے جلدی سے پھر اس خور و کینز اور شراب وغیرہ کو چھپا دیا اور دروازہ کھول کر الحکم سے پوچھا کہ کیا زبیدہ خاتون درحقیقت آ رہی ہیں؟ الحکم نے کہا کہ امیر المؤمنین زبیدہ خاتون تو نہیں آئیں لیکن یہ خیال کر کے کہ آپ خچر کی بابت کس قدر متفکر تھے میں نے بیٹار سے اس کا حال دریافت کیا تھا اس نے کہا کہ اس خچر کو کسی قسم کی بیماری نہیں ہے چونکہ اس کو چلنے پھرنے کی مشق کم ہے اس لئے وہ خچر ذرا آرام طلب ہو گیا ہے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا اس خچر پر اپنی رحمت نہ فرمائے کیا میں نے تم کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ ایسی بہودہ باتوں کے لئے مجھ کو پھر تکلیف نہ دینا؟ اپنے پہرہ پر کھڑے رہو اور اس بات کی نگہبانی رکھو کہ زبیدہ خاتون یکایک ہماری بیخبری میں یہاں نہ آجاویں اگر وہ ہماری بیخبری میں یہاں آگئیں تو تم نے مجھے اطلاع نہ کی تو میں اس دن کو تمہارے لئے تمہاری زندگانی کے دنوں میں سے بد قسمت ترین دن کر دوں گا۔ اس ندیم نے جواب دیا کہ مجھ کو آپ کا

خلیفہ کونینا  
نہ آنا اور جعفر  
برکی کی گفتگو

حکم لبس و چشم منظور ہے۔ خلیفہ دروازہ بند کر کے جا کے بیٹھا ہی تھا کہ چھت پر سے جہاں حکم گسبانی کیلئے کھڑا تھا کسی کے چلنے پھرنے کی آواز آئی۔ خلیفہ نے پیشتر کی سی احتیاطیں عمل میں لاکر اور پورا یقین کر کے کہ اس دفعہ زبیدہ خاتون ضرور آگئی ہیں دروازہ کھولا۔ خلیفہ نے لکے بھی صرف حکم ہی کو پایا خلیفہ کے دیکھتے ہی حکم نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین اجس طرح لنگڑا کر چھت پر ہیں اس وقت چلا ہوں سر خیال میں وہ خچر بھی اسی طرح چلتا ہوگا اور مجھے یہ فکر ہے کہ ہمیں زیادہ کھالینے سے اُسکے پیٹ میں درد نہ ہو گیا ہو مجھے اُس خچر کا بہت فکر ہے حکم نے ابھی اس آخری فقرہ کو ختم نہیں کیا تھا کہ خلیفہ نے اس پر لعنت اور ملامت کی بوجھڑا کر دی اور حکم دیا کہ میری آنکھوں کے سامنے سے چلا جا دور ہو جا اولہ پھر کبھی مجھے اپنی صورت نہ دکھانا اگر میں آئندہ کبھی تجھے دیکھوں گا تو میں تیرا سر کٹوا دوں گا۔ حکم اپنی خوفناک سنہسی کا نتیجہ پا کر شکستہ دل اپنے گھر گیا اور تمام احوال اپنی بیوی سے کہا اس کی بیوی نے اُس کی تسلی و تسفی کی اور سکین دی اور وہ زبیدہ خاتون کے پاس گئی۔ اُس سے عرض کیا کہ آپ سفارش کر کے خلیفہ سے حکم کا قصور معاف کر دیجئے۔ خلیفہ نے یہ خیال کر کے کہ اگر میں زبیدہ کی سفارش منظور نہ کروں گا تو لامحالہ زبیدہ خاتون کو تمام احوال سے آگاہی ہو جاوے گی اس لئے خلیفہ نے زبیدہ خاتون کی درخواست قبول کر لی اور حکم کا قصور معاف کر دیا۔

مچھلی اور  
طیب

بارون الرشید جب دورہ کرتا ہوا شہر ہرات میں پہنچا تو وہاں کے عادل امین العبادی نے خلیفہ کی دعوت کی اور منجملہ نفیس کھانوں کے ایک قاب میں ایک بڑی سی عمدہ قرۃ ثابث مچھلی کی ہوئی تھی اور اُسکے ساتھ نہایت مزیدار عٹنی تھی۔ یہ مچھلی کی قاب خلیفہ کے آگے کھانے کے لئے رکھی گئی خلیفہ نے اُس مچھلی کے کھانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ جبرئیل بن جیشوع معالج شاہی نے اپنے آقا کو مچھلی کھانے سے منع کر دیا اور میزبان سے اشارہ کر دیا کہ یہ مچھلی میرے کھانے کے لئے رکھ دینا۔ اتفاقاً خلیفہ نے بھی یہ اشارے مچھلے دیکھے اور جب جبرئیل خلیفہ کے حضور میں چلا گیا تو خلیفہ نے اپنے ایک ملازم کو اُسکے عقب میں یہ ہدایت کر کے روانہ کیا کہ جبرئیل کی بخبری میں تو اُس کے کمرہ میں جانا اور جو کچھ وہ اُس وقت کر رہا ہو اُس سے مجھے اطلاع دینا۔ جبرئیل کو خلیفہ کا اشارہ دیکھ لینے کا حال معلوم ہو گیا۔ اس خادم نے جبرئیل کو امین کے مکان پر پایا جبرئیل وہاں اپنا کھانا کھانے بیٹھا ہی تھا اور وہی مچھلی اُس کے سامنے رکھی ہوئی تھی جبرئیل نے تین پیالے منگوائے اور اُس مچھلی میں سے تین



برابر کے حصے کاٹ کر ان پیالوں میں ایک ایک حصہ رکھا۔ بعد ازاں ایک پیالے میں شراب کا ایک  
 گلاس ڈالا اور کہا کہ یہ جبریل کی خوراک ہے اسی طرح دوسرے پیالے میں برف کا پانی ڈالا اور کہا کہ  
 یہ امیر المؤمنین کی خوراک ہے اللہ تعالیٰ ان کی عمر و دولت میں برکت عطا فرماوے تیسرے پیالے  
 میں اس نے مختلف قسم کے گوشت کی بوٹیاں بٹھائی۔ ترکاری اور چٹنی وغیرہ ڈالی ان سب چیزوں  
 کے دو دو حصے ڈالے پھر ان سب پر برف کا پانی ڈالا اور کہا کہ یہ پیالہ بھی امیر المؤمنین کے لئے ہے  
 بشرطیکہ وہ پھلی کے علاوہ کچھ اور کھانا چاہیں۔ جبریل نے یہ تینوں پیالے پھر اپنے میزبان  
 کو دیئے اور کہا کہ جب میں آپ سے مانگوں تب آپ یہ پیالے مجھے دے دینا جبریل نے اب  
 تمام بقیہ پھلی خوب منے سے کھائی اور کھاتے ہوئے کئی دفعہ شراب کی پیالیاں چڑھائیں جب خلیفہ  
 قیلولہ سے بیدار ہوا تو مخبر کو اپنے پاس بلا کر دریافت کیا کہ آیا جبریل نے وہ پھلی کھائی یا نہیں  
 اس مخبر نے جب پیالوں اور پھلیوں سے تین ٹکڑے کاٹنے کا سبب حال خلیفہ سے کہا تو ہارون نے  
 نے ان تینوں پیالوں کو منگوایا۔ پہلے پیالہ میں جو پھلی کا گوشت تھا جس کو جبریل نے اپنے لئے  
 رکھوایا تھا اور جس پیالہ میں اس نے خالص شراب ڈالی تھی وہ بالکل گل کر بخر ہو گیا تھا۔  
 دوسرے پیالہ کا گوشت جس کو جبریل نے خلیفہ کے لئے بنایا تھا اور جس کے اوپر برف کا پانی چھڑکا  
 تھا بہت پھول گیا تھا اور جس قدر اس میں گوشت تھا اس سے وگنا معلوم ہوتا تھا تیسرا پیالہ جس میں  
 پھلی کا گوشت اور ترکاریاں اور بٹھائی وغیرہ تھی وہ بالکل بٹگیا تھا جبریل کی یہ چھوٹی سی  
 تدبیر کارگر ہو گئی۔ خلیفہ نے اس کو زرقار کی ایک کثیر التعداد رقم انعام میں عطا کی اور بعد ازاں  
 خلیفہ کو جبریل سے بہت انس اور اس پر زانا اعتماد اور بھروسہ ہو گیا۔  
 جبریل بیان کرتا ہے کہ ہارون الرشید کو نفیس نفیس کھانوں سے بہت شوق تھا ایک دفعہ  
 کا ذکر ہے کہ ہارون الرشید نے معمول سے کچھ زیادہ کھانا کھالیا یکا یک اس کو تشیح کا ایسا دورہ  
 ہوا کہ تمام حاضرین کو یہ یقین ہو گیا کہ خلیفہ انتقال کر گیا۔ اس لئے ابن اورامون دونوں شہزادوں کو  
 بلوایا گیا۔ مگر جبریل نے خلیفہ میں زندگی کے کچھ آثار پائے اور اس نے خلیفہ کے قصد کھولنے  
 کی راہ دی۔ لیکن کوثر نے جو امین الرشید و بعد سلطنت کا خاص مصاحب تھا اور جس نے  
 یحیال کیا کہ اب اگر امین الرشید خلیفہ ہو جاوے گا تو میرا اس پر پتہ اقتدار ہو جاوے گا، قصد کھولی جانے

کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ ایک مردہ آدمی کے قصد کھولنے پر میں ہرگز رضامند نہ ہوں گا مگر امین الرشید نے یہ رائے منظور نہیں کی اور اپنے باپ ہارون الرشید کی قصد کھلوادی قصد کے کھلتے ہی خلیفہ کو ہوش آگیا ابراہیم بن المہدی خلیفہ کا بھائی مفصلہ ذیل حکایت بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ شہر رقہ میں خلیفہ ہارون الرشید کی میں نے دعوت کی خلیفہ کے تشریف لانے کے بعد میں نے کھانا کھانے کے لئے دسترخوان بچھایا۔ ہارون الرشید کی یہ عادت تھی کہ ٹھنڈا کھانا کھانے سے پہلے وہ گرم کھانا کھا لیا کرتا تھا جب ٹھنڈا کھانا خلیفہ کے روپرولا کے رکھا گیا تو اس میں ایک مچھلی کے گوشت کا پیالہ بھی تھا۔ خلیفہ نے اس پیالے میں مچھلی کے چھوٹے چھوٹے قتلے دیکھ کر کہا کہ تمہارے باورچی نے اتنے چھوٹے چھوٹے قتلے کیوں کاٹے ہیں؟ میں نے عرض کیا امیر المؤمنین ایسے قتلے نہیں ہیں۔ بلکہ مچھلیوں کی زبانیں ہیں خلیفہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اس پیالے میں سوزبانیں ہوں گی لیکن میرے خادم نے عرض کیا کہ یہ ڈیڑھ سو سے زیادہ زبانیں ہیں۔ ہارون الرشید نے پوچھا کہ یہ سب کتنے میں مول آتی ہیں میں نے عرض کیا کہ ان پر ایک ہزار درہم (قریباً ۱۰۰ پونڈ) صرف ہوتے ہیں۔ بسنکر خلیفہ ہارون الرشید دسترخوان سے اٹھ گیا اور قسم کھالی کہ جب تک مراکب سے یہاں راسی وقت ایک ہزار درہم وصول ہو جائیگی میں اس کھانے میں سے ایک لقمہ تک ہرگز ہرگز نہیں کھاؤں گا۔ جب یہ روپیہ وصول ہو گیا تو خلیفہ نے حکم دیا کہ اس روپیہ کو محتاج اور مساکین پر خیرات کر دو اور ابراہیم اور مراکب کی طرف مخاطب ہو کے فرمایا کہ تم نے ایک کابنی پر جو اس قدر فضول خرچی کر دی ہے اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ یہ خیرات اس فضول خرچی کا معاوضہ ہو جائے گی۔ پھر خلیفہ نے وہ کابنی اپنے ہاتھ میں اٹھالی اور اپنے ایک ملازم کی جانب مڑ کر کہا کہ اس کابنی کو میرے بھائی ابراہیم کے گھر سے باہر لیجاؤ اور جو کوئی محتاج یا مسکین اول ہی اول تم کو ملے اس کو یہ دے دو اور ابراہیم کا بیان ہے کہ خلیفہ کی تشریف آوری کی خوشی میں میں نے یہ مچھلی کی زبانیں دو سو ساٹھ درہم میں خریدی تھیں اس لئے میں نے اپنے نوکروں میں سے ایک کو آنکھ کا اشارہ کر دیا کہ خلیفہ کے خادم کے ہمراہ باہر چلا جائے اور جس کسی محتاج کو یہ خادم یہ پیالہ دیوے تو اس سے اس پیالہ کو مول لے لے۔ ہارون الرشید اس کے جانے سے میرا یہ اشارہ سمجھ گیا اور اپنے خادم کو بلا کر کہا کہ تم کسی محتاج کو یہ پیالہ دیکر اس سے یہ کہہ دینا کہ امیر المؤمنین نے تم کو یہ صلاح دی ہے کہ تم اس

پیالہ کو دو سو درہم سے کم میں فروخت نہ کرنا۔ ابراہیم کا بیان ہے کہ میرے بھی پورے دو سو درہم  
ہی ان زبانوں کے خریدنے میں صرف ہوئے تھے۔

بدقسمت نام

یہی شہزادہ ابراہیم اپنے بھائی ہارون الرشید کی ایک اور حکایت بیان کرتا ہے اور وہ یہ ہے  
کہ ایک دن خلیفہ ہارون الرشید ایک کشتی میں بیٹھا ہوا براہ دریا دورہ شہر موصل کو جا رہا تھا میں  
بھی اس کشتی میں خلیفہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ہم دونوں نے شطرنج کی ایک بازی ختم ہی کی تھی کہ ہارون الرشید  
نے مجھ سے دریافت کیا کہ تمہارے نزدیک دنیا میں بہترین اور مبارک نام کون سا ہے میں نے عرض کیا  
کہ دنیا میں بہترین اور مبارک نام تو پیغمبر صاحب ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے خلیفہ نے  
دریافت کیا کہ سرور کائنات مفرج موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پھر کس کا نام سب سے بہتر  
میں نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین کا نام سب سے بہتر ہے خلیفہ نے پھر دریافت کیا کہ تمہارے نزدیک  
سب سے زیادہ بدقسمت کس کا نام ہے میں نے جواب دیا کہ ابراہیم کا نام بہت ہی بدقسمت ہوتا ہے  
ہارون الرشید نے کہا کہ شرم اور ادب پکڑو تم اس نام کو سب سے زیادہ بدقسمت کہتے ہو حالانکہ  
یہ نام خلیل اللہ کا ہے میں نے عرض کیا کہ میرا دعویٰ سچ تو ہے اس نام کی نحوست کی وجہ سے  
خلیل اللہ کو نرود کے ہاتھوں کس قدر اذیت پہنچی اس پر خلیفہ نے اعتراض کیا اور کہا کہ ہمارے پیغمبر ربح  
صلی اللہ علیہ وسلم کے طفل خورد سال کا نام بھی تو ابراہیم ہی تھا۔ ابراہیم کہتا ہے کہ میں نے جو ابدیا کہ اگر  
اس کا نام کچھ اور ہوتا تو وہ زندہ رہتا۔ خلیفہ نے کہا کہ تم امام ابراہیم کی نسبت کیا کہتے ہو میں نے جواب دیا کہ

۱۱ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہا السلام کا لقب خلیل اللہ ہے قرآن شریف میں ان کی بابت جو حکایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نرود  
نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت تکلیف اور اذیت پہنچائی ہے آپ اس کو اور اس کی رعایا کو بت پرستی سے مانعت فرما کر توحید کی  
جانب رجوع ہونے کو نصیحت فرماتے تھے اس نصیحت سے فروخت ہو کر اس نے آپ کو جلتی ہوئی آگ (آگ کی بھٹی) میں ڈال دیا مگر  
آپ کے معجزہ سے آگ بجھ گئی اور آپ کو کچھ تکلیف نہ ہوئی۔ آپ صحیح سلامت آگ میں سے نکل آئے ۱۲ از مصباح مترجم  
۱۳ اس قسم کے وہی توہمات اور لہجہ خیالات عقلاً نوناہل اعتبار ہو ہی نہیں سکتے اور شرعاً بالکل ناجائز ہے البتہ ابراہیم پر اور

ہارون الرشید نے اپنی انکساری کیلئے مذاقاً کہا یا کہ معاذ اللہ ابراہیم نام بدقسمت ہے یہ نام تو بہت مبارک ناموں میں سے ہے اس پر ہمارے  
خوش نصیبی اس نام کی کیا ہو سکتی ہو کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی نسبت سے جو خدا نے تعالیٰ کے بڑے پیارے پیغمبر تھے اور جن پر خدا تعالیٰ نے  
مصیبت کو راحت یعنی آگ کی بھٹی کو باغ جنت بنا دیا دوسرے ختم المرسلین سرور پاک شاہ لولاک کے نام ہونے سے اس نام کو  
شرف اور عزت حاصل ہوئی۔ رہا یہ کہ اس نام کے بعض لوگوں کو اذیت اور حادثات دنیاوی پہنچے تو دنیا کے حادثات اور موت  
نے کس نام پر اثر نہیں کیا؟ اسی نام پر کیا پیغمبر ہے پس یہ خیال کہ ابراہیم نام بدقسمت ہے بالکل غلط اور لغو ہے بلکہ انبیاء  
کے نام پر نام رکھنے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا ہے ۱۲ مصباح مترجم۔

اللہ تعالیٰ امام ابراہیم پر رحمت فرماوے روان الجعدی نے ان کو ایک بے بچے چونے کے قیام میں  
 بند کر کے مار ڈالا اور امیر المؤمنین اور سنئے ابراہیم ابن الولید کو جو خلفا رومیہ میں سے تھا معزول کر دیا  
 گیا تھا اور ابراہیم ابن عبدالسلا بن الحسن علوی بھی شہید ہوئے۔ مختصر یہ کہ میں نے اس نام کے آدمی  
 کو سوائے اس کے نہیں پایا کیا تو وہ شخص قتل ہوا یا اس کے تازیانے لگے یا وہ شخص جلا وطن ہوا۔  
 میری یہ گفتگو ختم ہی ہوتی تھی کہ خلیفہ کے اسی کشتی کے ایک ملاح نے دوسرے ملاح ابراہیم نام کو  
 پکارا اور کئی گالیاں بھی دیں میں نے خلیفہ سے عرض کیا کہ دیکھ لیجئے یہاں بھی ابراہیم کو گالیاں پڑ رہی ہیں  
 امیر المؤمنین ابراہیم نام سب ناموں کے زیادہ بد قسمت نام ہے؟ یہ سن کر خلیفہ کو ہنسی آگئی اور وہ بہت ہنسا  
 خلیفہ ہارون الرشید کو جو عیش و نعم حاصل تھا اور دل بھلاؤ باتوں کا جو وہ اس قدر شائق تھا۔  
 اس عیش و آرام میں اس کی سب کی سب اولاد شامل نہیں ہوتی تھی۔ ہارون الرشید کا ایک بیٹا بڑا غمگین  
 رہا کرتا تھا اور سولہ برس کی عمر میں وہ گوشہ نشین اور عزت گزین ہو گیا۔ ہارون الرشید نے ایک دفعہ  
 اس کو بلا کر بہت برا بھلا کہا اور کہا کہ تیری وجہ سے بادشاہوں میں میری بدنامی ہوتی ہے اس کو اب دیکھ  
 آپ کے باعث سے صوفیوں اور گوشہ نشینوں میں میری بدنامی ہوتی ہے یہ کہہ کر یہ نوجوان شہزادہ  
 نخل شاہی میں سے چلا گیا اور مزدوروں میں شریک ہو کر روز مرہ انیس بنایا کرتا تھا اور اپنی  
 مزدوری کی اجرت صرف ایک درہم اور اس کا چھٹا حصہ لیا کرتا تھا۔ اس کا درہم سے وہ اپنی  
 قوت بسر ہی کیا کرتا تھا اور باقی ایک درہم اللہ تعالیٰ کے نام پر خیرات کر دیتا تھا یہ جوان شہزادہ نہایت  
 عسرا و فقر و فاقہ کی حالت میں انتقال کر گیا مرنے کے قریب اس نے اس شخص کو اپنے پاس بلا لیا کہ جسے  
 یہاں مزدوری کیا کرتا تھا اور اس کو ایک پیش بہا یا قوت کی انگشتی سپرد کر کے کہا کہ بعد میرے انتقال کے  
 یہ تمام خلیفہ ہارون الرشید کو جا کر دیدینا اس نے اپنا ہی کیا انگشتی دیکھا خلیفہ نے شہزادہ کا حال پوچھا اور اسکی  
 موت کی خبر سن کر خلیفہ کو سخت صدمہ ہوا اس وقت اس شخص کو معلوم ہوا کہ وہ متوفی جوان خلیفہ کا بیٹا تھا۔  
 خلیفہ ہارون الرشید بعد اس حج اوقیم کے مکہ شریف کے جس قیام میں کہ اس نے اپنے دونوں  
 بیٹوں کی تخت نشینی کے لئے اپنے بیٹوں سے راس میں معاہدہ کیا تھا جو کہ مشہور ہے کہ وہ میں ٹھہرا  
 وہاں اس کو یہ اطلاع ملی کہ بنی امیہ میں سے ایک شخص اب تک دمشق میں موجود ہے اس کے پاس دو  
 کثیر موجود ہے اور دمشق میں اس کو اس قدر اقتدار حاصل ہے کہ اگر وہ چاہے تو وہاں خاندان امیہ کی

سلطنت پھر قائم کر سکتا ہے یہ سن کر ہارون الرشید نے اپنے ایک ممتاز ترین ندیم مسمیٰ منار کو بلوایا  
اُس کے ہمراہ بہت سے سوار اور غلام کر کے اُسکو ان سب پر افسر مقرر کیا پھر اُس کو خفیہ طور سے حکم دیا کہ  
تم اسی وقت دمشق کو روانہ ہو جاؤ اور بنی امیہ میں سے یہ شخص جو وہاں رہتا ہے اُس کو گرفتار کر کے  
تیرہ دن کے عرصہ میں پابجولان میرے پاس حاضر کرو۔ گوزر دمشق کے نام بھی خلیفہ نے ایک پروانہ  
لکھ کر منار کو دیدیا جس میں یہ حکم تحریر تھا کہ اس اموی کی گرفتاری میں منار کو مدد دے دینا یا اگر یہ  
مشتبہ شخص اپنے تئیں سپرد کرنے سے انکار کرے تو اس کو جراثیم میں کر کے اُسکے تمام گھر بار وغیرہ پر  
پوری نگرانی رکھنا۔ خلیفہ نے منار کو یہ بھی حکم دیا کہ جب تم اُس اموی کو قید کر لو تو اُس کی ہر حرکت اور ہر  
لفظ کو جو وہ بولے لکھ لیا کرنا اور گرفتاری کے وقت جس حالت میں تم اُس کو پاؤ تو اس کی شرح اور مفصل  
کیفیت سے مجھ کو آکر اطلاع دینا۔ منار نے کوفہ سے روانہ ہو کر درمیانی صحرا اور ریگستانی کو اس عجلت  
سے عبور کیا کہ ساتویں دن شام کے وقت دمشق میں پہنچ گیا مگر اُس وقت شہر کے دروازے بند  
ہو چکے تھے۔ منار نے دروازہ کھلوا کر اس قدر جمعیتِ عظیم کے ساتھ شہر میں داخل ہو کر لوگوں میں شبہ  
ڈالنا مناسب نہ سمجھا اور اگر ایسا کیا جاتا تو اغلباً اس اموی کو جس کی گرفتاری کے لئے آیا تھا گرفتار نہ کر سکتا  
اس خیال سے خلیفہ کے اس ممتاز نے شہر کی فصیل کے باہر خمیہ جات نصب کر کے رات وہیں بسر کی  
صبح ہوتے ہی شہر میں داخل ہو کر منار اسیدھا اُس اموی کے گھر گیا اور جیسی کہ خلیفہ کو اطلاع ملی تھی اس  
سے زیادہ دولت و قوت اموی کی دیکھی بغیر اطلاع کر کے یا اجازت حاصل کئے منار اُس اموی  
کے گھر میں داخل ہو گیا۔ وہاں اُس نے جوان آدمیوں کی ایک جماعت دیکھی اُن سب سے یہ کہہ کر  
کہ میں خلیفہ ہارون الرشید کا قاصد ہوں منار نے دریافت کیا کہ آپ سب صاحبوں میں مالک مکان  
کون سا ہے انہوں نے جواب دیا کہ مالک مکان جو ہمارا باپ ہے وہ اس وقت حمام میں نہا رہا ہے منار نے  
اُن سے کہا کہ مالک مکان کو فوراً بلاؤ۔ تھوڑی سی دیر کے بعد اور اس عرصہ میں منار کو تشویش شروع  
ہوئی کہ کہیں وہ اموی فرار نہ ہو جائے وہ اموی بغیر ذرہ بھر فکر و تردد کے منار کے پاس آیا اور  
اُس سے باتیں شروع کی کہ دریافت کیا کہ امیر المؤمنین خلیفہ ہارون الرشید کا مزاج مبارک تو  
بخیریت ہے پھر اُس نے منار سے کہا کہ آئیے کھانا نہ صرفے تناول کیجئے۔ منار نے کھانا کھانے سے  
انکار کیا لیکن وہ دیکھتا رہا کہ اس اموی اور اُس کے بیٹوں نے بڑی دلچسپی سے عمدہ عمدہ اور

نفیس کھانے کھانے مالک مکان نے کہا کہ اے منار اگر آپ ہمارے ساتھ شریک طعام ہو جائیں  
 تو کیسی اچھی بات ہو۔ منار کو اس بات پر غصہ آیا کہ مالک مکان نے سادہ طور سے میرا نام لیکر مجھے مخاطب  
 کیا اور منار نے اب اول ہی باریہ دیکھا کہ میرے تمام ہمراہی اور غلاموں کی بجائے اُس اموی  
 کے تمام غلام وغیرہ موجود ہیں اور صرف پانچ ہمراہیوں کے ساتھ میں یہاں تنہا رہ گیا ہوں باوجودیکہ  
 اُس اموی نے کوئی فعل ایسا نہیں کیا کہ جس سے کچھ شبہ ہوتا مگر تاہم منار نے یہ خیال کر کے کہ  
 اگر تھیاروں سے لڑائی کی ضرورت آ پڑی تو میں اس اموی کو بغیر گورنر دمشق اور اس کی فوج  
 کی مدد کے گرفتار نہیں کر سکتا۔ منار کے خیالات پریشان ہونے لگے۔ آخر کار ظہر کی نماز خوب اطمینان  
 سے ادا کر کے نہایت تعلق کے ساتھ اُس اموی نے منار سے پوچھا کہ آپ جس کام کے واسطے تشریف  
 لائے ہیں وہ فرمائیے یہ سن کر منار نے فوراً خلیفہ کا پروانہ نکال کر اُس اموی کے ہاتھ میں دے دیا  
 مالک مکان نے پروانہ پڑھ کر اپنے سب بیٹوں اور غلاموں اور نوکروں کو اپنے پاس بلایا منار  
 نے اس مجمع کو دیکھ کر یقین کر لیا کہ بس اب میں فوراً یہاں قتل کر ڈالا جاؤنگا۔ مگر اس اموی نے اُن سب کو  
 مخاطب کر کے اول تو اُن سے اس بات کا حلیہ اقرار کروایا کہ اگر میرے جانے کے بعد تم میں سے  
 آپس میں کوئی دو شخص ملو تو کسی کے حق میں ایک کلمہ بھی بُرائی کا نہ نکالنا کسی کو الزام دینا بلکہ اپنے  
 مکانوں میں الگ الگ رہنا اور جتن تک تمہارے پاس میرا کوئی خط نہ پہنچے تو اس وقت تک اپنے اقرار پر  
 قائم رہنا اور دیکھو اب امیر المؤمنین کا پروانہ ہے جس میں میری طلبی کا حکم ہے اور چونکہ اب میں نے اس  
 پروانہ کو دیکھ لیا ہے۔ اب میں یہاں ایک منٹ ہی اور زیادہ قیام نہیں کروں گا۔ اور زانے مکان  
 میں مستورات سے بھی یہی کہہ دینا کہ جب تک میں یہاں سے باہر ہوں بہت اچھی طرح رہیں اور کسی  
 قسم کا فکر نہ کریں مجھے اپنے ہمراہ کسی کے لے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کہہ کر اموی نے منار سے  
 کہا کہ اب آپ میرے لئے بیڑیاں منگوالیجئے اور جب وہ آگئیں تو اس اموی نے بڑی خوشی سے  
 اپنے پیڑیوں کے بڑھا کر اپنے تئیں گرفتار کرا دیا۔ منار نے پھر اس اموی کو اونٹ پر سوار کیا اور اس کے برابر  
 خود اپنا گھوڑا رکھاتا کہ اموی ہر وقت نظر کے سامنے ہے اور وہیں سے اسی وقت دمشق سے روانہ  
 ہو گیا۔ راستہ میں سے یہ قافلہ ایک خوبصورت باغ میں سے گذرا۔ قیدی اموی نے جو اپنے قید کیسے  
 بھائی منار سے بہت ہی لطف اور خوش خوئی سے باتیں کرتا کرتا تھا منار سے کہا کہ دیکھئے اب یہ باغ میرا

ہے اور اس باغ میں جو نایاب پھول اور پھل اور میوہ جات ہوا کرتے تھے بڑی فصاحت و بلاغت سے ان کا ذکر کیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد خوبصورت کھیتوں اور عمدہ مزروعہ زمینوں میں سے اس قافلہ کا گزرا ہوا اموی نے منار سے کہا کہ دیکھو اب میری زمینیں ہیں اور جس قدر سالانہ منافع پیداوار سے ہوتا تھا اس کا تمام ذکر صفائی دل سے منار کو سنایا۔ منار کو اب اور زیادہ حالات سننے کی تاب نہ رہی اس نے اموی سے کہا کہ ”کیا آپ کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ امیر المؤمنین آپ کے حالات سن سن کے بہت متفکر اور پریشان رہا کرتے تھے اور اس لئے تم کو تمہارے قبیلہ اور کنبہ سے نکلوا کر تنہا اور پابزنجیر کر کے بلوایا ہے؟ تم کو کیا خبر ہے کہ وہاں پہنچ کر تمہارا کیا حال ہوگا۔ اور باوجود اس بات کے اور دوسرے اشخاص جس طرح متفکر ہوتے ہیں تم کو ویسا پریشان نہیں پاتا۔ بلکہ برخلاف اس کے تم خوشی خوشی اپنے باغات اور املاک کا مجھے تذکرہ کئے جاتے ہو۔ کیوں کیا نہیں اس بات کی خبر نہیں ہے کہ تم کو کس لئے گرفتار کیا گیا ہے اور خدا جانے خلیفہ تمہارے ساتھ کس طرح پیش آئے مگر میں تم کو بڑے اطمینان اور سکون کی حالت میں دیکھتا ہوں اور تمہیں کچھ فکر یا پروا مطلق بھی نہیں ہے۔ میرا خیال تھا کہ تم سمجھ جاؤ اور انا شیخ ہو گے۔“ منار سے سن کر اس قیدی اموی نے کہا کہ ”اِنَّ اللّٰهَ وَاَنَا لِيَهْرَاجِعُونَ“۔

ہم سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اسی جانب ہم سب کی بازگشت ہے۔  
 اسے منارا والہ! تمہارے پاسے میں میرا خیال غلط نکلا میرا قیاس تھا کہ تم میں کچھ عقل و تمیز ہوگی اس لئے کہ اگر تم میں یہ بات نہ ہوتی تو خلیفہ کے دل میں تمہاری یہ وقعت نہ ہوتی اور نہ تم اس رتبہ پر پہنچتے۔  
 لیکن میرا یہ قیاس غلط نکلا۔ کیونکہ تمہاری گفتگو تو ایسی ہے جیسے کہ عوام کا لانا عام کی بول چال ہوا کرتی ہے اور تم نے امیر المؤمنین اور ان کی خشکی کا اور ان کا اپنے دروازہ پر چمکوا ایسی حالت میں بلوانے کا جو ذکر کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ میرا اللہ تعالیٰ پر پھر وسوسہ ہے جس کے ہاتھ میں امیر المؤمنین کی اور ہماری تمہاری سب کی تقدیر ہے امیر المؤمنین بغیر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی مرضی اور مشیت کے نہ مجھے کسی قسم کا فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ میرا نقصان کر سکتے ہیں۔ میں نے خلیفہ کے برخلاف کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا ہے کہ جو ان کے حضور میں جلتے ہوئے میں خوف زدہ بن جاؤں۔ علاوہ اس کے جب امیر المؤمنین کو یہ معلوم ہوگا کہ میں ان کا کیسا وفادار اور مخلص ہوں تو وہ میری اور عزت کریں گے لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے روز ازل میں ہی تقدیر کر دیا تھا کہ مجھ کو امیر المؤمنین کے ہاتھ سے اذیت ہی پہنچے اور اس اذیت کا وقت اب آگئے

اور میری تقدیریں ان کے ہاتھ سے میرا مرنا لکھا ہے تب تو تمام فرشتگان اور پیغمبران اور تمام اہل زمین اور کل اہل آسمان بھی مل کر میری موت کو نہیں ٹال سکتے۔ پھر میں موت کا کیوں رنج کروں اور مرنے پر کس لئے غمگین بنوں؟ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیشتر سے مقدر کر دیا اس کی بابت فکر کرنا بالکل بیفائدہ اور بیہودہ بات ہے اللہ تعالیٰ کے حکموں کو ہمیشہ عمدہ ترس بات خیال کرنا اور اس کی مشیت پر رضا اور تسلیم خیال کرنا ہمارے تمہارے اور سب کیلئے لازمی فرض ہے میں خیال کرتا تھا کہ تم یہ سب باتیں جانتے ہو گے لیکن چونکہ اب میں نے تمہاری عقل و تمیز کی وسعت معلوم کر لی۔ اب میں تم سے اس وقت تک ایک حرف بھی نہیں بولوں گا جب تک کہ ہم تم خلیفہ کے حضور میں نہ پہنچ جاویں اور امیر المؤمنین مجھ کو تم سے علیحدہ کر دیں یا جو خدا کی مرضی ہوگی وہ ہو کے رہے گی۔ منار کہتا ہے کہ بعد اس گفتگو کے پھر اس اموی نے ایک حرف تک مجھ سے نہیں کہا صرف قرآن شریف پڑھتا رہتا یا پانی اور دیگر سرور بات کے لئے کہہ دیتا یہاں تک کہ تیرہویں دن یہ قافلہ کوفہ کے نزدیک پہنچا کوفہ سے چھ فرسنگ اس جانب اس قافلہ کے آنے کے انتظار میں ایک سوار بیٹھا ہوا تھا وہ اس قافلہ سے مل کر اور اموی کو زندہ گرفتار دیکھ کے بڑی تیزی کے ساتھ گھوڑا بھگاتا ہوا روانہ ہوا تاکہ خلیفہ ہارون الرشید کو اس بات کی اطلاع دیوے شام کے قریب یہ قافلہ کوفہ میں پہنچا۔ منار فوراً امیر المؤمنین کے حضور میں حاضر ہوا خلیفہ نے اس کو حکم دیا کہ تونے جو کچھ دیکھا یا جو کچھ اس اموی سے سنا ہو اس کو بالتفصیل بیان کر۔ منار نے شروع سے تمام حال بیان کرنا شروع کیا اور جس طرح اس اموی اس کا استقبال کیا جس بے فکری سے اس نے کھانا کھایا۔ یہ ذکر کیا تو خلیفہ کے چہرہ پر غصہ سے رگیں ابھری ہوئی معلوم ہونے لگیں اور جب منار نے یہ بیان کیا کہ کس طرح اس اموی نے اپنے تمام رشتہ داروں اور نوکروں کو بلا کر سمجھایا کہ میرے ساتھ جو سلوک کیا جاوے تم اس کی بابت کسی سے بھی بدلہ لینے کا خیال نہ کرنا ہرگز نہ کرنا اور کس طرح اس نے اپنے کو ہمیں بخوشی سپرد کر کے بیڑیاں پہن لیں۔ تو خلیفہ کے چہرہ سے غصہ فرو ہوتا ہوا معلوم ہوا لیکن جب منار نے اس خفگی کا ذکر کیا جو قیدی اموی نے منار پر ظاہر کی تھی تو خلیفہ ہارون الرشید نے کہا کہ واللہ اس شخص جس قدر الزام لگائے گئے ہیں وہ سب غلط اور جھوٹ ہیں اور یہ اموی سچا اور وفادار ہے! خلیفہ نے حکم دیا کہ اس اموی کی بیڑیاں کاٹ کر اس کو رہا کر دو اور میرا پاس لاؤ۔ جب اموی خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا تو خلیفہ نے اس کو ازراہ مہربانی بیٹھنے کا حکم دیا اور بڑے اخلاق و محبت سے



اُس سے گفتگو کی اور فرمایا کہ اگر کوئی آرزو ہو تو مجھ سے کہو۔ اموی نے صرف یہ مختصر اور تہذیب جواب دیا کہ  
 امیر المؤمنین! مجھ کو سوائے اسکے اور کوئی حاجت نہیں ہے کہ آپ میرے بال بچوں میں مجھ کو  
 واپس بھجوادیں۔ اور امیر المؤمنین آپ کی رعایا پروری اور نصفت پسندی سے اور آپ کے عمال کے  
 انصاف اور ظلم کی بیخ کنی کی وجہ سے مجھ کو یا جس شہر میں رہتا ہوں وہاں کے باشندوں کو کسی قسم  
 کی احتیاج اور ضرورت نہیں ہے پھر خلیفہ ہارون الرشید نے بے شمار انعام اور خلعت وغیرہ عنایت  
 کر کے اس اموی کو دمشق واپس جانے کی اجازت دی اور منارا کو اُس کی اردلی میں دمشق تک جانیکا  
 کا حکم دیا اور ہایت کر دی کہ اس اموی کی نہایت ہی عزت اور احترام کرنا اور بہت خاطر و مدارات سے  
 اُس کے مکان پر اُس کو پہنچا کے آنا چنانچہ منارا اس کو بڑی عزت کے ساتھ دمشق واپس پہنچا کے آیا۔  
 جان اور آزادی دربار بغداد میں کسی طور سے محفوظ نہ تھی ایک دن جو شخص عزت پاتا تھا۔ اکثر ایسا  
 ہوتا تھا کہ دوسرے روز ذلت کے ساتھ زندان میں قید کر دیا جاتا تھا

ابو عتہاہیہ شاعر نامینا غالباً اندھے ہونے سے پیشتر خیزران والدہ ہارون الرشید کی ایک کنیز  
 غلبہ نامی پر عاشق ہو گیا تھا۔ اس کنیز نے اپنی مالکہ سے یہ شکایت کی کہ ابو عتہاہیہ شاعر میری نسبت اس  
 طرح کی شعر بناتا ہے جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اس امر کی میں نے ہی اس کو ترغیب دی ہے اور ایسے  
 اشعار سے میری بدنامی ہوتی ہے خیزران نے یہ تذکرہ خلیفہ مہدی سے کر دیا خلیفہ مہدی نے بطور تنبیہ  
 ابو عتہاہیہ کے خوب دے لگوائے لیکن ہارون الرشید جب تخت نشین ہوا تو ابو عتہاہیہ نے  
 اپنی توجہ اس کنیز کی جانب پھر مائل کی اور غلبہ کے اوپر ایک غزل بنائی جس کے دو شعر کا یہ مضمون ہے  
 خلیفہ کے غزال نے جان بچھایا اور میں شکار بن کر اس میں گرفتار ہو گیا۔ میں نہیں جانتا کہ اب اس

لے اول تو یہ قول بے دلیل ہے کیونکہ اس کی کوئی نظیر پام صاحب نے تحریر نہیں کی۔ اور قول بے دلیل بھی قابل وقعت اور لائق لحاظ نہیں ہوتا  
 اس بات کا بھی شکر ہے کہ مشر مذکور نے یہ بات اپنے خیال میں دربار ہی تک محدود رکھی۔ اگر تمام سلطنت پر اس خیال کو وسعت دے دے  
 تو لگتے وقت کون شخص مشر پام کا قلم روک سکتا تھا جب مشر پام نے باوجود اس کے کہ خود بھی اعتراف اور تسلیم کرتے ہیں الف لیلہ کے  
 جھوٹے افسانوں تک کا تذکرہ اس تاریخ میں کیا ہے کہ جن کا ذکر تاریخ میں کرنا بالکل بیجا ہے تو کیا اگر کوئی سچا واقعہ ہوتا تو وہ تحریر  
 نہیں کرتے؟ ضرور کرتے۔ ہاں کسی شبہ یا جرم پر ایسا ہونا ہو گا تو یہ عین مصلحت سلطنت کے مطابق بات ہوتی ہے۔ کونسی گورنٹ ایسی  
 ہو سکتی ہے کہ جو مشبہ جرم پر مجرموں کو ناخود نہیں کرتی برخلاف اس کے پام صاحب خود ہی بیان کرتے ہیں کہ معن ندیم پر ہارون الرشید کی قدر  
 خفا تھا مگر باوجود خفا کے دربار میں اس کا اتنا تک بند نہیں کیا اور پھر خوش ہو کر اس کو گورنر بصرہ مقرر کر دیا۔ آزادی کی بابت بھی  
 پام صاحب کا بے دلیل قول ظاہر ہے کہ جیسی آزادی سے لوگ خلیفہ سے گفتگو کر لیتے تھے اس کو خود مشر پام نے اس کتاب میں ذکر  
 کر دیا ہے۔ اب اعلاہ کی ضرورت نہیں۔ ۱۲۱۲

ابو عتہاہیہ  
 اور غلبہ کنیز

حال کی گرفتاری سے مجھے کیونکر رہائی ملے گی۔“

ہارون الرشید یہ شعر سن کر نہایت برا فروختہ ہوا اور اس قسم کے شعروں میں اپنا نام پڑا ہوا دیکھ کر اس نے اس کو ناقابل معافی جرم خیال کیا اس لئے حکم دیا کہ اس شاعر کو قید کر دیا جائے۔ البتہ عتابیہ وقت تھا کہ ہارون الرشید خالص شاعری کے طور کے خوشامدانہ الفاظ کی غزلوں سے بہت خوش ہوتا ہے اس لئے اپنی رہائی کے واسطے اس نے جلدیہ تدبیر کی کہ خلیفہ کی مدد میں ایک قصیدہ لکھا اسکے صلہ میں خلیفہ نے خوش ہو کر اس کو رہا کر دیا اور اس قدر اس سے خوش ہوا کہ البتہ عتابیہ سے اقرار کیا کہ اس کینیز کے ساتھ شادی ہو جانے میں تمہارے لئے کوشش کروں گا اور اگر وہ کینیز رضامند ہو جاوے گی تو میں تم دونوں کو بطور تحفہ شادی ایک رقم کثیر عطا کروں گا البتہ عتابیہ کے جانے کے بعد سلطنت کے دیگر امور میں ہارون الرشید اس قدر مصروف ہوا کہ البتہ عتابیہ سے جو اقرار کیا تھا وہ بالکل بھول گیا البتہ عتابیہ کو ایسا موقع نہیں ملا کہ وہ خود خلیفہ کو اس اقرار کی یاد دہانی کراتا اس لئے البتہ عتابیہ نے تین غزلیں بنائیں اور تین نیکھے لے کر ایک ایک غزل ان پر لکھی اور سرور کو اس بات پر راضی کر لیا کہ تو موقع مناسب دیکھ کر یہ نیکھے خلیفہ کے حضور میں پیش کر دینا ایک دن ہارون الرشید نے نیکھا منگایا مسمور نے وہی تینوں نیکھے پیش کر دیئے خلیفہ نے ایک نیکھے پر یہ دو تین شعر دیکھے جن کا مطلب یہ تھا کہ

”جب نسیم صبح کا جھوکا آتا ہے تو مجھے یہ امیہ ہوتی ہے کہ مجھ سے خلیفہ نے جو اقرار کیا تھا شاید اس کے ایفا کی خوشخبری دینے کے لئے آئی ہے اور تیری فیاضی کی خوشبو سے شرابور ہو کر جب نسیم سحری آتی ہے تو میں اس کو پہچان لیتا ہوں۔“

ہارون الرشید نے کہا کہ شعر تو اچھے کہے ہیں دوسرے نیکھے پر خلیفہ نے اور شعر دیکھے جن کا مضمون یہ تھا کہ

دوسری روح مثل ایک اصل گھوڑے کے اپنی گردن اٹھائے ہوئے اور پر شوق چال سے چل کر ہمیشہ تیرے حضور میں حاضر ہونے اور تیری فیاضی سے متمتع ہونے کیلئے آگے بڑھنا چاہتی ہے۔“

خلیفہ نے کہا مرحبا بہت خوب شعر کہے ہیں تیسرے نیکھے پر خلیفہ نے اور اشعار کہے ہوئے پائے تھے جن کا مطلب یہ تھا کہ۔

کبھی اوقات جھکو یا یوسی بھی ہو جاتی ہے لیکن امیہ فوراً اسی وقت آکر یہ کہہ کر دہارس بندھاتی

ہے کہ جس شخص نے میری کامیابی کی ضمانت کرنی ہے وہ تو بڑی عالیشان قوم سے ہے نا امید مت ہو۔ تو ضرور کامیاب ہوگا۔؟

خلیفہ کو اپنا اقرار یاد آگیا اور اس نے فوراً بوعتا ہیہ کو بلوایا اور اقرار کیا کہ کل انشاء اللہ میں تمہارے کام میں حتی المقدور کوشش کرونگا۔ خلیفہ نے اسی وقت اس کینز سے یہ کہلا بھیجا کہ میں شام کو تجھ سے ملنے آؤں گا کیونکہ مجھے تجھ سے ایک کام ہے اور وہ کام میں خود ہی تجھ سے کہونگا مقررہ وقت پر خلیفہ عقبہ کے مکان پر پہنچا اور عقبہ سے کہا کہ جو کچھ میں تم سے کہنا چاہتا ہوں اس کے کہنے سے پیشتر تم مجھ سے اس بات کا اقرار کرو کہ تم اس بات کو قبول کر لو گی اور انکار نہ کرو گی اس نے جواب دیا کہ میں آپ کی کینز ہوں میں آپ کا حکم سوائے بوعتا ہیہ کے معاملہ کے منظور کر لوں گی۔ کیونکہ میں نے آپ کے والد متوفی سے یہ اقرار کر لیا تھا اور اس حلف سے اقرار کیا تھا کہ جس حلف سے ہر نیک و بد شخص پابند ہو سکتا ہے میں نے یہ حلف اٹھائی تھی کہ اگر میں بوعتا ہیہ سے نکاح کروں تو میں پاپادہ مکہ شریف کے حج کے لئے جاؤں اور جوہنی کہ ایک بار یہ زیارت کعبہ شریف ختم ہو تو میں فوراً اسی وقت دوسری دفعہ حج کے لئے پھر جاؤں اور اس کی بجائے اگر میں اس کا کفارہ دینا چاہوں تو کوئی ایسا کفارہ قابل قبول نہ ہوگا اور یہ بھی حلفیہ اقرار کیا تھا کہ میرے پاس جو کچھ مال و اسباب کا سو ایک نماز کے مصلے کے وہ سب خدا کی راہ پر محتاج اور مساکین کو دیدہ ونگی یہ کہہ کر یہ کینز خلیفہ کے قدموں پر گر پڑی اور بہت روئی اور اس سے التجا کی کہ آپ اس کام سے مجھے معاف رکھیں۔ خلیفہ نے اس کینز سے اقرار کیا کہ میں آئندہ تجھے اس معاملہ میں تکلیف نہیں دوں گا۔ دوسرے دن بوعتا ہیہ اپنی پوری کامیابی کی امید میں خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا لیکن خلیفہ نے اس سے کہا کہ تم مسرور و رشید اور دیگر بلازموں اور غلاموں سے پوچھ لو میں نے تمہارے لئے حتی الامکان کوشش کی۔ مگر میں اس کینز کو تمہارے ساتھ شادی کرنے پر راضی نہیں کر سکا یہ غریب شاعر جو معلوم ہوتا تھا کہ اس کینز پر بہت فدا اور فریفتہ تھا یہ ناامیدی کی خبر سن کر ایسا مایوس ہوا کہ اس نے درویشانی لباب اختیار کر لیا اور ساری عمر تجرو میں گزارنے کا ارادہ کر لیا بوعتا ہیہ نے اپنی اس معشوقہ کے فراق میں اور حیرت میں جو غزل کہی ہے اس میں دو شعروں کے مضمون کا مطلب حسب ذیل ہے

میں نے امید وراہل کی تمام مضبوط مضبوط رسیوں کو کاٹ کر علیحدہ علیحدہ کر دیا ہے اور

اپنے اونٹ کی پشت کے اوپر سے کاٹھی اتار لی ہے اس لئے کہ مایوسی اور نامرادی کی سردی نے میرے  
 دل پر جگہ کر لی ہے اور قیام کرنے یا آگے سفر کرنے کی مجھے بالکل پروا نہیں ہے۔  
 خلیفہ ہارون الرشید کو دریائے دجلہ کی سیر کرتے ہوئے ملاحوں کے راگ سننے کا بہت شوق  
 تھا لیکن ان کا تلفظ بہت خراب ہوتا تھا اور نامناسب اور غیر مربوط الفاظ جو ان کی گفتگو میں  
 ہوتے تھے اُس سے خلیفہ کے کان جو خالص عربی زبان سے واقف تھے محض نا آشنا تھے  
 اور ملاحوں کی غلط مدح عربی سے اُس کی طبیعت بہت گھبراتی تھی۔ ہارون الرشید نے ایک دن  
 اپنے ندمیوں کو حکم دیا کہ کسی شاعر کو بلواؤ اور ایک غزل بنواؤ جس کو ملاح اپنے لہجے میں گاویں تاکہ جیسی  
 یہ ملاح اپنے راگوں میں غلطیاں کرتے ہیں وہ نہ ہوویں۔ معلوم ہوا کہ ابو عتاسیہ ہی ایک ایسا شخص  
 ہے جو یہ کام کرے۔ وہ طبرستان سے انجام دیکھتا ہے۔ اُس وقت ابو عتاسیہ قیام خانہ میں مقید تھا ہارون الرشید  
 نے ابو عتاسیہ کے پاس کسی آدمی کو بھیجا اور حکم دیا کہ اس طرح کی غزل بنوا کر جلد لے آؤ۔ ابو عتاسیہ جو اس  
 حکایت کا راز فہم نہ تھا بیان کرتا ہے کہ چونکہ خلیفہ نے میری رہائی کی بابت کچھ تذکرہ نہیں کیا اس لئے  
 نہ ایسی غزل بنانا چاہتا جس کو سن کر مجھے خوش ہونے کے خلیفہ کو رقت ہو اور رونا آوے۔ ایسی غزل  
 بنا کر میں نے اُس آدمی کو دیدی یہ غزل ایسا تکسب عربی کتابوں میں موجود ہے اور بہت ہی عمدہ غزل  
 ہے لیکن یہ غزل کوئی غیر معمولی یا عجیب قسم کی نہیں ہے انسانی خواہشات کے فانی ہونے اور  
 موت کے یقینی آمد پر یہ غزل ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان اشعار نے خلیفہ پر وہی اثر کیا جیسا کہ ابو عتاسیہ  
 کی تمنا تھی جب ملاحوں نے یہ غزل گائی تو ہارون الرشید اس قدر زار و قطار رویا کہ مجبوراً فضل  
 بن ربیع وزیر اعظم نے اُن ملاحوں کو چپ کرادیا۔ قدیم مورخین کا بیان ہے کہ اُس زمانے میں ہارون الرشید  
 ایسا رقیق القلب ہو گیا تھا کہ ذرا سے رجم کے ذکر پر اُس کے آنسو کل آتے تھے۔  
 خلیفہ کی خود سزا نہ کارروائی کی ایک اور مثال حسب ذیل ہے۔

صالح بن مہران جو ہارون الرشید کے مقررین میں سے تھا بیان کرتا ہے کہ ایک دن خلیفہ نے  
 مجھ کو بلا یا جب میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ ہارون الرشید بڑا غمگین اور رنجیدہ بیٹھا ہوا ہے  
 چند لمحوں کے بعد خلیفہ نے اپنا سر اُپر اٹھایا اور فرمایا کہ اسی وقت روانہ ہو اور منصور ابن زیاد  
 سے ایک کروڑ درہم وصول کرو اور اگر وہ روپیہ ادا کرنے سے انکار کرے تو اُس کا سر کاٹ کر پیش کرو اگر

ہارون الرشید  
 کی نرم دلی

تو نے کچھ پس و پیش کیا اور میرے حکم کی تعمیل نہ کی تو میں اپنے باپ مہدی کی روح کی قسم کھا کر کہتا ہوں  
 کہ پھر میں تیرا سر کاٹ ڈالوں گا۔ صالح نے دریافت کیا کہ امیر المؤمنین! اگر منصور ایک حصہ زر فوراً  
 ادا کر دے اور بقایا کی ادائیگی کے لئے دوسرے دن کے لئے کسی کی ضمانت دیدیوے تو اس  
 حالت میں کیا کیا جائے۔ خلیفہ نے کہا کہ اگر وہ آج ہی ایک کروڑ درہم نقد نہ دیوے تو اس کا سر کاٹ  
 ڈالنا پس اب جا اور زیادہ مجھے یہودہ گفتگو نہ کر، صالح کو یقین ہو گیا کہ خلیفہ منصور کے قتل کے درپے  
 ہے وہ وہاں سے بہت پریشان روانہ ہوا۔ کیونکہ منصور اس کا دوست تھا اور بغداد کے مشاہیر میں  
 بہت ہی مقدر تھا صالح سیدھا منصور کے گھر گیا اور اس کو الگ لیجا کر تمام کیفیت اس سے بیان کی  
 منصور نے اپنے تئیں صالح کے پیروں میں ڈال دیا اور رو کر کہا کہ امیر المؤمنین میرے قتل کے درپے ہیں  
 کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ میرے پاس اس قدر روپیہ ساری عمر میں کبھی بھی جمع نہیں ہوا۔ پھر میں  
 اس قدر روپیہ ایک دن میں کیسے مہیا کر سکتا ہوں۔ برائے خدا ایک مہربانی کرو اور وہ یہ کہ  
 مجھ کو میرے گھر جانے دو تاکہ میں سب سے آخری ملنا مل کر رخصت ہو آؤں اور جس قدر میری جائداد ہے  
 وہ میں تم کو سپرد کر دوں تم میرے مرنے کے بعد اس کو تقسیم کر دینا اس کا رروائی سے تمہارا کچھ  
 نقصان نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ جب میں اپنے بچوں سے رخصت ہو چکوں اور تم کو روپیہ دے چکوں  
 تو تم میرا سر کاٹ ڈالنا اور خلیفہ سے جا کر کہدینا کہ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گئی صالح نے منصور کی یہ درخواست  
 منظور کر لی۔ اس کے گھر والوں سے اس کو ملنے دیا اور جب یہ غم انگیز اطلاع منصور کے گھر میں معلوم  
 ہوئی تو رونے کے غل و شور سے منصور کے گھر میں ایک کھرام مچ گیا۔ صالح نے منصور سے کہا کہ اب تم  
 جس طرح چاہو اپنی جائداد کا انتظام کر دو اور منصور کو کسی جگہ قتل کرنے کے لئے لیجانے ہی کو تھا کہ منصور  
 نے مایوسی کی حالت میں اس سے کہا کہ اے صالح! گذشتہ زمانے میں ہارون الرشید کے  
 خلیفہ ہونے سے پیشتر یحییٰ بن خالد برکی کے ساتھ میری لڑائی ہو گئی تھی اس وقت سے یحییٰ مجھ کو  
 ہمیشہ ستاتا اور دق کرتا رہا۔ سوائے ایک موقع کے جبکہ دو ایفقی نے مجھ سے ناراض ہو کر مجھ کو سزا دینے کے  
 لئے مجھے یحییٰ برکی کے سپرد کیا اس وقت یحییٰ نے مجھ پر بڑی مہربانی فرمائی اور خلیفہ سے سفارش کر کے  
 میری جان بخشی کرائی۔ یحییٰ کا گھر راستہ میں واقع ہے تم وہاں مہربانی کر کے مجھے لے چلو شاید وہ میری

لے لو جعفر منصور جو خاندان خلفاء عباسیہ کا دوسرا خلیفہ اور ہارون الرشید کا داد کھابوہ طامح اور اچھی ہو سیکے روایتی  
 پائی ہے کرتے والا، کے لقب سے مشہور ہو گیا تھا۔ ۱۲ مصباح

حالت زار دیکھ کر مجھ پر رحم کر کے صلح اس بات پر راضی ہو گیا اور منصور کے ساتھ یحییٰ کے مکان پر  
اُس وقت پہنچا جبکہ یحییٰ نماز پڑھ ہی چکا تھا یحییٰ نے منصور کی مصیبت اور بے چینی دیکھ کر اُس کا  
سبب دریافت کیا جب اُس کا حال معلوم ہوا تو اقرار کیا کہ میں تجھے ہر طور سے مدد دوں گا۔ یحییٰ نے  
اپنے خزانچی کو بلوایا معلوم ہوا کہ جس قدر روپیہ منصور کو چاہئے اُس قدر خزانہ میں موجود نہیں ہے لیکن  
فضل اور جعفر اپنے دونوں بیٹوں کے یہاں سے روپیہ منگوا کر ستر لاکھ درہم جمع کر دیا باقی کیلئے یحییٰ نے  
کل کا اقرار کیا صلح نے یحییٰ سے کہا کہ ہارون الرشید نے قطعی حکم دیدیا ہے کہ آج ہی سب مطالبہ منصور  
سے وصول کر لیا جاوے اور اگر وصول نہ ہو تو اُس کا سر کاٹ ڈالا جائے جعفر نے جب یہ حال سنا  
تو اپنی ایک ممتا کنیز کو ہارون الرشید کی بہن فاطمہ کے بھیج کر جس قدر روپیہ کہ منصور کے مطالبہ میں کم تھا  
اُس سے مستعار منگوا یا۔ یہ شہزادی فاطمہ بڑی فیاض عورت تھی اُس نے اپنے گلے کا ایک شیش بہا ہار  
اس کنیز کو دیدیا جس کی قیمت اسی قدر تھی کہ جتنی رقم جعفر نے مستعار منگائی تھی یحییٰ نے اس طرح سے ایک  
کر ڈر درہم جمع کیا کہ یہ سب روپیہ منصور کے ہمراہ جمالوں کے سر پر رکھوا کے بھیج دیا۔ خلیفہ نے صلح سے  
دریافت کیا کہ یہ سب روپیہ کس طرح سے وصول ہوا اور جب اُس کو تمام کیفیت معلوم ہو گئی تو حکم دیا کہ وہ  
خزانے میں داخل کر دیا جائے اور منصور کو رہا کر دو اور یحییٰ کو اپنے حضور میں بلوایا۔ جب یحییٰ حاضر ہوا  
تو اُس نے خلیفہ کو نسبت سابق کے بہت رنجیدہ اور اندوہناک پایا یحییٰ کو خوف ہوا کہ میں نے  
جو منصور کی کاروائی کر دی ہے کہیں اُس کی وجہ سے میرے اوپر کوئی آفت نازل نہ ہو لیکن یحییٰ نے  
اپنی عقلمندی اور خوش بیانی سے فوراً خلیفہ کو راضی کر لیا اور دریافت کیا کہ امیر المؤمنین منصور پر  
آپ کی اس قدر خفگی کا کیا باعث تھا ہارون الرشید نے جواب دیا کہ کچھ تو یہ وجہ تھی کہ مجھے اُس پر شبہ  
ہو گیا تھا کہ منصور یا غی اور غدار ہو گیا ہے۔ وفادار نہیں رہا۔ لیکن خاص وجہ یہ ہے کہ منصور تم سے بہت  
خراب سلوک کیا کرتا تھا۔ محسن کش تھا۔ حالانکہ تم نے اب بھی اُس کی جان بچائی۔ ہار کا معاملہ یحییٰ کے  
دل میں ابھی کھٹکتا تھا۔ خلیفہ نے خود ہی یحییٰ سے کہا کہ تم نے شہزادی فاطمہ سے ہار منگایا۔ یہ بہت بڑی  
بات ہوئی۔ وزیر نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین اجیب انسان پر اللہ تعالیٰ کوئی مصیبت ڈالتا ہے۔  
تو انسان اُس سے خلاصی پانے کے لئے ہر کسی سے مدد چاہا کرتا ہے۔ یہ سن کر ہارون الرشید نہیں  
پڑا۔ لیکن شہزادی فاطمہ کو بلا کر اُس کو بہت برا بھلا کہا کہ تم نے اس کام میں کیوں شرکت کی

بریکوں کی  
فیاضی اور یحییٰ  
کی حکایت

فاطمہ نے جواب دیا کہ میں بھی برکی کو مثل اپنے باپ کے سمجھتی ہوں اس لئے اس کی اس حقیقت در خواست مدد کو میں نے رو نہیں کیا۔ خلیفہ کو اس جواب سے تسکین ہو گئی اور وہ ہار شہزادی فاطمہ کو واپس دیا لوگوں کا اثر وہام جو خلیفہ کے ایوان کے دروازہ کے باہر جمع ہو گیا تھا بچھی اور منصور کو زندہ آتے دیکھ کر بہت ہی متحجب ہوا۔ برکیوں کی فیاضی اور شرافت اور ان کے آقا کی مطلق العنانی اور لالچ اور اسکی حکومت میں جان و مال کی خطرناک طور سے غیر محفوظی کو اس واقعہ سے زیادہ اور کوئی واقعہ اچھی طرح سے ظاہر نہیں کر سکتا۔ بدقسمت خاندان برامکہ کے باقی ماندہ اشخاص کی ایک حکایت مشہور ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے کے عرب اپنے سے بڑے درجے کے لوگوں کو اپنی روزمرہ کی سادہ گفتگو میں ذومعانی الفاظ کے ذریعے سے اس طور سے لعن و نفرین کر جاتے تھے کہ بظاہر وہ الفاظ وعاشیہ معلوم ہوتے تھے اور نیز اسی حکایت سے ہارون الرشید کی نہایت درجے کی فہم و فراست۔ علم و فضیلت اور ہنسیاری

لے خاندان برکی مسلمانوں میں ایک بہت ہی فیاض خاندان ہوا برکیوں نے اپنے زمانے میں عالم طائی کے نام کو اپنی فیاضی اور سخاوت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں سے محو کر دیا تھا اس خاندان کے تین شخص بھی اور فضل اور جعفر برکی بہت ہی مشہور و معروف اور فیاض گزرے ہیں ان کی فیاضی اس قدر تھی کہ اپنا کل فنی مال و اسباب تمندوں اور محتاجوں کو دیکر گرہا جتھما اور طلب کرتے اور ان کے پاس کچھ نہ ہوتا تو بیت المال میں سے دیدیتے تھے خلیفہ ہارون الرشید اپنی علو و صلوگی اور فیاض طبعی کی وجہ سے دانستہ اکثر چشم پوشی کر جاتا تھا مگر تک بقول ع رنگ لاوگی ہماری فاقمستی ایک دن جعفر برکی کے قتل کے سببوں میں سے مورخین نے ایک سبب یہ بھی لکھا ہے کہ اس نے اپنی سخاوت اور ایشاری کی وجہ سے خزانہ کو خالی کر دیا تھا مگر پام نے جو یہ تحریر کیا ہے کہ ہارون الرشید کی حکومت میں جان و مال کی غیر محفوظی خطرناک طور سے تھی اور اس کی تمثیل لگی ہے اور لکھا ہے کہ اس واقعہ سے زیادہ اور کوئی تمثیل اس کی حکومت میں غیر محفوظی جان و مال کی نہیں ہے مگر پام نے خود ہی حصر کر دیا ہے ورنہ سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ اس حکایت سے اس کا کس قافلہ یا رقم مترشح ہوتا ہے مگر تاہم دو چار نقطہ کہے بغیر اس کی تشریح نہیں ہو سکتی اور وہ یہ ہیں کہ شاید مگر پام کو یہ یاد نہیں رہا کہ منصور باوجود اسکے کہ ایک کروڑ درہم بہت مال میں سے اڑا چکا تھا پھر بھی اپنی جان سلامت لے گیا عربی کتابوں میں مرقوم ہے کہ عین اور تغلب کی وجہ سے خلیفہ نے منصور پر اس قدر سختی کی تھی مگر مگر پام نے اس کا کوئی سبب نہ معلوم کیوں نہیں لکھا وہ زمانہ اس قدر تہذیب کا زمانہ نہ تھا کہ کل تو تہذیب کا زمانہ سمجھا جاتا ہے مگر کیا مگر پام کسی تہذیب گورنمنٹ کی ایسی ایک بھی مثال دے سکتے ہیں کہ جس میں کسی شخص نے خیانت مجمانہ سے ایک کروڑ درہم تو بہت بڑی رقم ہے اس کا سزا رواں حصہ بھی عین یا خورد برد کر لیا ہوا اور ایسے شخص کو سخت سخت قید یا مشقت کی سزا نہ دی گئی ہو؟ اور پھر جو شخص کہ عادی مجرم اور قبالی ہو اس کو تو دگنی سزا آج کل تہذیب ممالک میں بھی دی جاتی ہے باوجود کہ منصور عادی اور قبالی مجرم ہے مگر ہارون الرشید نے اسکو رہا کر دیا۔ یہاں امر کہ منصور کو قتل کا خوف دیا گیا اس کے جواب میں کتاب ہذا کے باب چہارم کے اخیر مگر پام نے جو لکھا اس کو یہی لکھ دینا کافی معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید کے حالات لکھتے ہوئے ہم کو ان کا موازنہ زمانہ حال کی خوبوں اور نیکیوں کو سند گران کر ہرگز ہرگز نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ بات لازمی اور ضروری ہے کہ ہم اس خلیفہ عالی شان کے زمانہ کی پوچھ گچھ مصلحتوں پر پورا پورا خیال دوڑانیا کریں تا اس وقت قتل ہی کے خوف سے ایسے مقتدر شخص سے روپیہ وصول ہو سکتا ہوگا خلیفہ ہارون الرشید کو اگر وہ حقیقت اس کا قتل کرنا منظور ہوتا تو وہ اپنی بہن کا یا منصور کی جانب سے اس کی ادائیگی رقم واجب اللاد میں کیوں قبول کر لیتا ہر کوئی منظور کر کے فوراً منصور کو قتل کر دیتا مگر نہیں ہارون الرشید کی جملی اور انصاف نے یہ بات گوارا نہ کی اور وہ ایسے ظلم کیوں کرتا کیونکہ شریعہ ہی سے اس تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی باقی ظلم کی عادت اس کی ہرگز نہیں تھی چنانچہ خود مگر پام لکھتے ہیں کہ خلیفہ ہارون الرشید نے اس کو رہا کر دیا۔ مصباح مترجم۔

عربوں کی ذہانت  
اور ہارون الرشید  
کی فراست

ظاہر ہوتی ہے کہ وہ فوراً اس قسم کی گفتگو سمجھ جاتا تھا۔ ایک دن دربار عام میں بہت سے امراء سلطنت اور اعیان مملکت حاضر تھے کہ اتنے میں ایک عورت خلیفہ کے حضور میں آئی اور خلیفہ کو مخاطب کر کے یہ دعا دی کہ "امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں میں راحت اور ٹھنڈا کر دیوے اور جو کچھ خدا نے تم کو دیا ہے اس میں تمکو فرحت بخشے کیونکہ تم نے انصاف کیا اور تم قاسط (منصف) ہو" ہارون الرشید نے اس عورت کی دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں خاندان براء میں سے ہوں جس کے مردوں کو تم نے مار ڈالا اور جن کی دولت تم نے چھین لی ہے خلیفہ نے جواب دیا کہ تمہارے مردوں کی بابت تو جو کچھ خدا کا حکم تھا وہ ہو چکا اور ان کی دولت جہاں سے آئی تھی وہیں چلی گئی۔ پھر خلیفہ نے اپنے درباریوں کی جانب مڑ کر پوچھا کہ آیا جو کچھ اس عورت نے کہا ہے اس کو تم بھی سمجھے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اس نے آپ کو دعا دی ہے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ نہیں۔ تم اس عورت کا مطلب نہیں سمجھے۔ سو جب اس عورت نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کو آرام دیوے تو اس کہنے سے اس کا یہ مطلب تھا کہ میری آنکھیں حرکت نہ کریں آرام و سکون سے ہو جاویں اور آنکھیں آرام و سکون اور بچھرتی ہیں جب ہی ہوتی ہیں جب آدمی اندھا ہو جاتا ہے یا مر جاتا ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ میں اندھا ہو جاؤں یا مر جاؤں اور جب اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اس میں فرحت بخشے تو اس کہنے میں اس نے قرآن شریف کی اس آیت کا حوالہ دیا ہے "رَحْمَتِي اِذَا مَرَّ جُورًا اَوْ اَتَا اَخْتًا نَاهِم بَغْتَةً" اور جو تمہیں ان کو دی گئی تھیں اس کو پا کر خوش ہوئے پھر عنے انکو سزا دی "اور جب اس نے یہ کہا کہ تو نے انصاف کیا اور تو قاسط ہے تو یہ آخری فقرہ اس نے حد سے گزرنے والے کئی معنوں میں استعمال کیا جیسا کہ قرآن شریف میں "وَاِنَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِحُجْرَتِنَا" یعنی جنہوں نے سرتابی کی وہ دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔"

قرآن شریف کی عبارت سے اپنے دل بھلاؤ کاموں کی تطبیق کرنا خلیفہ کے خاندان کی مشہور لیاقت تھی۔ ہارون الرشید کی ایک بہن علیہ نامی بڑی صاحب علم لیاقت والی اور مشہور شاعرہ تھی اپنے اشعار میں ایک نوعمر غلام کی بہت تعریف باندا تھی اس غلام کا نام ظل (شبیم) تھا علیہ کو اس سے بہت انس و محبت تھی۔ ہارون الرشید کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اس نے علیہ کو منع کر دیا کہ آئندہ سے اس غلام کا نام نہ لینا۔ ایک دن ہارون الرشید علیہ کے مکان کے پاس سے جا رہا تھا اس نے چھپکے علیہ کی باتیں سننا چاہیں۔ علیہ اس وقت قرآن شریف کی تلاوت کر رہی تھی جب وہ اس آیت پر پہنچی

علیہ اور  
غلام



اصحاب و اہل فائت اکلہا ضعفین فان لم یصبرہا و اہل فطل یعنی جب اس پر پینہ برسا تو دونا پھل اس میں سے پیدا ہوا۔ اور جب بارش اس پر نہ گری تو اس پر شبنم گرتی ہے۔ علیہ نے آخری لفظ قتل کہنے کی بجائے یہ پڑھا تو اس پر وہ چیز گرتی ہے جس کا نام لینے سے امیر المؤمنین نے مجھے منع کر دیا۔ یہ سنکر ہارون الرشید سے سنسی ضبط نہ ہو سکی سنس پڑا علیہ کے پاس جا کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا کہ میں آئندہ کے لئے تم کو اجازت دیتا ہوں۔ تم ظل کہا کرو۔

زبیرہ خاتون  
اور علیہ

ہارون الرشید کی عزیز بیوی زبیرہ خاتون کے ساتھ علیہ بہت پیار و اخلاص سے رہا کرتی تھی اور جب کہی ان زن و شوہر کی آپس میں شکر رنجی ہو جاتی اور اس شکر رنجی کا باعث زیادہ ہارون الرشید ہی ہوا کرتا تھا کیونکہ وہ زبیرہ کے اشتعال طبع کے اسباب پیدا کر دیتا تھا۔ تو علیہ اپنی موسیقی اور شاعرانہ لیاقت سے دونوں میں صفائی کر دیتی تھی ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ خلیفہ نے اپنی ایک نئی بیوی سے ربط و ضبط بڑھا لیا اور زبیرہ کی جانب سے لاپرواہی ہو گیا۔ زبیرہ نے علیہ سے اس بات کی شکایت کی علیہ نے اقرار کیا کہ میں ہارون الرشید کو پھر تمہاری جانب مائل کر دوں گی۔ اس لئے اس نے راگ کا ایک عمدہ لہجہ بنا کر اور مناسب الفاظ کا ایک گیت جوڑ کر اپنی اور زبیرہ خاتون کی مغنیہ کنیزوں کو یہ گیت اور لہجہ سکھا دیا۔ پھر ان کنیزوں کو بڑی بڑی زرق برق پوشاک پہنا کر یہ دونوں شہزادیاں ان کنیزوں کے ساتھ یکا یک اس محل میں جا پہنچیں جہاں ہارون الرشید بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا اور وہاں پہنچتے ہی نہایت خوش الحانی سے راگ گانا شروع کر دیا۔ ہارون الرشید کے دل پر اس راگ کا بہت اثر ہوا وہ اٹھا اور اپنی بیوی زبیرہ سے صفائی کر لی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر بٹھا لیا اور تمام دن زبیرہ خاتون کے پاس رہا خلیفہ نے کہا جیسا آج کا دن خوشی میں گزارا ہے میری ساری عمر میں ایسا دن کوئی نہیں گزارا۔

فضل برکی  
اور علیہ

فضل برکی کی شہزادی علیہ کے مکان پر جانے کی بابت ایک حکایت ہے اگرچہ اس میں کوئی خاص بات قابل تذکرہ نہیں ہے لیکن اس سے خلیفہ ہارون الرشید کے محل کے خانگی انتظامات کا حال معلوم ہوتا ہے فضل نے جس طور سے یہ حکایت بیان کی اسی طور سے یہاں تحریر کی جاتی ہے فضل جب یہ حکایت اپنے باپ یعنی برکی سے کہہ رہا تھا تو جعفر کے ایک بیٹے نے اپنے بچپن کے زمانے میں یہ حکایت سن لی تھی اور وہی اس حکایت کو بیان کرتا ہے۔

فضل نے کہا کہ "اے باپ! امیر المؤمنین میرا ہاتھ پکڑ کے مجھے ایک کوٹھڑی میں لیکئے وہاں سے

راستہ ایک اور کمرے میں جاتا تھا اس کمرہ کے دروازہ پر قفل لگا ہوا تھا جب قفل کھولا گیا تو جس قدر غلام خادم ساتھ تھے۔ امیر المؤمنین نے سب کو وہاں سے رخصت کر دیا۔ اس کمرہ کے اندر میں اور امیر المؤمنین گئے وہاں میں ایک اور قفل دروازہ ملا جس کو خلیفہ نے خود اپنے ہاتھ سے کھولا جب ہم اس میں داخل ہو گئے تو خلیفہ نے اندر کی جانب سے بند کر کے تالا لگا دیا۔ پھر ہم ایک قبہ دار کمرہ میں پہنچے اور وہاں ایک کوٹھڑی کے دروازے پر کھڑے بیٹھے۔ ہم کو اس کوٹھڑی میں سے آواز سنائی دی امیر المؤمنین وہاں بیٹھ گئے اور آہستہ سے اپنی دونوں تھیلی بجائیں تالی بجتے ہی ایک ایسی خوش الحان آواز ایک بانسری پر غزل گاتے ہوئے سنائی دی۔ اور وہ غزل میری ہی بنائی ہوئی تھی۔ میں اس غزل کو سن کر ایسا مسرور اور متاثر ہوا کہ امیر المؤمنین وہاں نہ ہوتے تو میں اپنا سر دیواروں سے ٹکرا کر توڑ ڈالتا۔ پھر یہ لہجہ تبدیل ہو گیا اور کمرہ کے اندر سے علیہ کے لہجہ میں گانے کی آواز آئی یہ لہجہ سن کر امیر المؤمنین پر اور مجھ پر وجہ کی حالت طاری ہو گئی۔ امیر المؤمنین نے کہا کہ اب یہاں چلو ورنہ ہمارا برا حال ہو جاوے گا۔ ہم وہاں سے چلے آئے ہم جب محل کی ڈیوڑھی پہنچے تو امیر المؤمنین نے میرا ہاتھ پکڑ کے مجھ سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ یہ کون عورت گاری تھی؟

میں نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! میں نہیں جانتا۔ خلیفہ نے کہا کہ اگر میں تم کو اس عورت کا نام نہ بتلاؤنگا تو میں جانتا ہوں کہ تم سرکسی سے اسکا نام دریافت کر لو گے اس لئے میں ہی تم کو بتلائے دیتا ہوں کہ وہ علیہ میری بہن تھی۔ اور واللہ! اندر میں بارہ اگر تم نے ایک حرف بھی زبان سے کہیں نکالا تو یقین رکھو کہ میں تم کو قتل کرونگا۔

الف لیلا کے افسانوں میں زبیدہ خاتون کا بہت ذکر ہے۔ نیز عربی کی دیگر کتابوں میں جہاں کہیں ہارون الرشید کا ذکر مندرج ہے اس میں زبیدہ خاتون کا حال بھی ضرور ہوتا ہے ان کتابوں میں سے چند واقعات کا یہاں تحریر کرنا مناسب ہوگا جیسا کہ میں نے پیشتر تحریر کیا ہے زبیدہ خاتون ہارون الرشید کے چچا کی بیٹی اور اس کی خاص بیوی تھی خلیفہ پر اس کا بہت اقتدار و اثر تھا حالانکہ خلیفہ کی سخت مزاجی سے یہ ایک تعجب کی بات معلوم ہوتی ہے لیکن دراصل یہ بات ہے کہ ایسی حالت میں جتنا کہ اس کا اثر خلیفہ پر ہونا چاہیے تھا اس سے بہت زیادہ تھا۔ زبیدہ خاتون کی حسد کی عادت زیادہ تھی خلیفہ ہارون الرشید جب مسروں سے محبت کرتا یا دل بھلاؤ باتیں کرتا جو زبیدہ خاتون کے مزاج کے موافق نہیں ہوتی تھیں

زبیدہ خاتون  
کا اقتدار

تو ان کی بابت زبیدہ خاتون اکثر اپنے شہنشاہ خاوند کو نصیحت یا اس سے شکایت کر دیتی تھی۔  
ایک دن ہارون الرشید بہت رنجیدہ اور غمگین بیٹھا ہوا تھا ابو نواس اس کے حضور میں حاضر ہوا اس  
خلیفہ کو خوش کرنے اور سہانے کی کوشش کی لیکن خلیفہ کو سہنی نہیں آئی۔ آخر کار اس نے طرفین نے  
کہا کہ امیر المؤمنین! آپ آج اس قدر رنجیدہ کیوں ہیں؟ واللہ! میں نے آپ کا اتنا کسی شخص کو ایسا  
نہیں دیکھا جو اپنے اوپر اس قدر ظلم رکھتا ہے۔ آپ دنیا اور دین دونوں کی خوشیاں کیوں حاصل  
نہیں کرتے جبکہ یہ باتیں آپ کے اختیار میں ہیں عقبی میں خوشی اور ثواب حاصل کرنے کے یہ طریقے ہیں  
کہ محتاجیں اور مساکین اور یتیموں کو فی سبیل اللہ خیرات دیکرائیں کی دستگیری کیجئے۔ مکہ شریف جا کر  
حج کریئے مسجدوں کی مرمت کرائئے۔ مدرسے اور مکتب جاری کیجئے اور اپنی سلطنت کے ہر صیغہ کے  
ترقی ہونے میں کوشش کیجئے۔ ایسے سب امور کی بابت آپ کو دین میں جزا ملے گی اور اس دنیا کی خوشی  
اور عیش و آرام کے یہ کام ہیں کہ عمدہ عمدہ نفیس کھانے کھائیے اور شربت پیجئے۔ ہرینہ یا حجازی روم اور عراق کی  
ماہر و اور خوبصورت عورتوں کو چاہئے وہ بلند بالاہوں یا متوسط یا پستہ قدہوں اپنے گرد جمع رکھئے  
جن کی عقل ان کی شکل کے مانند منور اور ان کی زبان ان کی آنکھوں کی چمک کی مانند فصاحت و بلاغت  
رکھتی ہو ابو نواس نے ایسی سلسل اور عمدہ تقریر کی کہ خلیفہ کی پریشانی اور سستی جاتی ہی رہی خلیفہ کو راضی کر کے  
ابو نواس اپنے گھر روانہ ہوا۔ ابو نواس کے جاتے ہی زبیدہ خاتون ہارون کے پاس آئی اور خوشامد وغیرہ  
کر کے خلیفہ کو اس بات پر راضی کر لیا کہ ابو نواس نے آپ کے حضور میں جو باتیں کہیں وہ آپ سے مجھ سے بیان کریں  
خلیفہ نے بیان کر دیں زبیدہ خاتون نے خلیفہ سے کہا کہ ابو نواس نے آپ کو ایسی نصیحتیں کیں کہ آپ اسکو چھڑکا نہیں  
خلیفہ نے جوابدہ یا کہ ایسی اچھی نصیحتوں پر اسکو چھڑکنے کی ضرورت تھی؟ یہ سن کر زبیدہ خاتون غصہ میں بھر کر  
خلیفہ کے پاس سے چلی گئی اپنے محل میں پہنچ کر اس نے اپنے غلاموں کو بلوایا اور ان کو حکم دیا کہ ابو نواس کے گھر  
جا کر اس کو خوب پٹو۔ غلام ابو نواس کے گھر گئے۔ وہاں اس کو خوش ہوا پایا کیونکہ وہ خلیفہ کو راضی کر کے اور  
اس کا غم غلط کر کے آیا تھا اس کو یہ امید تھی کہ خلیفہ میری باتوں سے راضی ہوا ہے وہ یقیناً مجھے انعام بھیجے گا  
کہ یکایک یہ غلام چلیں اور ابو نواس کو اس قدر مارا کہ اگر اس کی بیوی بیچ میں پڑ کر اسکو نہ بچاتی تو وہ <sup>حقیقت</sup>  
ابو نواس مر جاتا۔ ابو نواس کو اس قدر سخت چوٹ آئی کہ وہ کئی دن تک صاحب فراش بنار ہارون الرشید  
کو اس بات کی کچھ خبر نہ تھی۔ ایک دن اس نے مسرور کو بھیجا ابو نواس کو بلوایا۔ مسرور ابو نواس کا یہ حال دیکھ کر

ابو نواس اور  
زبیدہ خاتون

بہت متعجب ہوا۔ مگر وہ ترغیب دے دلا کر ابو نواس کو خلیفہ کے حضور میں لے گیا۔ خلیفہ اُس سے نہایت مہربانی سے پیش آیا اُس کو بیٹھنے کا حکم دیا اور پوچھا کہ کیا وجہ تھی جو تم اتنے دنوں سے دربار میں نہیں آئے ابو نواس نے خلیفہ کے حضور میں آتے ہوئے ایک دروازہ کھلا ہوا دیکھ لیا تھا جس پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا اور اس میں ایک شخص نظر آتا تھا ابو نواس نے اپنی ہشیاری سے یہ خیال کیا کہ پردہ کے پیچھے زبیدہ خاتون ہیں اس لئے اُس نے احتیاط سے گفتگو کرنے کا ارادہ کیا عرض کیا کہ امیر المؤمنین! میں بیمار تھا اس وجہ سے حاضری سے معذور رہا۔ خلیفہ نے کہا کہ بڑا افسوس ہے کہ تم بیمار رہے اور مجھے تمہارا حال معلوم نہ ہوا۔ اور ہاں اُس دن جو تم ماہ سپر اور خوبصورت عورتوں کی باتیں کر رہے تھے وہ بہت عمدہ گفتگو تھی وہی گفتگو میں تم سے اب پھر سننا چاہتا ہوں۔

ابو نواس نے کہا کہ امیر المؤمنین! میں اُس دن آپ سے یہ کہہ رہا تھا کہ عربوں نے لفظ ضرہ کو جسکے معنی "سوت" ڈا ایک ہی خاوند کی دو یا زیادہ زوجہ آپس میں سوت کہلاتی ہیں، کے ہیں۔ لفظ ضرہ سے جسکے معنی "مقتضیان" کے ہیں استخراج کیا ہے اور عربی میں ایک ضرب المثل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے دو زوجہ ہوتی ہیں اس کی باقی زندگی رنج اور تکلیف میں گزرتی ہے اور جسکے تین زوجہ ہوتی ہیں اُس کی تمام زندگی بے چین اور بہت رنج سے گزرتی ہے۔ اور جس شخص کے چار بیویاں ہوں اس شخص کو تو مثل مردہ کے سمجھنا چاہیے گو کہ وہ زندہ ہی ہوتا ہے۔ امیر المؤمنین! میں نے تو آپ کو یہی صلاح دی تھی اور علاوہ ازیں میں نے یہ بھی کہا تھا کہ جو شخص ایک ہی بیوی پر قناعت کر کے خوش رہتا ہے تو اس کو بڑی عزت اور عظمت حاصل ہوتی ہے اور اس کی زندگی بڑی خوشی میں گزرتی ہے۔ یارون الرشید نے چلا کر کہا کہ اگر میں نے اس قسم کا ایک حرف بھی تم سے سنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ میرے مذہب کے مجھے خارج کر دے ابو نواس نے عاجزی سے کہا کہ شاید امیر المؤمنین کی یاد سے یہ باتیں فراموش ہو گئی ہیں۔ ایک بات میں اور کہنا چاہتا تھا اور وہ یہ ہے کہ عربی ضرب المثل کے موافق بنی مخزوم تو گویا قوم قریش میں مثل بھول کے ہیں اور آپ زبیدہ خاتون دختر قاسم کے شوہر ہیں۔ زبیدہ خاتون بھولوں کی بھول ہیں اور دیکھنے والوں کی آنکھوں کی راحت و چین ہیں۔ امیر المؤمنین میں نے آپ کے بشرہ سے ازراہ قیافہ یہ بات معلوم کر لی تھی کہ آپ کا دل دوسری عورتوں کی جانب مائل ہے۔ اس لئے میں یہ بات ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ صرف زبیدہ خاتون ہی ایک ایسی مخدرہ باعصمت ہیں جو آپ کے لئے مناسب ہیں اور

لے بنی مخزوم قوم قریش کی ایک شاخ ہے۔ زبیدہ خاتون بنی مخزوم میں سے ہیں اور امیر

کوئی عورت آپ کے لئے مناسب نہیں ہے۔

ہارون الرشید نے غصہ ہو کر کہا کہ ابو نواس اذرا ہوش میں آؤ کیا تم مجھے جھوٹا بنانا چاہتے ہو؟ ابو نواس نے عرض کیا امیر المؤمنین! تو پھر کیا آپ مجھے وقت مقررہ سے پہلے ہی مرواؤ لانا چاہتے ہیں یا پھر آپ مجھے صاحب فراش کرانا چاہتے ہیں کہ جس میں سوائے غم اور غصہ کے اور کوئی میری تسلی کرنے کے لئے نہ ہووے اس وقت پردہ کے پیچھے سے ہنسی کی آواز سنائی دی۔ اور ایک آواز آئی۔ کہ ابو نواس تم سچ کہتے ہو۔ تم نے خلیفہ کو اس قسم کی نصیحت سے مختلف نصیحت نہیں کی ہوگی جیسی کہ اب کر رہے ہو۔ یہ صرف امیر المؤمنین کے خیالات پریشان ہوں گے کہ انہوں نے گھڑے تھے اور تمہارا نام لگا دیا۔ ابو نواس نے جواب دیا۔ ہاں ہاں! درست ہے اور جلدی سے اٹھ کر اپنے گھر ڈرتا ہوا چلا کہ کہیں آج بھی کوئی کلمہ میرے منہ سے زبیدہ خاتون کے برخلاف نہ نکل گیا ہو لیکن جب ابو نواس اپنے گھر پہنچا تو دروازہ پر زبیدہ خاتون کے غلاموں کو موجود پایا۔ یہ غلام زبیدہ خاتون کی جانب سے اسکے لئے خلعت فاخرہ اور ایک بڑی تعداد زر نقد کی بطور انعام کے لئے بیٹھے تھے یہ انعام پا کر ابو نواس نے قسم کھالی کہ میں آئینہ سے کوئی لفظ ہرگز زبان سے نہ نکالوں گا کہ جس کی وجہ سے زبیدہ خاتون کو رنج ہووے۔ خلیفہ کو جب یہ تمام احوال معلوم ہوئے وہ بہت ہنسنا اور ابو نواس کے پٹنے پر افسوس کیا۔ بعد ازاں خلیفہ نے ابو نواس کو زبیدہ خاتون کی طرح بہت ہی قیمتی خلعت اور کثیر التعداد زر نقد کی رقم بطور انعام عطا فرمائی۔

زبیدہ خاتون ہمیشہ ہارون الرشید سے یہ کہا کرتی تھی کہ آپ اپنی کل سلطنت کا ولیعہد امین ہی کو مقرر کر دیں کیونکہ امین اس بات کا مستحق ہے وہ خالص ہاشمی النسل ہے اور نجیب الطرفین ہے۔ ہارون الرشید کے دوسرے بیٹے ماموں سے زبیدہ خاتون بہت حسد کرتی تھیں ماموں کو اپنی سوت ہی کا بیٹا سمجھ کے اس سے حسد نہیں کرتی تھیں بلکہ اس وجہ سے کہ اس کی رگوں میں ایرانی خون ہے اور خاص کر اس وجہ سے کہ ماموں میں بہ نسبت امین کے عقل و تمیز زیادہ تھی جس کا اکثر اظہار ہوتا رہتا تھا عقل اور تمیز کی باتوں میں ماموں اور امین میں بہت مقابلے ہوا کرتے تھے جن میں بعض مقابلوں کا حال عرب مورخین نے عینی مشاہدوں کے اعتبار پر لکھا ہے چنانچہ روایت ہے کہ ایک موقع پر زبیدہ نے بیان کیا کہ امین بہت اچھی شعریں کہتا ہے ہارون الرشید کو ترغیب دی کہ امین کے شعروں

ابو نواس اور  
امین الرشید

پر ابونواس سے اصلاح دلا دیجئے۔ ابونواس نے ایک ہی شعر میں علم عروض کی کئی غلطیاں بتلائی  
 اس پر امین غصہ سے چہن بچیں ہوا اور ابونواس کو قید کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد خلیفہ نے ابونواس کو  
 طلب کیا اور اس کے قید ہونے کا حال اور قید ہونے کا سبب سن کر بہت متعجب ہوا امین کو  
 بہت بکا اور برا بھلا کہا اور ابواس کو رہا کر دیا۔ امین نے کہا کہ آپ ابونواس کو بلو اگر آپ اور وہ  
 میرے چند اشعار سنئے۔ خلیفہ نے اس کی یہ درخواست قبول کر لی۔ امین نے دو چار ہی شعر پڑھے ہونگے  
 کہ ان کو سن کر ابونواس کھڑا ہو گیا اور وہاں سے جانے لگا خلیفہ نے پوچھا کہ ابونواس کہاں  
 جاتے ہو؟ ابونواس نے عرض کیا کہ جیل خانے واپس جاتا ہوں اس پر خلیفہ مہنس پڑا اور امین خاموش رہ گیا  
 امین بہت ہی نا سمجھ تھا۔ اس کا چال و چلن غیر مستقل تھا صرف ذیل ہی کے واقعہ سے یہ بات ظاہر  
 ہو جائیگی کہ امین حکومت کرنے کے کس قدر ناقابل تھا۔ ہارون الرشید کی وفات کے بعد جب  
 ان دونوں بھائیوں میں جنگ ہو رہی تھی پھر اسے کے باشندوں نے امین سے بغاوت کی  
 اور مامون کے مطیع ہو گئے۔ اس وقت ایران میں ایک بہت مضبوط اور مفید مقام تھا  
 ایک قاصد امین کے پاس اس کی فوج کی شکست اور اسے کے فتح ہو جانے اور مامون کے خلیفہ  
 مشر ہونے کی خبر امین کے پاس لایا امین اس وقت مچھلیاں پکڑ رہا تھا۔ قاصد کو امین نے صرف یہ جواب دیا  
 کہ مجھے دقت مت کرو کیونکہ کوثر نے تو دو مچھلیاں پکڑ لی ہیں اور میں نے ابھی تک ایک بھی نہیں پکڑی۔  
 ہارون الرشید کا بیٹا ابو عیسیٰ بھی ایک غیر قوم کی عورت کے بطن سے تھا۔ ابو عیسیٰ علم موسیقی میں کامل  
 تھا مامون کی خلافت کے زمانے میں ابو عیسیٰ کا انتقال ہوا مامون کے ایک درباری نے جو ابو عیسیٰ  
 سے بہت ہی محبت رکھتا تھا اس کے مرنے کا حال سن کر اپنی پگڑی سر پر سے اتار کر زمین پر پھینک دی  
 دربار بغداد کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کوئی خلیفہ مرجاتا تھا تو تمام رونے والے اپنی پگڑی سر پر سے اتار کر  
 زمین پر پھینک دیتے تھے یہ ایک ایسی بات ہے جس کو کسی دوسرے وقت کرنے کو کوئی سلمان راضی  
 نہ ہوگا اس لئے مامون نے اپنے ندیم کے اس فعل کو بہت منحوس خیال کیا اور اس سے طنز سے کہا کہ  
 تمہارے اور تمہاری خواہش کے درمیان تقدیر الہی حائل ہو گئی۔ یعنی ابو عیسیٰ زندہ نہیں رہا جو وہ  
 میری بجائے یا میرے بعد خلیفہ ہوتا۔ اس ندیم نے اس عقلمندی سے جواب دیا جو عموماً درباریوں  
 میں ہوتی ہے کہ امیر المؤمنین ابو حادثہ یا تکلیف آپ سے بالا بالارفع ہو جائے اس کا برداشت

امین کا  
چال و چلن

ابو عیسیٰ خلفا  
ہارون الرشید

کرنا اسان ہے اس وقت خدا کی پی مرضی و مشیت ہوئی کہ آپ کو ماتم میں ڈالے نہ کہ آپ کیلئے ماتم ہو مامون اس جواب سے خوش ہو گیا مامون کو بھی اپنے بھائی کے مرنے کا اس قدر رنج ہوا کہ اس نے کئی دن تک کھانا نہیں کھایا جس سے اس کی جان کا بھی خطرہ ہو گیا تھا۔

ذیل کی حکایت سے وہ طریقہ بہت اچھی طرح سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس طور سے شعرار اور مغنیین کی دیباچہ بغداد میں خاطر ملحوظ رکھی جاتی تھی اسحق بن ابراہیم الموصلی جو ایک مشہور مغنی اور علم موسیقی میں ایک مستند استاد ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید کو اس کی خاطر بہت عزیز تھی ایک دن اس نے ایک راگ خلیفہ اور اسکے سوتیلے بھائی ابراہیم ابن المہدی کے روبرو گایا۔ ابراہیم کو بھی علم موسیقی میں باہر ہونے کا دعویٰ تھا اس لئے راگ گاتے ہوئے اس نے اسحاق کو ٹوکا کہ تمہارا گانا قاعدہ کے موافق نہیں ہے اور تم اچھی طرح سے گاتے ہو اسحاق نے جواب دیا کہ معلوم ہوا تم موسیقی میں کچھ بھی نہیں جانتے اچھا اس راگ کو تم خود گاؤ۔ اگر ہر شعر میں ابتدا سے انتہا تک میں تمہاری غلطیاں نہ نکال دوں تو تم مجھے قتل کر دینا یہ کہہ کر خلیفہ کی جانب مڑا اور عرض کیا کہ امیر المؤمنین! گانا میرا موروٹی پیشہ ہے اور میرے باپ پیشہ ہی اسی علم موسیقی کی وجہ سے ہلکا آپ کی قربت نصیب ہوئی ہے اور اسی علم کے ذریعہ سے ہم لوگ آپ کے قالین پر چلتے ہیں پھر اگر ایسے اشخاص کہ جن کو اس علم سے بہرہ نہ ہو اس علم کی بابت ہم سے جھگڑا کریں تو فرمائیے کہ بغیر جواب دینے ہمارے دل کو صبر کس طرح سے آسکتا ہے خلیفہ نے کہا کہ میں تو تم کو الزام نہیں دیتا یہ کہہ کر خلیفہ وہاں سے اٹھ کر محل میں چلا گیا خلیفہ کے جاتے ہی ابراہیم اٹھ کر اسحاق کے پاس آیا اور کہا کہ او گناہ کنیز زادے! تمہارا اب ہم سے اس طرح بولنے کی جرأت ہو گئی۔ یہ سن کر اسحاق جہلا اٹھا اور اسکے غصہ کی کوئی حد نہیں رہی اس نے جواب دیا کہ آپ شاید مجھے اس وجہ سے دھمکاتے ہیں کہ میں آپ کو یہ سمجھ کے جواب نہیں دوں گا کہ آپ ایک خلیفہ کے بیٹے اور ایک خلیفہ کے بھائی ہیں۔ بیشک اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں بھی آپ کو نوٹڈی کا بیٹا کہتا۔ اغلباً آپ کو یہی خیال ہوگا کہ میں آپ کو نوٹڈی کا بیٹا کہنے کی جرأت نہیں کروں گا اگر میں آپ کو برا بھلا کہوں تو اس بات کا اثر آپ کے ماموں مسعی عالم پر پڑے گا جو بہت معزز آدمی اور سالو تری تھا

اسحاق نے یہ سمجھ کر کہ میں نے ابراہیم کو جس سے زیادہ حقیر لفظ کہہ دیا ہے میں تو اس نے عقلمندی سے لے لیا ابراہیم خلیفہ ہارون الرشید کے باپ خلیفہ مہدی کا بیٹا ایک غیر کفو اور کم درجہ عورت کے بطن سے تھا ابراہیم کی ماں کا بھائی مسعی عالم سالو تری دیکھا تھا اسحاق نے اس کی ماں وغیرہ کا ذکر کر کے ابراہیم پر جو ایک معزور عباسی شہزادہ تھا سخت طنز و طعن کیا۔ ۱۲۔

ابراہیم ابن  
المہدی اور اسحق  
مغنی

ایک اور بات بنائی جیسا کہ خود اسحاق کا بیان ہے تاکہ اگر خلیفہ کو اس بات کی اطلاع ہو جاوے تو اس پر  
 بڑا اثر نہ ہو اور میرے اور پختانہ ہو۔ اس لئے اسحاق نے ابراہیم سے کہا کہ میرا قیاس یہ ہے کہ آپ کا خیال  
 خلیفہ ہونیکا ہے اور آپ اسی وجہ سے مجھ کو ڈراتے ہیں جیسے کہ آپ اپنے بھائی ہارون الرشید کے  
 دیگر دوستوں کو ڈراتے ہیں کیونکہ آپ خلیفہ اور اس کے بیٹوں سے حسد کر کے یہ چاہتے ہیں کہ آپ  
 خلیفہ ہو جاویں لیکن آپ خلیفہ اور اس کے بیٹوں کے مقابلے کی تاب ہرگز نہیں رکھتے ہیں اس لئے  
 خلیفہ کے دوستوں کی حقارت کر کے آپ اپنے حسد اور سب کے اظہار کرتے ہیں لیکن مجھے اس بات کا  
 پورا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہارون الرشید اور اس کے بیٹوں کے قبضے سے سلطنت کبھی زائل نہیں کرے گا  
 اور آپ کے اس قسم کے خیال سے بیشتر ہی خلیفہ آپ کو مار ڈالے گا لیکن خدا نخواستہ ایسا اگر ہو بھی جاوے  
 اور سلطنت آپ کو مل جاوے تو پھر مجھے اپنی زندگی کا کچھ لطف یا جان کی قدر نہیں رہے گی اور  
 میں آپ کی خلافت میں بہ نسبت جینے کے مرنے کو زیادہ پسند کرونگا اب آپ کو اختیار ہے چاہے  
 جس طرح مجھ سے پیش آئے جب ہارون الرشید محل سے برآمد ہوا۔ ابراہیم جلدی سے اٹھا اور عرض کیا کہ  
 کہ امیر المؤمنین اسحاق مجھ سے بڑی گستاخی سے پیش آیا مجھے اور میری والدہ کو بہت حقارت کمیز باتیں  
 کہیں خلیفہ نے اسحاق سے غصہ ہو کر دریافت کیا کہ تم کیا کہہ رہے تھے اس نے عرض کیا کہ میں کچھ نہیں جانتا  
 آپ دیگر حاضرین سے دریافت فرمائیں۔ ہارون الرشید نے مسرور اور اپنے دیگر نزدیک حنین وغیرہ سے دریافت کیا  
 جب انہوں نے گفتگو کے وہی لفظ دہرائے تو خلیفہ کا چہرہ غصہ سے نیلا ہو گیا اور غصہ کی وجہ سے پہرہ  
 پر سینہ آگیا لیکن خلافت کے بارے میں اسحاق اور ابراہیم میں جو گفتگو ہوئی تھی جب خلیفہ نے وہ سنی تو ذرا اسکا  
 غصہ کم ہوا اور ابراہیم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اول غلطی تم سے ہوئی تم نے کیوں معنی کو اول حقیر الفاظ کہے اس نے تو تم سے  
 صرف یہ کہا تھا کہ میں تم کو جواب دینے کی جرأت نہیں رکھتا ہوں جاؤ اپنے مکان پر جاؤ۔ اور آئندہ کسی نادانی پر  
 نہ کرنا جب سب درباری رخصت ہونے لگے تو خلیفہ نے اسحاق کو اشارہ کر دیا کہ ذرا ٹھہرے رہو اسحاق خوف زدہ  
 ہو کر ٹھہر گیا جب سب چلے گئے اور اسحاق ہی وہاں رہ گیا تو خلیفہ نے اس سے کہا کہ کیا تمہارا یہ خیال ہے  
 کہ تمہاری گفتگو کا مطلب نہیں سمجھا؟ ابراہیم نے جو بات تم کو ایک مرتبہ کہی تم نے وہی بات اس کو تین  
 دفعہ کہی۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ اگر ابراہیم تم کو مارتا تو میں تمہارے عوض اس کو مارتا؟ کیا تمہارا یہ  
 خیال ہے کہ اگر وہ اپنے غلاموں کو حکم دیکر تم کو مروا دالے تو میں اس تمہارا قصاص لوں گا کیا تم نہیں جانتے ہو کہ



وہ میرا بھائی ہے؟ پیچھے منٹی نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین آپ نے تو اپنی زبان سے بذریعہ الفاظ مجھے قتل کر دالا ہے اگر ابراہیم یہ باتیں سن لیگا تو وہ یقیناً مجھ کو مروا ہی ڈالے گا اور میرے خیال میں تو اُس نے آپ کے یہ الفاظ سن بھی لئے ہونگے خلیفہ نے اسحاق کو تو رخصت کر دیا اور مسرور کو بلا کر حکم دیا کہ ابراہیم کو اسی وقت بلالو۔ ابراہیم کے آنے سے پیشتر خلیفہ نے اسحاق کو رخصت کر دیا تھا مگر خلیفہ اور ابراہیم میں جو باتیں ہوئیں۔ اسحاق نے وہ باتیں ایک غلام سے دریافت کر لیں۔ جب ابراہیم حاضر ہوا تو خلیفہ نے اُس کی بیوقوفی اور نادانی پر اس کو بہت برا بھلا کہا اور کہا کہ تم میرے ملازم کو جو میرا دوست ہے اور میرے دوست کا بیٹا ہے تو پین کرتے ہو اور میرے باپ کی عنایت کو جو اس کی نسبت تھی حقیر سمجھتے ہو اور ایسی باتیں میرے ہی دیبا میں کہیں اور دربار کا کچھ لحاظ نہیں کیا؟ آہ آہ آہ آہ!!!

تم اسحاق اور اس پیچھے کے ملازموں پر اس وجہ سے حملہ کرتے ہو کہ وہ غریب ہے اور تم امیر اور دولت مند ٹھہرے۔ کس نے کہا تھا کہ تم اُس سے لڑو۔ اور علم موسیقی میں جو اس کا پیشہ ہے اور جس پر اس کا روزگار منحصر ہے اُس سے بحث و مباحثہ اور مقابلہ کرو اور پھر تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اس کے فن میں اُس کی غلطی بناؤ حالانکہ تم کو موسیقی میں کچھ ایسا دخل نہیں ہے یہاں تک کہ اُس نے دلائل پیش کر کے تم کو لاجواب کر دیا اور تم جواب تک نہ دے سکے تم نے اپنی مہنسی کرائی اور اپنی جہالت اور بد مزاجی اور اپنی خود نمائی ظاہر کی اب سن لو۔ خدا کی قسم اور اس کے رسول کی قسم اور میرے باپ کی قبر کی قسم اچھے کوئی شخص اُس کو نقصان پہنچائے چاہے آسمان سے کوئی پتھر اُس پر گرے یا وہ خود اپنے گھوڑے پر سے گر پڑے یا اسپر کوئی چھت گر پڑے یا وہ خود گر کر مر جاوے تو میں تم کو قتل کر دوں گا واللہ میں قتل کر دوں گا! واللہ میں قتل کر دوں گا! ایسے آپ نے گھر جاؤ، یہ پیچھے شہزادہ خلیفہ کی غصہ آمیز باتیں سن کر شکستہ دل اور خوف سے نیم مردہ ہو کر اپنے گھر روانہ ہوا اس واقعہ کے بعد جب ابراہیم و اسحاق دونوں خلیفہ کے حضور میں ہوئے خلیفہ کبھی تو ابراہیم کو دیکھتا اور کبھی اسحاق کو اور پھر کھل کھلا کر نہیں پڑتا ایک دن خلیفہ نے اپنے بھائی سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم کو اسحاق سے بہت اُنس و محبت ہے اور علم موسیقی میں تم اس سے سبق لیا کرتے تھے اور اب وہ تمہارے پاس سرگز نہیں آئیگا جب تک کہ تم اس کو خوش اور رضامند نہ کر لو گے اب تم اُس کو خلعت اور انعام دو اور اُس کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ اور اسکی بیعت کو تسلیم کرو اگر اسکے بعد بھی اسحق تم کو دق کرے تو پھر تمہارا جو بی چاہے اسحق کو اپنی زبان سے کہہ ڈالنا اور اپنے مضبوط ہاتھوں سے جو بی چاہے اس کو خلیفہ پھر اسحق کو حکم دیا کہ جاؤ ابراہیم کے سر پر بوسہ دو۔ ابراہیم تمہارا اقا ہے اور تمہارے آقا کا بیٹا ہے اسحاق اس حکم کی

تعمیل کی اور اس طرح سے اُس شاپہزادے اور مغنی کی دشمنی اور حسد جاتا رہا اور اُن میں پھر دوستی ہو گئی۔

اسحاق کو خلیفہ ہارون الرشید نے منع کر دیا تھا کہ تو سوائے میرے یا میرے دوست اور وزیر جعفر برکی کے اور کسی کے سامنے راگ نہ گانا ایک مرتبہ فضل برکی برادر جعفر اسحاق کی گفتگو اور گانے سے اس قدر خوش ہوا کہ اُس نے اسحاق کو ایک ہزار درہم کی لالچ دیکر یہ ترغیب دی کہ آج رات میرے مکان پر چل کر ہے۔ اور مجھے راگ سناوے میں کسی کو اس کی خبر نہیں کرونگا۔ مگر اس بات کی خبر ہارون الرشید کو ہو گئی۔ اس دن خلیفہ رقم رقیس تھا اور اس کی طبیعت ناساز تھی خلیفہ کو اسحاق کا یہ حال سن کر بہت افسوس ہوا۔ اُس نے فوراً اسحاق کو بلوایا۔ اسحاق سمجھ گیا کہ خلیفہ کو میرے یہاں آنے کی اطلاع ہو گئی بس اب آج خیر نہیں ہے۔ جلد وہاں سے روانہ ہوا اور فضل کو اُس کا دیا ہوا روپیہ واپس کر دیا جب خلیفہ کے حضور میں اسحاق حاضر ہوا تو خلیفہ نے اُس کی نافرمانی پر اس کو بہت لعنت ملامت کی اور کہا کہ تو نے بغداد میں فضل کو اپنا راگ سنا یا جبکہ میں تیرا آقا رقبہ میں بیمار پڑا ہوا ہوں اسحاق نے خلیفہ سے عرض کیا کہ امیر المؤمنین امین نے فضل کو بانسری پر کوئی راگ نہیں سنا یا صرف اُس سے گفتگو ہی کرتا رہا۔

ہارون الرشید کو اس جواب سے تسکین ہو گئی اور جس قدر رقم کہ اسحاق نے فضل کو واپس کر دی تھی اسی قدر رقم خلیفہ نے اُس کو بطور انعام عطا فرمائی۔

یہی اسحاق ایک اور حکایت بیان کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اسحاق ایک دن خلیفہ ہارون الرشید کے ہمراہ شکار میں گیا خلیفہ تو شکار کے عقب میں ذرا دور آگے نکل گیا۔ اسحاق کو تھکن معلوم ہوئی قریب ہی عیسائیوں کی ایک خانقاہ تھی اسحاق وہاں آرام کرنے چلا گیا ایک بزرگ عیسائی منتظم خانقاہ نے اُس کا استقبال کر کے بہت آرام سے اُس کو اندر لیا کر بٹھالیا اور اس کی دعوت کی۔ اُس کے آگے بہت اچھا گوشت اور شراب رکھی اور وہ عیسائی اپنی گذشتہ عمر کے تمام تجربے اسحاق سے کہتا رہا۔ جس سے اسحاق بہت خوش ہوا۔ عیسائی منتظم خانقاہ نے کہا کہ بنی امیہ کی خلافت کے زمانے میں اس خاندان کے بھی چند شہزادوں نے تمہاری طرح یہاں ہمارے ہاں ہو کر میری دعوت قبول کی تھی۔ اسحاق کے کھانا کھلانے پر ایک بہت خوبصورت اور ہشیار عیسائی عورت مقرر تھی اُسکے حاضر ہونے سے اسحاق بہت ہی خوش ہوا۔

فضل برکی  
اور اسحاق مغنی

خلیفہ ہارون الرشید  
کا اپنی عیسائی  
رہنما سے سلوک  
کرتا

اور اس کا یہ وقت خوشی میں بہت جلدی گزر گیا۔ اور جب وہ خاندان سے لشکر شاہی میں واپس آیا تو رات ہو گئی تھی خلیفہ اسحاق کے غیر حاضر ہونے سے اُس پر خفا ہوا۔ لیکن اسحاق نے خاندان میں جانے کا حال خلیفہ سے عرض کیا اور چند اشعار جو وہاں کے حسب حال بنائے تھے وہ خلیفہ کو سنائے یہ سن کر خلیفہ نے حکم دیا کہ کل لشکر کا قیام یہیں رہے تاکہ میں خاندان کی بہانہ نوازی عیسائی رعایا کو ملاحظہ کروں چنانچہ دوسرے دن خلیفہ خاندان میں گیا اور ان کی دعوت قبول کر کے وہاں کھانا کھایا وہاں کے انتظام سے بہت خوش ہوا۔ تمام دن خاندان میں ٹھہرا ہوا اور ایک ہزار دینار رقم دیا۔ ہاپونڈم عیسائی خاندان کی امداد میں مرحمت فرمائے اور اُس خاندان کے متعلق جو مزروعہ زمینیں تھیں یا باغات تھے ان کا کل محصول اور لگان ساٹ برس کے لئے بالکل معاف کر دیا۔

اصمعی

خلیفہ کا ایک اور دوست اصمعی بہت بڑا عالم و فاضل شخص تھا عربی زبان پر کامل مہارت رکھتا تھا اور اُس زمانے کے تمام مصنفین شعراء اور افسانہ گوئیوں میں سب سے ممتاز ترین تھا۔ بصرہ کا رہنے والا تھا لیکن خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ خلافت میں بغداد میں آ رہا تھا۔ ابو نواس لوگوں نے کہا کہ آج تو دربار میں ابو عبیدہ اور اصمعی بیٹھے ہوئے ہیں تو اُس نے جواب دیا کہ ابو عبیدہ میں تو یہ لیاقت ہے کہ اگر اُس کو اجازت دی جاوے تو زمانہ گذشتہ اور زمانہ حال کی تاریخ کے تمام بزرگوں کا حال کہہ ڈالے گا لیکن اصمعی مثل ایک بلبل ہزار داستان کے ہے وہ تمام آدمیوں کو اپنے اشعار سے محو اور فریفتہ کر لے گا۔ اصمعی کو صرف ایک بحر کے سولہ ہزار شعر یاد تھے۔ اصمعی اور ابو عبیدہ کی آپس میں رقابت تھی اور اکثر بحث ہو جاتا کرتی تھی۔ ذیل کی حکایت خود اصمعی بیان کرتا ہے۔

ابو عبیدہ اور اصمعی

ابو عبیدہ اور میں ایک دن فضل بن الربیع وزیر اعظم کی ملاقات کو گئے۔ فضل نے مجھ سے دریافت کیا کہ گھوڑوں کے حالات پر جو تم نے کتاب لکھی ہے اُس کی کئی جلدیں ہیں میں نے جواب دیا کہ صرف ایک ہی جلد ہے فضل نے پھر ابو عبیدہ سے یہی سوال کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے جو کتاب گھوڑوں کے حال پر لکھی ہے اُس کی پچاس جلدیں ہیں فضل نے کہا کہ اچھا اُس گھوڑے کے پاس جاؤ اور اُس کے جسم کے سب اعضا کا نام بتلاتے جاؤ۔ ابو عبیدہ نے جواب دیا کہ یہ کام تو سالو تری کا ہے۔ میں سالو تری نہیں ہوں میں نے تو عربوں کے وہ بیانات جو گھوڑوں کی بابت ہیں ان کو ایک کتاب

لے ہارون الرشید کی رعایا پروری اور بے نصیبی کی اور اس کی سلطنت میں غیر قوم رعایا کا ایسی خوشحالی اور فارغ البالی سے رہنے کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے ۱۲ مصباح مترجم

میں جمع کر دیا ہے۔ پھر فضل نے مجھ سے بھی یہی کہا میں اُس گھوڑے کے پاس گیا اور باری باری اُس کے  
 ہر عضو پر ہاتھ رکھ کے اُس کا نام بتلاتا جاتا تھا اور اُس عضو کی بابت قدیم عربی شعراء کے جو اشعار تھے وہ بھی پڑھ  
 دیتا تھا۔ ہر عضو کو بتلا کر اُس کے متعلق اشعار پڑھتا گیا جب میں گھوڑے کے سب اعضا بتا چکا تو فضل  
 نے یہ کہہ کر کہ یہ گھوڑا اپنے ہی پاس رکھو وہ گھوڑا مجھے مرحمت کر دیا۔ پھر جب کبھی مجھے ابو عبیدہ کو چڑھانا یا دق  
 کرنا منظور ہوتا ہے اسی گھوڑے پر سوار ہونے کے ابو عبیدہ کی ملاقات کو جاتا رہا۔

اصمعی جس درجہ کے لوگوں میں تھا اور جیسا کہ عموماً ایسے لوگوں کا قاعدہ ہوتا ہے اسی طرح اصمعی نے  
 بھی کفایت شعاری کرنے میں اور اپنے بڑھاپے کے لئے اندرونِ حجاز کرنے میں غفلت کی۔ اس لئے خلیفہ  
 ہارون الرشید کی تخت نشینی کے بعد آستانہ خلافت پر ہمیشہ حاضر ہوتا۔ لیکن خلیفہ کی توجہ بہت دنوں  
 تک اُس کی جانب مائل نہیں ہوئی آخر کار ایک دن وہ خلیفہ کے دروازے پر پریشان بیٹھا ہوا تھا اور  
 اُس کو خلیفہ کی فیاضی سے متمتع ہونے کی امید بالکل جاتی رہی۔ اُس نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ اب کہیں  
 اور روزگار تلاش کروں گا کہ یکایک دروازہ کھلا اور ایک خادم نے دریافت کیا کہ آیا یہاں  
 کوئی ایسا شخص موجود ہے جو فنِ شعر سے اچھی طرح سے واقف ہو اصمعی فوراً اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور  
 اُس خادم سے کہا کہ میں ایسا شخص حاضر ہوں۔ خادم نے کہا آؤ اور محل میں چلو۔ اگر امیر المؤمنین  
 تمہارے اشعار سن کے خوش ہو جائیں گے تو تم آج رات یہ سمجھنا کہ تمہارے اقبال کا آفتاب طلوع ہونے  
 کو ہے جب میں وہاں پہنچا خلیفہ ایک مسند پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے پاس ہی جعفر برکی بیٹھا ہوا تھا میں  
 نے سلام کیا امیر المؤمنین نے جواب دیکر ہر بانی سے فرمایا کہ اگر دربار میں آنے سے تم پر خوف یا ہیبت چھا  
 گئی ہو تو ذرا بیٹھ جاؤ اور پھر باطمینان شعر پڑھنا۔

اصمعی نے یہ اندیشہ کر کے کہ شاید ایسا موقع پھر نہ مل سکے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! میں آپ کے حکم  
 کی تعمیل کرنے کو مستعد اور تیار ہوں یا بطور راوی کے یا بطور شاعر کے جس طرح آپ چاہیں اشعار میں  
 خلیفہ نے اول علم ادب کے دو چار ہیبت ہی شکل سوال دریافت کئے جس کا اصمعی نے صحیح صحیح اور فوراً  
 جواب دے دیا۔ پھر خلیفہ نے فرمایا کہ اب کسی شاعر کا کلام سناؤ میں نے فوراً ایک شاعر کا قصیدہ پڑھا شروع  
 کیا اور جب میں ان اشعار پر پہنچا جو بنی امیہ کی تعریف میں تھے اور یہ خاندان گویا خاندان عباسیہ کا  
 رقیب تھا تو میں نے ان اشعار کو قصداً چھوڑ دیا اور قصیدہ کا وہ حصہ پڑھنے لگا جہاں ہارون الرشید کے

اصمعی کا دربار  
 میں حاضر ہونا

دادا منصور کی تعریف درج تھی۔ ہارون الرشید نے پوچھا کہ تم نے درمیانی اشعار قصداً چھوڑ دیئے ہیں یا تم بھول گئے ہو۔ اصمعی نے عرض کیا کہ میں نے اراداً چھوڑ دیئے ہیں کیونکہ جس قدر چھوٹی تعریف تھی وہ میں نے بنی امیہ کیلئے چھوڑ دی ہے اور جو سچ بات ہے وہ خلیفہ منصور کی بابت پڑھ لیا ہوں۔ یسین نے خلیفہ نے اصمعی میں مثل درباریوں کے چالاکوں اور ہشیاری پائی۔ اصمعی کو آفرین اور مرحبا کہا۔ پھر ایک اور شاعر کے اشعار اصمعی نے اس خیال سے بہت جلدی جلدی پڑھے تاکہ خلیفہ کو معلوم ہو کہ قدیم عربی علم ادب غیرہیں اصمعی کو کس قدر تبحر اور واقفیت ہے لیکن جعفر نے مداخلت کر کے کہا کہ ذرا ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ تم کو یہاں سے جانے میں جلدی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تمہاری اس محنت کے عوض تم کو انعام دیا جائیگا خلیفہ نے کہا کہ چونکہ اب تم نے اصمعی سے انعام دینے کا وعدہ کر لیا ہے تو تم بھی اس کے انعام دینے میں میرے شریک ہو جاؤ۔ یسین نے اصمعی نے عرض کیا کہ مجھے اس وقت عرب و عجم پر فخر کرنے کا حق حاصل ہے۔ کیونکہ خلیفہ اور اس کا وزیر دونوں اس بات پر بحث کر رہے ہیں کہ مجھے دونوں میں سے کون زیادہ انعام دلویے بعد ازاں اصمعی نے ایک اور شاعر کا مشہور کلام سنانا شروع کیا کہ جس میں اونٹ کا بیان اور اس کی مفصل طور سے تعریف تھی جعفر نے کہا کہ اصمعی ذرا توقف کرو کیا اس رات سوائے اونٹ کے اوصاف کے بیان اس عمدہ اور کوئی مضمون سنانے کو نہیں ہے۔ یسین نے ہارون الرشید نے طنز سے کہا کہ یہ وہی اونٹ ہے کہ جس نے تمہارے سروں سے تاج لے لیا اور تمہارے بادشاہوں کی سلطنت فتح کر لی ہے اس کہنے سے خلیفہ کی مراد ملک ایران کی فتح سے تھی جو جعفر اور اس کے آباؤ اجداد کا اصلی وطن تھا جس کو عربوں نے فتح کیا تھا۔ اور اونٹ عربوں کا سب سے زیادہ مشہور اور پیارا جانور ہے جعفر نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ الحمد للہ! میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ اس پر ہارون الرشید نے جعفر سے کہا کہ یہ تمہاری دوسری غلطی ہے۔ تم کو اس وقت یہ کلمہ کہنا نہیں چاہیے تھا۔ کہ الحمد للہ یا خدا کا شکر ہے۔ کیونکہ اس وقت کسی خوشی کا ذکر نہیں تھا جو الحمد للہ کہنے کا موقع ہوتا۔ بلکہ اس وقت تو تمہارے وطن کی شکست اور مہیبت کا ذکر تھا۔ تم کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ نعوذ باللہ یا اللہ میں تیری مدد چاہتا ہوں۔

خلیفہ کے دربار کا ایک اور معنی ہشام ابن سلیمان تھا۔ یہ شخص بنی امیہ کے غلاموں میں سے تھا مگر آزاد کر دیا تھا اور بنی امیہ کے آخری بادشاہ مروان الحمار کو اس کی خاطر بہت عزیز تھی ایک دن لے الحمد للہ اور نعوذ باللہ اور اسی قسم کے دیگر فقرے عربی زبان میں اب تک مروج ہیں اور عربی گفتگو میں استعمال میں ایسے فقرے زندگی کے ہر ایک واقعہ کے متعلق عربی زبان میں موجود ہیں ۱۲

ہشام نے خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے ایک راک گا یا راک سن کر خلیفہ اس قدر خوش ہوا کہ اس وقت ایک پاپیش بہا موتیوں کا خلیفہ کے پاس تھا وہی اس کو مرحمت کر دیا۔ خلیفہ کے اس گراہیا عطیہ کو دیکھتے ہی ہشام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ہارون الرشید نے پوچھا کہ تیرے رونے کا کیا باعث ہے۔ اس پر ہشام نے مفصلہ ذیل حکایت بیان کی۔

درکہ امیر المؤمنین ایک دن خلیفہ ولید ایک جھیل کے کنارے بیٹھا ہوا تھا جب اس کے حضور میں حاضر ہوا تو اس نے دیکھا کہ اس کے گرد اگر وہبت سی مغنیہ کنیزیں بیٹھی ہوئی ہیں۔ ولید نے مجھے اس وجہ سے نہیں شناخت کیا کہ میں نے لثام چہرہ پر ڈال رکھی تھی۔ ولید نے کنیزوں سے کہا کہ دیکھو ایک عرب آ رہا ہے اور اس کو بلاویں اور اس سے مذاق کی باتیں کر کے دل خوش کریں۔ چنانچہ میں وہاں گیا اور محفل میں شریک ہو گیا۔ ایک کنیز نے میرے لب اور لہجہ میں میری ہی غزل ایک بانسری پر گانی شروع کی۔ اور اس میں چند غلطیاں کیں میں نے وہ غلطیاں اس کو کنیز کو بتلا دیں۔ میری بات سن کر وہ کنیز ہنسی اور ولید کی طرف مڑ کر کہا کہ امیر المؤمنین آپ نے سنا۔ یہ صحرائی عرب کیا کہتا ہے یہ ہمارے راک میں غلطیاں نکال رہا ہے۔ یہ سن کر ولید نے میری جانب کچھ حیران ہو کے دیکھا میں نے ولید کو بھی وہ غلطیاں بتلائیں اور عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں یہ راک صحیح طور سے گاؤں جب میں نے راک ختم کیا وہی کنیز اٹھی۔ اور میری گردن پر گر پڑی اور کہا کہ واللہ ارب کعبہ! یہ تو ہشام ہیں میں نے فوراً لثام چہرہ پر سے اٹھا دیا۔ پھر ولید نے مجھ کو پہچان لیا اور میں تمام دن اس کے حضور میں رہا پھر شاہی بکرہ آیا اور ولید اس پر سوار ہو کر اپنے لشکر گاہ میں جانے لگا۔ لیکن جاتے ہوئے ولید نے مجھے بہت معقول انعام دیا اور اس کنیز مغنیہ نے خلیفہ کی اجازت لے کر ہی ہار جو آپ نے اس وقت عنایت فرمایا ہے بطور نشانی کے مجھے دیا۔ ولید پھر کشتی میں سوار ہو گیا اس کے بعد ایک کنیز کشتی میں چڑھی اور پھر وہی کنیز کہ جس نے مجھے پہچانا تھا کشتی میں سوار ہونے لگی۔ لیکن چڑھتے ہوئے اس کا پیر پھسل گیا اور وہ گرتے ہی جھیل میں ڈوب گئی۔ اور پھر چند اس کی جستجو کی گئی وہ نہیں ابھری۔ ولید اس کے مرگِ مفاجات پر بہت روبا اور مجھ سے کہا کہ ہشام تو یہ ہار مجھے مول دیدے تاکہ میرے پاس اس کی نشانی ہے۔ ولید نے اس بار کے عوض مجھے ایک بڑی رقم زر نقد کی عطا کی۔ امیر المؤمنین اس بار کے دیکھتے ہی وہی واقعہ میری نظروں

لے لثام ایک قسم کا برقع ہوتا ہے جس کو عرب منہ پر ڈالتے ہیں۔ اس سے دو فائدے ہوتے ہیں ایک تو چہرہ نظر نہیں آتا اور دوسرے آفتاب کی تاب سے چہرہ اور دماغ محفوظ رہتا ہے ۱۲

میں اس وقت پھر گیا اور یہی وجہ ہے کہ میرے آنسو نکل آئے۔

ہارون الرشید نے یہ قصہ سن کر کہا کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت کیسی گونا گون ہے کہ مجھے خانہ ان اُمیہ کا تخت و تاج بھی عطا فرمایا اور اسی طرح اُن کی ذاتی جائیداد بھی مجھے مرحمت فرمائی۔

یہ مفصلہ بالا واقعہ صداقت سے پر معلوم ہوتا ہے ورنہ کسی شخص کے ذاتی فعل یا کاموں کی نسبت جو حکایتیں ہوتی ہیں کہ جن کو بیان کر کے درباری اپنے آقاؤں کو خوشس کیا کرتے تھے وہ بظاہر اُن کے ہی خیالات کا نتیجہ ہوا کرتی تھیں۔ اس قسم کی فی البدیہہ حکایتیں الف لیلہ کے افسانوں میں بہت موجود ہیں اور اسی طرح ایسی ہی بہت سی حکایتیں دوسری ایسی کتابوں میں بھی موجود ہیں جو

تواریخ کی صحیح صحیح کتابیں ہیں اور ایسی حکایتیں صحیح صحیح واقعات کے ساتھ غلط ملط ہو گئی ہیں چنانچہ

ایک شاعر عبید بن الارص نامی نے خلیفہ ہارون الرشید سے یہ عرض کیا کہ ایک بار حج کے لئے

مکہ شریف کو جاتے ہوئے ہمارے کاروان کے راستے میں ایک بڑا اژدھا حائل ہو گیا جس کی پھنکار

اور دہشت سے خوف زدہ ہو کر قافلہ نے مجبوراً وہ راستہ چھوڑ دیا اور دوسرا راستہ اختیار کیا۔ مگر

اس راستے میں بھی اُس قافلہ کو ایک ایسا ہی اژدھا ملا اور چونکہ کسی شخص میں بھی اُس جملہ کرنکی حرارت

نہیں اور اب واپس جانا بھی ناممکن تھا۔ اس لئے عبید نے تلوار نیا م سے کھینچ کر اور ایک پانی کی مشک ڈر گیا

کو لٹو ڈھال کے کر کے اُس اژدھے پر حملہ کرنے بڑھا۔ اژدھے نے اپنا منہ کھولا تاکہ اُس بہادر عرب عبید کو

نگل جائے لیکن عبید نے اُسکے منہ میں پانی کی وہی مشک ڈال دی۔ عبید یہ دیکھ کر بہت متعجب ہوا کہ اُس

اژدھے نے وہ تمام پانی خوب اطمینان سے پیا اور پھر چپ چاپ ہال سے چلا گیا۔ مکہ شریف سے واپسی کے وقت

عبید کو راستے میں رات ہو گئی اور راستہ گم ہو گیا یکایک آواز آئی کہ اے عبید اتیری برابر جو اونٹ

کھڑے اُس پر سوار ہو جا۔ عبید سوار ہو گیا اور تھوڑی دیر میں اپنے قافلہ کے قریب پہنچ گیا جہاں سے

قافلہ اُس کو نظر آتا تھا۔ اونٹ وہاں بیٹھ گیا۔ عبید اتر پڑا پھر یہ آواز آئی کہ اے عبید ابیں وہی

اژدھا ہوں کہ جس کو تو نے اُس دن پانی پلایا تھا میں تیرا بہت ممنون و مشکور ہوں۔

ان لوگوں کو جو عربوں کی مانند توہمات مذہبی رکھتے ہیں یعنی جن یا جنات وغیرہ پر یقین رکھتے

ہیں اور اس یقین کو اپنے ایمان و مذہب کی ایک شرط سمجھتے ہیں اور جن کی کتابیں علم حیوانات میں بہت

سی ہیں اور قرن وسطیٰ میں اژدھے وغیرہ کی نسبت جو حکایتیں یا کہانیاں مشہور تھیں۔ اسی قسم کے

عبید بن  
الارص  
شاعر

حالات ان کتابوں میں بڑی شرح و بسط سے مرقوم ہیں۔ یہ حکایت بھی صحیح معلوم ہوگی خواہ کچھ ہی ہو اس کے راوی عبد شاعر کو خلیفہ نے زرنقہ کی ایک بڑی تعداد بطور انعام عطا فرمائی۔

بعض حکایتیں مذہبی قانون (شرعیات) کے مطابق ہوتی تھیں اور ان باتوں سے خلیفہ ہارون الرشید کو جو بڑا دیندار نیک اور عالم و فاضل تھا یقیناً بہت خوشی ہوتی تھی اور ان کے راوی اپنی عقلندی اور ہنسیاری کا اظہار خلیفہ سے کیا کرتے تھے۔ اہمعی نے ایک دن خلیفہ ہارون الرشید سے عرض کیا کہ امیر المؤمنین میں ایک ایسے آدمی کو جانتا ہوں کہ جس نے ایک دن میں پانچ بیویوں کو طلاق دی خلیفہ نے کہا کہ یہ کیونکر ممکن ہے جبکہ شریعت میں صرف چار بیویوں سے نکاح کی اجازت ہے۔ اہمعی نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین ایک شخص کے چار بیویاں تھیں۔ ایک دن جب وہ باہر سے اپنے مکان میں آیا تو ان چاروں کو لڑتے ہوئے پایا اُس نے کہا کہ میرے گھر میں بیچکڑا اور فادک تک رہے گا؟ اور اپنی ایک بیوی کی طرف مڑ کر کہا کہ یہ سب تمہاری ہی ثمرات ہے میں نے تم کو طلاق دی۔ دوسری بیوی نے کہا کہ تم کو اس قدر جلدی طلاق دینی نہیں چاہیے تھی تم کو مناسب تھا کہ اول اُس کو نصیحت کرتے۔ اُس شخص نے کہا کہ تم نے کیوں دخل دیا؟ میں نے تم کو بھی طلاق دی تیسری بیوی نے یہ کہا کہ تم نے دو نیک عورتوں کو طلاق دیدی اپنے خاندان کو بہت برا بھلا کہا۔ اس شخص نے کہا کہ اب میں تیسری کو بھی چھوڑتا ہوں اور میں نے تم کو بھی طلاق دی۔ چوتھی بیوی نے کہا کہ کیا تم اپنی بیویوں کا سوائے طلاق کے اور طرح سے

لے مٹا پار کا یہ کہنا بالکل سچ ہے کہ بعض واقعات صحیح تاریخیہ واقعات میں شامل ہو جاتے ہیں اور موزمانہ دراز کی وجہ سے وہ صحیح سمجھے جانے لگتے ہیں جیسے کہ جعفر و عباس کی شادی کا افسانہ بالکل بے بنیاد ہے اور فسانہ محتملہ سے زیادہ اس کی وقت نہیں لیکن وہ لوگ جو عربوں کی تاریخ سے ناواقف ہیں اس کو سچ سمجھنے لگتے تھے لیکن علامہ ابن خلدون وغیرہ نے خوب تحقیق سے اس واقعہ کی بے بنیادی پایہ ثبوت کو پہنچا دی ہے افسانوں کا حال کہتے لکھتے مٹھ پامر نے مسلمانوں کے مذہب پر یہ الزام لگایا ہے کہ ان میں تو بہت مذہبی بہت ہیں۔ شاید پامر صاحب کو اس بات کا خیال نہیں رہا کہ دنیا میں تو بہت مذہبی سے کوئی مذہب بھی خالی نہیں ہے ہاں بیشک وہی لوگ تو ہم مذہبی سے خالی ہیں جن کا فلسفہ یا عقل یا سائنس پر مذہب و غیرہ کا دار و مدار ہے اور اپنے سے پہلے زمانہ کے مجتہدوں اور بزرگوں کی عقل و تمیز کو اپنی عقل کے آگے پیش سمجھتے ہیں ایسے لوگ درحقیقت اس مذہب کا جس کو وہ اپنا مذہب بیان کرتے ہیں پابند نہیں ہوتے بلکہ وہ اس مذہب کی پابندی سے آزاد ہو جاتے ہیں ان کی عقل و فلسفہ یا سائنس ان کا مذہب ہوتا ہے اگر مٹھ پامر ذرا غور کرتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ درحقیقت مذہب اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس میں تو بہت بہت کم ہیں اور یوں تو ہر مذہب والا دوسرے مذہب میں تو بہت خیال کیا ہی کرتا ہے مثلاً اہل اسلام عیسائیوں کے اس مذہبی یقین کو تو ہم مذہبی خیال کرتے ہیں کہ پادری کے دعا پڑھ کر دم کر دینے سے روٹی اور شراب نجات نہیں بلکہ حقیقتاً حضرت مسیح کا گوشت اور خون ہو جاتی ہے جس کے کھانے سے گنہگاروں کے گناہ بخشائیے جاتے ہیں اور اس کے قدیم زمانے کے سب ہی عیسائی معتقد تھے اور رومن کیتھولک اور جرج یونان کے گرجاؤں میں تو اب تک حضرت مسیح اور حضرت مریم اور فطرس اور پولوس حواریوں اور دیگر ولیوں اور شہیدوں کی تصویریں اور سورتیں کتی ہیں اور روٹی اور شراب کی قلب ماہیت کے مسئلے کے لوگ بڑی شدت سے معتقد ہیں ۱۲ مصباح مترجم

پانچ عورتوں کو  
طلاق ملنا



بندوبست نہیں کر سکتے تھے؟ اُس نے کہا کہ ہاں میں نہیں کر سکتا تھا اور اب میں نے تم کو بھی طلاق دی  
اُسی وقت ایک ہمسایہ کی بیوی بھی اُس کے گھر میں آگئی اور یہ دیکھ کر کہ اُس نے اپنی چاروں بیویوں  
کو بغیر قصور کے طلاق دیدی ہے اُس شخص کو بکنا اور بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ اُس شخص نے جلدی سے  
اُس عورت کی جانب مڑ کر کہا کہ اگر تمہارا خاوند مجھے اجازت دیدے تو تم کو بھی طلاق دیدوں تم  
بڑی زبان دراز ہو۔ غل و شور سُن کر وہ پڑوسی جو اس عورت کا خاوند تھا اُس شخص کے گھر میں آگیا اور  
اُس کے کہا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو۔ یہ میری عورت بڑی زبان دراز ہے میں تمہیں اجازت دیتا ہوں تم اُس کو طلاق  
دیدو اُمّی نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! اس طرح اُس شخص نے ایک دن میں پانچ عورتوں کو طلاق دیدی  
قاضی ابو یوسف کو جن کا حال اس سے پیشتر لکھا جا چکا ہے اور جو شریعت سے ایسے فتویٰ کا  
استخراج کر دیتے تھے جس سے لوگوں کو طمانیت اور تسلی ہو جاتی تھی، ایک دن ہارون الرشید نے بلایا اور  
کہا کہ یہ دو قسم کے کھانے ہیں۔ ایک کو میں اچھا کہتا ہوں دوسرے کو زبیر خاتون اچھا بتلاتی ہیں آپ  
مشکل سوال کو حل کیجئے کہ ان میں کون سا کھانا زیادہ ذائقہ دار ہے قاضی صاحب اول ایک کھانا  
چکھتے پھر دوسرا اور جب دونوں قسم کے کھانے چکھتے چکھتے ختم ہونے کے قریب ہو گئے تو آخر کار یہ کہا کہ  
میں نے ایسے دو دعویٰ داروں کو آج تک نہیں دیکھا کہ جنکے دعویٰ اس قدر برابر و زنی ہوں! جب میں ایک  
فریق کے دلائل کو سنتا ہوں تو قویاً دوسرا فریق اپنے دلائل پیش کر کے میرے پہلے خیال کو الٹ دیتا ہے  
اُس زمانے کے عربوں کی حاضر جوابی کی صرف ایک اور مثال ذیل میں لکھی جاتی ہے خلیفہ  
ہارون الرشید نے بشمار حج کعبہ شریف کے ادا کئے ایک دفع حج کو جاتے ہوئے صحرا میں راستہ میں اُس کو ایک معتمر  
عورت ملی۔ ہارون الرشید نے اُس سے دریافت کیا کہ تو کس قبیلہ سے ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ  
قبیلہ طے میں سے ہوں۔ خلیفہ نے کہا کہ اچھا یہ تو تو بتلا کہ یہ کیا بات ہے کہ تیری قوم میں خاتم کی مانند  
اور کوئی پیدا نہیں ہوا؟ اس مہذب معتمر عورت نے یہ جواب دیا کہ امیر المؤمنین! یہ کیا بات ہے کہ تمام خلفا  
بنی امیہ اور بنی عباس میں سے آپ جیسا اور کوئی خلیفہ پیدا نہیں ہوا۔ خلیفہ نے یہ جواب سُن کر  
اُس زن بزرگ کو ایک بہت بڑی تعریف اور نقد کی انعام میں عطا فرمائی۔

ماہمکن فیصلہ

عربوں کی  
حاضر جوابی

اس تاریخ میں اب تک جس قدر واقعات ہم نے بیان کئے ہیں وہ سب عربی کتابوں سے منتخب

سے خاتم طائی ایک عرب تھا جو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے کئی سال پیشتر یمن میں رہا کرتا تھا نہایت درجہ  
کافیاض اور سنی تھا چنانچہ اپنی سخاوت کی وجہ سے آج تک شہور ہے اور اس کی سخاوت ضرب المثل ہو چکی ہے ۱۲ مصباح ترجم

خلیفہ ہارون الرشید  
کے ہمعصر

کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں یورپین مصنفین اور مورخین کا بیان ہے کہ شہنشاہ شارلمین نے اپنا ایک سفر  
 خلیفہ ہارون الرشید کے حضور میں مع بہت سے تحفہ و تحائف اور ہدیے کے بھیجا اور ایک خط بہت محبت سے  
 ارسال کیا۔ اس کے بعد خلیفہ ہارون الرشید نے بھی بہت سے تحائف اور ایک محبت نامہ شارلمین کو ارسال کیا  
 اور ان دونوں شہنشاہوں میں رسم و رساں محبت آمیز جاری ہو گئی۔ لیکن چونکہ عربی کی کسی تاریخ میں  
 اس واقعہ کا اشارہ تک بھی نہیں ہے اور نیز کوئی بیان بطور شہادت کے موجود نہیں ہے اس لئے مجھے  
 اندیشہ ہے کہ کہیں یہ روایت بھی مجملہ ان ہر دلعزیز غلط روایتوں کے نہ ہو جو عوام الناس میں پھیلی ہوئی ہوئی ہیں  
 کسی قوم کی تاریخ لکھتے ہوئے اُس قوم کے مشہور شخص سے پیشمار ہر دلعزیز حکایتیں منسوب ہو جاتی ہیں  
 ہارون الرشید بھی اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں ہے اور عربی علم ادب میں ایسی حکایتیں اور روایتیں  
 جس میں اس مشہور خلیفہ کا ذرا سا بھی ذکر ہوتا ہے بکثرت موجود ہیں۔ گویا یہی بہت سی حکایتیں کسی دوسرے  
 شخص یا دوسرے زمانے سے ایسی ہی اچھی طرح سے منسوب کی جاسکتی ہیں۔

خلیفہ ہارون الرشید  
 کے عادات  
 و اطوار

اس قسم کے متضاد ذخیرہ سے انتخاب کر کے میں نے صرف وہی حکایتیں تحریر کی ہیں جن کے راوی  
 بہت معتبر ہیں یعنی وہی سچی اور راست راست حکایتیں تحریر کی گئی ہیں جن کا تعلق ہماری اس تاریخ  
 سے ہے یہ حکایتیں درحقیقت بہت عمدہ ہیں اور صرف یہی ایک ذریعہ ہیں کہ جن سے ہارون الرشید کی  
 ذاتی کارروائیوں کا احوال معلوم ہوتا ہے کیونکہ اُس زمانے میں عربوں کو سوانح عمری کی تحریر سے  
 واقفیت نہیں تھی اور اُس کے تھوڑے عرصہ بعد جب علم کی یہ شاخ ان میں بھی پھیل گئی اور رواج  
 پا گئی تو طرز بیان میں قصہ کہانیوں کی مانند وضع زیادہ ہوتی تھی مگر ہمیں نے اُس زمانہ کی بہت سی ظریف  
 اور لطیف حکایتیں جو خلیفہ ہارون الرشید اور اُس کے خوش خلق خوش مزاج ہمراہیوں اور دوستوں  
 سے منسوب کی جاتی ہیں اس کتاب میں تحریر نہیں کی ہیں لیکن پھر بھی چند حکایتیں ایسی درج ہو گئی ہیں  
 جو کہ ایک ایسی تاریخی کتاب میں جیسی کہ یہ ہے بالکل بے موقع ہیں لیکن ناظرین کے دل پر یہ بات نقش  
 کرنا چاہتا ہوں کہ ان ہی بے حقیقت حکایتوں اور قصوں میں ہی بہت سچی باتیں موجود ہوا کرتی ہیں اور  
 درحقیقت اُن سے وہ احوال پورا پورا ظاہر ہوتا ہے کہ خلفائے عباسیہ کے زمانے میں عربوں کی طرز معاش  
 لے چارلس دی گریٹ یعنی چارلس اعظم جسکو فرانسیسی زبان میں شارلمین کہتے ہیں ۷۶۸ء میں تخت فرانس پر بیٹھا یہ بہت لائق اور  
 بہادر شاہ تھا ۷۶۸ء میں مغربی سلطنت رومہ الکبریٰ کا شہنشاہ منتخب ہوا مشرقی سلطنت تو ہارون الرشید کی باجگدار تھی اس  
 خلیفہ کے دوستانہ تعلقات تھے ۸۴۳ء میں حکومت کر کے ۸۴۰ء میں مر گیا ۸۴۰ء مصلح مترجم۔

اور ان کا آپس میں میل جول اور ملاقات وغیرہ کا طریقہ یہ تھا اور اپنی حکایتوں ہماری اس تواریخ کا وہ مضمون ظاہر ہوتا ہے جس طرح کہ ہارون الرشید زندگی بسر کیا کرتا تھا یا اپنے خیال دہن کرنا تھا یا گفتگو کرتا تھا اور اپنی حکایتوں سے اس سے بھی زیادہ واضح طور سے بنسبت اس کی شہنشاہانہ کارروائیوں کے اس کا ذاتی چال و چلن عادات و اطوار معلوم ہوتے ہیں اس اب خلیفہ ہارون الرشید سے رخصت ہوتا ہوں یعنی اس کا بیان ختم کرتا ہوں میں نے اس کو سیاہ رنگ کپڑوں سے نکال کر تواریخ کی روشنی اور دھوپ میں لائیکو کوشش کی ہے۔ اگر اب جبکہ ہم اس سے بہت اچھی طرح سے واقف ہو گئے ہیں ہم اسکو اعظم کا خطاب نہ دیوں اور اس خطاب کو زمانہ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تو گویا ہم نے اسی باشا و شوکت فرمانروائی اور حکومت اور اس کے عہد جوانی کے مختلف واقعات اور اس کے پر مصیبت انجام کو گویا کچھ بھی نہیں پڑھا اور کچھ یاد نہیں رکھا کیونکہ ہم اس کے یہ حالات پڑھ کر اسکو اعظم کا خطاب دینے یعنی نہیں رہ سکتے خلیفہ ہارون الرشید میں تمام لیاقتیں جمع تھیں اور وہ جامع جمیع صفات تھا بڑا ہشیار اور عقلمند اور بڑی تیز فہم و فراست رکھتا تھا اس کا ارادہ اور عزم بڑا مضبوط اور مستقل ہوتا تھا خلیفہ ہارون الرشید تو خود ایک بڑا عالیشان بادشاہ تھا۔ اگر وہ کم درجہ کا شخص بھی ہوتا تب بھی اپنی تیزی عقل اور کثرت فہم و فراست سے اپنے ملک کے لئے اور دنیا بھر کے لئے بہت مفید باتیں کرتا اور درحقیقت اپنے زور بازو سے بہت بڑا رتبہ اور درجہ حاصل کر لیتا۔

خلیفہ ہارون الرشید کی گفتگو میں نہایت فصاحت اور بلاغت اور حکم ہوتا تھا جیسا کہ اسکی تقریروں کے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے جو کہ اب بھی موجود ہیں وہ زمانہ ایسا تھا کہ لوگ فصاحت و بلاغت کو سیکھا کرتے تھے اور فاضل کامل بننے کے لئے فصاحت اور بلاغت ہی تمام علوم سے زائد عمدہ اور اعلیٰ ہنر خیال کیا جاتا تھا۔ خود اس زمانے میں بھی خلیفہ ہارون الرشید کی فصاحت و بلاغت بہت مشہور و معروف تھی یہ بات کہ یہ تقریریں خاص ہارون الرشید ہی کی اعلیٰ تقریریں ہیں اس امر سے ثابت ہوتی ہے کہ اگرچہ ان تقریروں کو مختلف مورخین نے بیان کیا ہے لیکن ان سب کا طرز بیان اور مضمون یکساں ہے ہارون الرشید کی ان تقریروں میں ایک خاص صفت یہ ہے کہ اب بھی اگر کوئی شخص اس کی اعلیٰ تقریریں ایک دفعہ بھی پڑھ لیتا ہے تو وہ اسکی یاد سے کبھی فراموش نہیں ہوتیں جس زمانہ میں کہ خلیفہ نے وہ تقریریں زبان سے فرمائی ہوں گی اور ایسی تقریریں اکثر کسی حادثہ یا وقوع واقعہ کے وقت ہارون الرشید زبان سے فرمایا کرتا تھا

تو ان تقریروں کا اثر سامعین کے دلوں پر اس قدر ہوتا تھا کہ کبھی زائل نہیں ہوتا تھا اور لوگ اس کی تقریر کو سنتے ہی خلوص دل سے اس پر عمل کرنا شروع کر دیتے تھے۔

خلیفہ ہارون الرشید کے مزاج میں بڑا خلق اور محبت اور تواضع تھی۔ لیکن اس رتبہ نے کہ جو مقدر نے اس کے لئے مقرر کر دیا تھا اس کے ایسے تمام اصلی خیالات مصلحتاً یا ضرورتاً ضائع کر دیئے تھے یہ بات سیر کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ اس وقت کی تمام مہذب دنیا اس کے زیر نگین اور اس کی سلطنت میں داخل تھی اور نیز یہ کہ زمین اللہ تعالیٰ کے نائب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ دار اور ان کا مسند جانشین تھا اور مذہب کا پیشوا تھا۔ المختصر یہ کہ تمام دنیا میں اس سے زیادہ کوئی شخص صاحب عظمت و اقتدار اور صاحب شان و شوکت اور قابل تعظیم اور فیض خلاق نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا۔

اس کے خوشامدی درباریوں نے اس کے ہی ذہن نشین یہ بات نہیں کر دی تھی بلکہ اس وقت کی کل اسلامی دنیا کو اور زمانہ حال کے چند مسلمانوں کو اب بھی اس بات کا یقین کامل ہے کہ کافر خدا کی مخلوق نہیں کہا جاسکتا۔

یہ امر کہ ایسے شخص پر خراب اثر نہ پڑے یا ایسی خود مختار مطلق العنانی میں بالواسطہ بے انصافی کے

لے مسٹر پامر خلیفہ ہارون الرشید کی تاریخ لکھتے لکھتے تمام مسلمانوں پر یہ ایک ایسا صریح اور محیط اور عام اتہام لگا بیٹھے کہ اسکی زد مذہب اسلام پر پڑتی ہے۔ اول تو یہ اتہام قول بلا دلیل ہے اور دوسرے مذہبی اور پوچھنے والوں کی طور سے ایک بے بنیاد بہتان ہے مذہبی طور سے اگر دیکھا جائے تو کل مسلمان تمام اشیاء کا خالق صرف اکیلے اللہ تعالیٰ ہی کو جانتے ہیں اور یہی ان کا ایمان ہے انسان تو کافر ہو یا مسلمان اشرف المخلوقات ہی ہے مسلمان علاوہ ذی حیات کے جمادات اور نباتات وغرض کہ ہر چیز کو خدا کا پیدا کیا ہوا جانتے ہیں مسلمانوں کی مذہبی مقدس کتاب قرآن شریف میں جا بجا ہی مرقوم ہے چنانچہ قرآن شریف کے ۲۷ پائے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وخلق کل شیء وھو کل شیء عظیم" اور دوسری جگہ فرماتا ہے: "خالق کل شیء فاعبدوہ" اسی طرح ہی جگہ مرقوم ہے: "ھو الذین خلق السموت والارض و ما بینھما" ان سب کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ زمین پر ہے اور آسمان پر ہے یا ان کے درمیان ہے ان سب کا خالق اور کل شیء کا پیدا کرنے والا خدا ہی ہے پھر بھلا ایسا کون مسلمان ہوگا جو قرآن شریف کو نہ مانے اور تمام موجودات کو خدا کی پیدا کی ہوئی نہ سمجھتا ہو جو مسلمان ایسا یقین نہ رکھے وہ تو خود کافر ہے چونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جو شخص جس دین یا مذہب میں ہوتا ہے اس کے سب احکام کا پابند ہوتا ہے اور خصوصاً دین اسلام میں تو یہ باتیں لازمی اور فرض ہیں اور ان کے نہ ماننے سے آدمی مسلمان نہیں رہتا اور ہارون الرشید کو اسی جگہ اور دیگر جگہ اسی کتاب میں مسٹر پامر نے عالم باعمل اور فاضل اجل لکھا ہے تو کیا یہ بات قرین قیاس ہے کہ ہارون الرشید کافروں کو خدا کی مخلوق نہیں سمجھتا ہوگا ایسا بات ہرگز قرین قیاس نہیں ہے علاوہ ازیں ہارون الرشید کے سوا سب مسلمانوں پر اور زمانہ حال کے چند مسلمانوں پر پامر صاحب نے یہی الزام لگایا ہے یہ بھی غلط ہے ظاہر ہے کہ ایسا خیال کسی مسلمان کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہر مسلمان خدا کو وحدہ لا شریک اور لم یلد۔ ولم یولد اور خالق کل شیء جانتا ہے تو خدا بالذکر من ذلک اگر مسلمانوں کا یہ خیال ہوتا تو لامحالہ پامر صاحب کے بیان کے موافق وہ کافروں کا خالق غیر اللہ کو بتاتے اور عین شرک ہے جس سے تمام فاضل عیسائی۔۔۔ واقف ہیں کہ مسلمان شرک کے پاس نہیں ٹھکتے۔ اس بات سے کل یورپین مصنفین واقف ہیں مسٹر کریسی صاحب جو ایک مشہور مورخ اور فاضل مصنف ہیں اپنی کتاب روم کے صفحہ ۱۰۶ میں تحریر کرتے ہیں کہ "قرآن شریف مشرکین پر تنبیہ کرنے کا حکم دیتا ہے" مسٹر کریسی مسلمانوں اس مسئلے سے واقف ہیں تو کیا مسٹر پامر اس سے واقف نہ ہونگے جو ایک بڑے کامل فاضل عربی ماں رکھے؟ ضرور ہونگے مگر یہ ان کا تعصب ہے (بقیہ صفحہ آئندہ)

افعال سرزد نہ ہو جاویں یا اس قدر غیر محدود اختیارات اور طاقت و قوت حاصل ہونیکے باعث اور مداری کے تمام خیالات کی عدم موجودگی کے سبب عیش و آرام میں نہ پڑ سکے انسانی خلقت میں یہ بات ناممکن ہے اُس پر خراب اثر پڑا۔ ہارون الرشید مطلق العنان بخت گیر اور عیاش تھا لیکن اُس کے ساتھ ہی ہارون الرشید ایک بہت ہی مضبوط مستقل اور اولوالعزم شہنشاہ تھا اپنے نابھی فرائض نہایت تنہا ہی اور عاجزی کے ساتھ ادا کیا کرتا تھا اور جو عظیم الشان سلطنت کہ اُس کو وراثت پہنچی تھی اُس کے وسعت میں حتی المقدور کوشش کرتا یا جس قدر کہ تھی اُس کے محفوظ اور مصئون رہنے کی حتی الامکان کوشش میں رہتا تھا۔ اگر ان امور کے نقاق میں کسی رعایا کی جان جاتی یا کسی غنیمت کا مالک ویران اور برباد ہو جاتا تو اس امر کا خیال اس سے زیادہ نہیں کرتا کہ جس طرح کسی مکان کا مالک اپنے نوکروں کو اپنے مکان میں سے بکڑی کے جانے وغیرہ صاف کرنے اور پھینکا دینے کے لئے حکم دیتا ہے اور جس وقت ہارون الرشید شہنشاہانہ احتیاطوں یا ظلم و نسق سلطنت کے خیال میں نہیں ہوتا تھا اُس وقت وہ بہت ہی خوش اخلاق اور غم ربا دوست اور رفیق دل بہلانی والا ہوتا تھا اور تمام لوگ اُس سے محبت اور اخلاص کرتے تھے۔ اگرچہ ایسے لوگ جو اُس سے دل لگی کی جرت کر جاتے

دقیقہ صغیر گذشتہ کہ جانتے بوجھے ایک بات سے ناواقف بن گئے اور اُس کو چھپا لیا اور صریح بے بنیاد اتہام مسلمانوں پر لگا دیا نہ ہی خیال سے تو یہ اتہام بالکل بے وقعت ہے پولیٹیکل وجوہات سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسلمانوں نے یہ بات ظاہر کرنے کے لئے لکھی ہے کہ کافروں کو خدا کی مخلوق نہ سمجھ کر مسلمان لوگ اُن سے زیادتی کرتے تھے یا انکی جان و مال کی حفاظت نہ تھی؛ مگر جہاں تک تلاش اور تحقیق خود عیسائیوں نے بھی کیا تو یہی معلوم ہوا کہ عیسائی رعایا کو بھی مسلمان رعایا کی برابر سمجھا جاتا تھا اور مسلمانوں کی جان و مال کی طرح عیسائی رعایا کی بھی پوری پوری حفاظت اور انکی جان و مال کی حفاظت کی جاتی تھی۔

یہی کریمی صاحب مسلمانوں کی شریعت کا حال لکھتے ہیں کہ انکی شریعت میں یہ حکم ہے کہ صرف ایک عیسائی رعایا کو جو بادشاہ اسلام کی رعایا ہو ایک سزا اور ایک مسلمان بھی ناحق مار ڈالیں تو ان سب مسلمانوں کو قتل کر دینا چاہیے مسلمان حکمرانوں کو کافر رعایا کی کس قدر پاسبانی اور حفاظت کا حکم چنانچہ ہمیشہ ممالک اسلامی میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے اسی کتاب میں ہارون الرشید کا عیسائی خانقاہ میں جانا اور انکو ۵۰۰ پونڈ دینا اور سات برس تک عیسائیوں کی خانقاہ کے متعلق باغات اور تمام زمینوں کا محصول اور لگان معاف کر دینا کیا یہ رعایا کے غیر قوم کی پاسداری اور دجوتی اور ان کو فارغ البال اور خوش کرنے کی کم دلیل ہے؟ اور خلفائے راشدین میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو معاہدہ عیسائی رعایا کے جان و مال کی حفاظت کیلئے کیا تھا اس کا تمام سلطنت میں نفاذ پذیر ہونا کیا اس بات کو ظاہر نہیں کرتا کہ ہارون الرشید کس قدر منصف اور رعایا پرور تھا عام اس سے کہ وہ رعایا غیر قوم ہو مسلمان ہو۔ علاوہ ازیں جبرئیل بن جئیشوع اور جئیشوع عیسائی طبیبوں پر کیا اُس کو بھر و ساقا اور ان کا رتبہ و ذراتے کم نہیں تھا اسی طرح سوری اور نجوسی اور ہندوستانی تہذیب سب ہارون الرشید کے پاس بڑے بڑے مشاہروں اور موجود اور ان سے بالکل تعصب نہ تھا پھر معلوم نہیں مسلمانوں نے کس خیال سے یہ بات لکھی ہے کہ در کافر خدا کی مخلوق نہیں کہا جاسکتا مسلمانوں کا یقین ہے کہ یہ بالکل تعصب اور قول بے دلیل و واقف کاروں کی نظروں میں اس قول کی کچھ وقعت ہرگز نہیں ہو سکتی ۱۲ مصباح مترجم

تھے۔ اکثر اوقات جلاد کی تلوار ان کے سروں پر کھنچی ہوتی تھی لیکن وہ اس سے ہنسی کر گزرتے تھے۔  
 خلیفہ ہارون الرشید کے بعد خلافت کی تواریخ خانہ جنگیوں، حملوں اور زوال سلطنت کا ایک  
 بڑا غمناک بیان ہے۔ ہارون الرشید کے بیٹے ماموں کی خلافت میں یہ بات سچ ہے کہ سلطنت کی  
 شان و شوکت کی چمک دمک کم نہیں ہوئی تھی۔ اگرچہ سلطنت کے حدود تو بیشتر تری سے کم ہو گئے تھے  
 اور قوت اور طاقت بھی محدود ہو گئی تھی۔ لیکن اس معزز شہنشاہ نے علم اور صنعت اور حرفت وغیرہ  
 کو بڑی رونق دی اور قدیم زمانہ کی سسکرت اور ہند اور ایرانی اور یونانی علوم کی بڑی بڑی کتابیں  
 اور دیگر تصنیفات کو اپنی زبان عربی میں ترجمہ کرا کے علم کو بہت رواج دیا۔ اور اس وجہ سے تمام  
 ہند و دنیا کو بشکوری تمام ماموں کی خلافت کا زمانہ یاد رہے گا۔

ہارون الرشید  
 کے جانشین

ماموں کے بعد جو خلیفہ ہوئے ان کی سلطنت میں وہ رنگ ڈھنگ ہی نہیں رہا۔ عیش و عشرت  
 میں پڑ گئے۔ کابل و جودی اور سستی ان میں آگئی۔ رعایا پر ظلم ہونے لگے۔ پھر ان امور کے مہلک نتیجے ہو  
 آئے۔ آخر کار خلفاء عباسیہ کے آخری خلیفہ المتوکل کو سلطنت عثمانیہ کا ایک شہنشاہ سلیم نامی مصر سے قید کر کے  
 اپنے ہمراہ قسطنطنیہ لے گیا۔ المتوکل میں مذہبی پیشوا ہونے کا بھی کچھ اثر باقی تھا اس لئے اس نے مجبوراً اپنا  
 خالی خطاب سلطان سلیم کے سپرد کر دیا۔ حضرت محمد صاحب رصی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مذہب تلقین کیا  
 اور جس کو ان کے خلفاء راشدین اور جانشینوں نے اس قدر وسیع پیمانہ پر تمام دنیا میں پھیلا دیا اور فروغ  
 دیدیا تھا وہ تو اسی وقت سے خوب مضبوط اور مستقل طور سے جڑ پکڑ گیا تھا۔ لیکن اسلام کی دنیاوی

لافت کا سلطنت  
 یہ میں منتقل  
 ہونا

لہ چیمبرس انسا ایکلو سید یا میں تحریر ہے کہ سلطنت میں خلفاء عباسیہ کے عہد میں علم ادب اور فنون حکمت کا ظہور ہوا۔  
 ہارون الرشید کے ایام حکمرانی میں بڑی قیامی سے ان کی تربیت ہوئی بہت سے مائکوں سے اہل علم طلب کئے گئے اور بادشاہی  
 سخاوت سے ان کو بہت کچھ انعام وغیرہ دئے گئے۔ اہل یونان و شام اور ایران و ہند کی عمدہ عمدہ کتابیں عربی میں ترجمہ ہو کر  
 مشہور اور شائع ہوئیں۔ خلفاء ماموں نے جس نے سلطنت کے عہد میں سلطنت کی سلطان روم رومانو کو سائے بارہ من  
 سونا بھیجا اور ہمیشہ کی صلح اس شرط پر منظور کی کہ لیوفیلسوف کو اجازت دی جائے کہ کچھ عرصہ کے لئے وہ یہاں آکر ماموں کو فلسفہ  
 و حکمت سکھا جاوے۔ فلسفہ قابل کرنے کے لئے ایسے زحمت صرف کرنے کی بہت کم مثال ملے گی۔ اسی ماموں الرشید کے  
 زمانہ میں بغداد، بصرہ، بخارا وغیرہ میں بڑے بڑے مدرسوں کی بنیادی اور اسکندریہ، بغداد اور قاہرہ میں عظیم الشان کتب خانے  
 بنائے گئے۔ اسپین میں مدرسہ عظیم مقام قرطبہ کا بغداد کی علمی شہرت کی ہمسری کرتا تھا اور عمود سوس صدی میں جہاں کچھ  
 مسلمان ہی تمام علوم کے عالم اور محافظ اور سکھانے والے نظر آتے تھے۔ فرانس اور یورپ کے طالب علم جوق در جوق انڈس  
 آنے شروع ہوئے اور ریاضی اور طب عربوں سے سکھنے لگے۔ انڈس کے ایک عربی کتب خانے میں چھ لاکھ کتابیں موجود تھیں اس ترقی علم کا جہاں  
 اس زمانہ سے مقابلہ کیا جائے جو قبل زمانہ محض قلعہ گذرا تو ثابت ہوتا ہے کہ جیسا کہ عرب ملکوں کے فوج میں ہفت کے لئے ایسے ہی تھے  
 میں یہ لوگ تیز رفتار تھے۔ اسی طرح مسٹر ہنری ٹومیس نے ہنری آف فلاسفی میں لکھا ہے کہ مسلمانوں ہی وجہ یورپ میں علم اور فلسفہ  
 اس امر خاص میں یورپ مسلمانوں کا ممنون احسان ہے اور اس کے بڑا احسان عربوں کا یورپ ہے کہ عربوں نے علم ہندسہ اور ہیت  
 طب اور کیمیا میں بڑی کوشش کی اور انہیں کی بدولت اسپین رانڈس سے فرانس ہو کر یورپ میں علم پھیلا۔ مصباح مترجم

متفقہ طاقت یا سلطنت دنیاوی شہنشاہی شہر بغداد کے زوال کے بعد سے گویا جاتی رہی اور بغداد  
کی رونق اور شان و شوکت خلیفہ ہارون الرشید کے نام اور شہرت کی ایک جزو لاینفک قطعہ  
شرح قصہ من رفتہ خواب از چشم حاصل را شب آخر گشتہ او افسانہ از افسانہ می خیزد  
اضمیمہ جات

## خلیفہ ہارون الرشید کی سلطنت کی سالانہ آمدنی

ہارون الرشید کے زمانہ میں خراج کی سالانہ آمدنی سات ہزار پانسو قنطار تھی ایک قنطار آٹھ ہزار  
چار سو دینار کا ہوتا ہے اور بموجب تحقیق گبن صاحب اور دیگر مورخین کے دینار کم از کم پانچ روپے  
کا ہوتا ہے۔ اگر اس آمدنی کو روپیوں میں دریافت کیا جاوے تو سلطنت کے خراج کی سالانہ تعداد  
اکتیس کروڑ پچاس لاکھ روپیہ کی تھی ہر صوبہ کا خراج الگ الگ مقرر تھا۔ علاوہ زر نقد کے خراج میں  
بہت سی دیگر اشیاء بھی سالانہ آتی تھیں مثلاً حلتے شکر۔ گلاب کی بوتلیں۔ زیت سیاہ۔ مین کے تھان  
بھور۔ عود ہندی۔ ریشمی تھان۔ فانیذ۔ گھوڑے۔ غلام۔ پیلہ۔ نقرہ چاندی۔ لیشم۔ شہد۔ فرش  
چادریں۔ منڈیل۔ بازو ہانور۔ رب الریائین۔ خچر۔ بچیرے۔ زقم۔ (قسم پھل) سورماہی وغیرہ وغیرہ ہر صوبہ کا  
انتظام عاملانہ اور جوڈیشل اور پولیس وغیرہ سب قسم کا اختیار اور فوجی اختیار مع کل مصارف کے گوزاریا  
عامل صوبہ کو ہوا کرتا تھا اور یہ رقم گویا بطور ٹھیکہ کے عاملوں سے لی جاتی تھی اس طرح سے گویا یہ آمدنی سالانہ صرف

۱۵۰ بغداد کی وجہ نسیم یہ ہے کہ اس کے قریب نو شہروں کا ایک باغ تھا جہاں بیٹھ کر وہ مقدمات فیصل کرتا تھا اور سیو جہ وہ باغ دادی  
انصاف کا باغ مشہور ہو گیا اور عوام الناس کی زبان پر بغداد کا آسان لفظ چڑھ گیا اور پھر یہ مشہور ہو گیا ابو جعفر منصور عباسی کے جو ہارون الرشید  
کا داد تھا اسکو از سر نو آباد کیا۔ آب و ہوا یہاں کی بہت معتدل تھی اور پولیشل مصلحتوں کے لحاظ سے بھی یہ نہایت مناسب مقام تھا چند  
انجینئر مقرر کر کے منصور نے اس کی عمارتیں اصول مندرجہ کے لحاظ سے بنوائی تھیں دنیا میں صرف یہی ایک شہر ہے جس کی آبادی بالکل دائرہ کی  
صورت میں ہے۔ منصور نے خاص ایوان شاہی مرکز کی طرح عین وسط میں تعمیر کرایا تھا جس سے غالباً یہ اشارہ مقصود تھا کہ حاکمانہ حیثیت  
سے بادشاہ کے ساتھ ہر خاص عام کو یکساں نسبت ہے۔ منصور نے اس کا نام مدینۃ السلام رکھا مگر یہ نام عام زبانوں پر محیط  
نہ ہو سکا۔ خلیفہ مہدی نے وجہ کی مشرقی جانب محل اور آبادی اور بڑھالی مامون الرشید کے عہد تک اس شہر کی آبادی دس لاکھ سے زیادہ تھی  
بغداد میں ایک زمانہ میں تیس ہزار مسجدیں اور دس ہزار حمام موجود تھے گبن صاحب لکھتے ہیں کہ شہر بغداد میں آٹھ سو ساٹھ طبیبوں کو مطب کر نیکی  
اجازت تھی انوری نے ایک قصیدہ میں بغداد کی خوشگوار آب و ہوا وجہ کی روانی کشتیوں کی سیر باغوں کی رنگینی کا نہایت دلبرہماں دکھایا ہے چنانچہ  
دو تین شعر اس کے ذیل میں درج ہیں۔

خوشا نواچی بغداد جائے فضل و بہر کس نشاں نذر در جہاں خاں کشور سوا اور بمثل چوں سپہ مینارنگ ہوائے اول بصفت چوں نسیم جان پرور  
ہزار نورق خورشید مثل بر سر آب برال صفت کہ پرانہ بر سپہ اختر شبیہ باغ شود بوستان بوقت غروب لکھل چرخ شود بوستان بوقت سحر

لکھ مشر پامرنے آمدنی نہیں لکھی مگر میں نے خوب تحقیق کر کے اور مستند کتابوں سے منتخب کر کے آمدنی کا حال اور دوسرے کئی ضمیمے لکھ دیے ہیں اصل صحیح مترجم

ہارون الرشید  
کی سلطنت  
کی سالانہ آمد

خراج کی تھی ٹیکس کی آمدنی کسی قسم کی نہ تھی۔ اس کے علاوہ عشر اور جزیرہ اور زکوٰۃ کی الگ آمدنی اور اگر سب آمدنی اور ان اشیاء کی قیمت ملالی جاوے تو قریباً چالیس کروڑ روپے سالانہ آمدنی تھی۔

### خلیفہ ہارون الرشید کی فوج کی تعداد

صوبوں کے گورنروں کو فوجی اختیارات ہوا کرتے تھے ضرورت ملک کے موافق عامل جس قدر چاہتے فوج نوکر لکھتے تھے۔ اگر کسی صوبہ میں کوئی بغاوت نمودار ہوئی تو اس وقت اور فوج نوکر رکھ لی جاتی تھی۔ اس زمانہ میں توپ یا بندوق یا بارود کوئی چیز ایجاد نہیں ہوئی تھی صرف تیر اور تلوار اور نیزے ہی لڑائی ہوا کرتی تھی۔ اس زمانہ حال کی طرح ہمیشہ قواعد سکھلانے یا قواعد میں ہمیشہ مشق کرانیکلی ضرورت نہیں تھی۔ اگر کسی صوبہ کا عامل یا گورنر بغاوت پر آمادہ ہو جاتا تو ایسا اکثر ہوتا تھا کہ ہارون الرشید کسی دوسرے صوبہ کے عامل کو اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کر کے بغاوت فرو کر دیا کرتا تھا۔ ایسا موقع بہت کم ہوا کہ جس میں خلیفہ کو اپنی خاص فوج بھیجنے کی ضرورت ہوئی ہو اور جب کبھی خلیفہ ہارون الرشید جہاد پر جاتا تو جہاد کا نام سنتے ہی تمام ملک آج کے والٹیریوں کی طرح لڑنے کے لئے اُمتا اُتاتا تھا اور ایسے ہی دیگر ضرورتوں کے وقت جس قدر فوج درکار ہوتی فوراً نوکر رکھ لی جاتی تھی۔ مامون الرشید کے زمانے تک فوج کی تعداد دو لاکھ تھی اور یہ فوج ہمیشہ کے لئے تھی۔ اس فوج کے سپاہیوں کا نام اور حلیہ دفتر شاہی میں تحریر تھا اور ان کو ماہوار تنخواہ ملا کرتی تھی۔ یہی حال خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ میں تھا عرض کہ ہارون الرشید کی مقررہ فوج کی تعداد دو لاکھ تھی۔

### نو دو ہفت خلفاء اسلام

عربی اخبار مصباح الشرق نے بتقریب عید ولادت سلطان المعظم جمیع خلفاء اسلام کی فہرست معہ ان کے سنیں ابتداءی و انتہاء خلافت کے درج کی ہے۔ جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے لیکر آج تک خلیفہ المسلمین کے لقب سے ملقب چلے آئے ہیں۔ چونکہ ایسے بہادر بزرگ اہل حمیت۔ اہل شوکت اور اہل دانش ناموں کے نام ہی ان کی صفات کا اظہار کرتے ہیں اور ہماری آنکھوں کے سامنے ان کے

لہ اگر آمدنی کا مقابلہ ہندوستان کی آمدنی سے کیا جاوے جو کہ نہایت زرخیز ملک دنیا میں خیال کیا گیا ہے اور اس کے برابر کوئی ملک نہیں اور زرخیز نہیں مانا جاتا تو معلوم ہوگا کہ سالانہ آمدنی خلیفہ ہارون الرشید کی سلطنت کی زیادہ تھی۔ ہندوستان کی مالی آمدنی ہمہ کرم سے کم ہے گوریل اور تک اور ایون اور دیگر ٹیکس متعدد ہی آمدنی سب ملالی جاوے تو اسی کروڑ کے قریب ہندوستان کی سالانہ آمدنی ہوتی ہے لیکن خرچ بھی اسی قدر یا اس سے زیادہ ہے اور خلیفہ کی یہ کل آمدنی اعلیٰ توفیر ریچٹ کی ہوگی کیونکہ صوبوں کا انتظام چلے گا اور خلیفہ کے زمانہ میں سوائے خراج اور عشر وغیرہ کے اور کوئی آمدنی کسی قسم کی نہ تھی۔ ۱۲ مترجم۔

ہارون الرشید  
کی فوج مقررہ  
کی تعداد

فہرست خلفاء  
اسلام



# فہرست کتب

جن سے اس کتاب کے نوٹوں میں مدد لی گئی ہے

نمبر شمار	نام کتاب	نام زبان	نام مصنف	کیفیت
۱	شرح فقہ اکبر		ملا علی قاری	
۲	تاریخ الخلفاء	عربی	شیخ جلال الدین سیوطی	
۳	روضۃ الاحباب	فارسی	سید جمال الدین صاحب محدث	
۴	معارج النبوت	ایضاً	ملا معین کاشفی	
۵	مدارج النبوت	ایضاً	مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی	
۶	تفریح الاذکیاء فی احوال الانبیاء	اردو	مولوی ابوالحسن حسن	
۷	قرۃ العیون ترجمہ سرور المخزون	اردو	نواب محمد علی خان صاحب بہادر مرحوم والی ریاست ٹونک نے یہ ترجمہ کرایا تھا	مولوی شاہ ولی الدین صاحب محدث دہلوی کی کتاب کا ترجمہ ہے
۸	اعجاز التنزیل	اردو	خلیفہ سید محمد حسن مرحوم سابق وزیر اعظم ہمالہ	
۹	الممامون	اردو	مولوی شبلی نعمانی	
۱۰	البراکہ	"	مولوی عبدالرزاق	کتاب البراکہ ہمارے محترم دوست مولوی عبدالرزاق صاحب

کیفیت

نام مصنف

نام زبان

نام کتاب

نمبر شمار

پیشکار پبلیشرز کراچی کی تصنیف ہے  
یہ کتاب انہوں نے نہایت محنت اور  
اور تحقیق سے لکھی ہے خاص کر حجاج الفی  
ابو نواس - ابراہیم الموصلی - نجیب شوع - جبریل  
رس - دمشق امام موسیٰ کاظم وغیرہ کے نوٹ  
اسی کتاب سے لکھے گئے ہیں گو ان کے  
حالات اور بہت سی کتابوں میں بھی با تفصیل  
مرقوم ہیں مگر خوبی عبادت کی وجہ سے ہم نے اکثر  
نوٹ اسی کتاب سے لکھے ہیں یہ کتاب بھی قابل ہے

مسٹر ڈاکٹر گریٹھرسن

انگریزی

ہسٹری آف ورلڈ

۱۱

مسٹر سوٹن

ایضاً

ہسٹری آف ورلڈ

۱۲

مسٹر گیبس

ایضاً

رومن امپائر

۱۳

ڈاکٹر اسمار اسمتھ

ایضاً

ہسٹری آف گرین

۱۴

مسٹر آرتھر بوج

ایضاً

ہسٹری آف انڈیا

۱۵

مسٹر پیمرز

ایضاً

انسائیکلو پیڈیا

۱۶

مسٹر بالک

ایضاً

ایضاً

مسٹر لود

ایضاً

ایضاً

۱۳

۱۴

زمانے پھر جاتے ہیں۔ ایسا کون شخص ہے جس کے سامنے حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ذکر کر دیا جاوے تو اسکو انکا  
 اور اسلامی میں تدارک عظیم اور جاہل بادینہ نشین لوگوں کا آرام کرنا یاد نہ آجائے گا۔ یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ  
 عنہ کا ذکر کر دیا جائے تو ان کی بڑی بڑی فتوحات اور مہتمم بالشان کام۔ یا عبدالملک بن مروان کا ذکر کر دیا  
 جاوے تو ان کا فتنے اور فساد فرو کرنا اور مسلمانوں میں باہم اتفاق کرانا یا حضرت عمر بن عبدالعزیز کے  
 نام سے زہد۔ عدل۔ تقویٰ اور پرہیزگاری یا منصور کے نام سے عزم۔ تدبیر ملک اور قوت سلطنت یا  
 مامون الرشید کے نام سے مدینۃ السلام (بغداد) اور اُس کے ساکنین۔ اور علوم و فنون میں اس کی  
 ناموری یا سلطان سلیم خاندان عثمانیہ کے خلیفہ اول کے نام سے قوت سلطنت کی جمعیت اور خلافت کی  
 عزت یا سلطان سلیم قانونی کے نام سے جو کچھ کہ اُس نے احکام کے مدون کرنے یا اپنے زمانے میں  
 سلطنت اسلامی کو قوت اور عروج سے ناموری حال کی تھی یاد نہیں آجائے گا۔

چنانچہ قیل میں تمام خلفاء اسلام کے نام لکھے جاتے ہیں خلافت راشدہ ۱۱ھ ہجری میں ابو بکر صدیق  
 سے شروع ہو کر حضرت حسن السبط پر ۱۱ھ میں تیس برس تین ماہ اور اٹھارہ یوم کے بعد ختم ہوئی اور پانچ  
 خلفائے عظام ہوئے حضرت ابو بکر اور عمرؓ اور عثمانؓ کامرکز خلافت مدینہ منورہ اور حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ کا  
 کوفہ رہا خلافت راشدہ کے بعد بنو امیہ کی خلافت معاویہ بن ابی سفیان سے شروع ہو کر مروان ثانی ابن  
 محمد بن مروان اول پر ۱۳۲ھ میں ۹۱ برس چار ماہ اور پندرہ یوم بعد ختم ہوئی۔ اس خاندان سے  
 چودہ خلیفہ ہوئے جن کا دار الخلافہ دمشق رہا پھر عباسیہ خلافت شروع ہوئی جس کے ۱۳۲ خلفائے راشدہ  
 سے ۱۳۲ھ ہجری تک پانسو پندرہ برس بغداد میں خلافت کی چار برس تاتاریوں اور مغلوں کے غلبہ کی  
 وجہ سے تخت خلافت خالی رہا ۱۳۲ھ ہجری میں اسی خاندان عباسیہ کے ایک رکن ابو القاسم احمد بن النظار  
 نے مصر میں خلافت کو تازہ کیا۔ جہاں اس خاندان عباسیہ کے پندرہ خلیفہ گزرے۔ پندرہویں خلیفہ  
 محمد المتوکل علی اللہ (رابع) نے ۹۲۳ھ ہجری میں خلافت سلطان سلیم اول کو سپرد کر کے اُس کے ہاتھ پر  
 بیعت کی۔ اور خلافت خاندان عباسیہ سے عثمانیہ خاندان میں منتقل ہو گئی۔ عبدالحمید خان ثانی  
 دہشت شاہ حال، اس خاندان عثمانیہ کے ۲۶ خلیفہ المسلمین ہیں۔ یہ ۱۲۹۳ھ ہجری میں مسند خلافت  
 پر رونق افروز ہوئے۔ ان سے پہلے ۲۵ خلفاء عثمانیہ نے ۲۷۰ برس تک خلافت کی۔

## خلفاء راشده - مدینہ منورہ اور کوفہ میں

بشمبر شمار	اسماء خلفاء	سیرت بنی امیہ	سیرت بنی عباس
۱	عبدالمدبو بک صدیق رضی اللہ عنہ	۱۱۰ھ	۱۱۰ھ
۲	عمر فاروق رضی اللہ عنہ	۲۳ھ	۲۳ھ
۳	عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ	۲۳ھ	۳۵ھ
۴	علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ	۳۵ھ	۴۱ھ
۵	امام حسن رضی اللہ عنہ	۴۱ھ	۴۱ھ
<b>خلفاء بنی امیہ شام میں</b>			
۶	معاویہ ابن ابوسفیان	۴۰ھ	۴۰ھ
۷	یزید اول	۴۰ھ	۶۲ھ
۸	معاویہ (ثانی)	۶۲ھ	۶۵ھ
۹	مروان اول، ابن الحکم	۶۵ھ	۶۵ھ
۱۰	عبدالملک بن مروان	۶۵ھ	۸۶ھ
۱۱	ولید اول، ابن عبدالملک	۸۶ھ	۹۹ھ
۱۲	سلیمان ابن عبدالملک	۹۹ھ	۹۹ھ
۱۳	عمر ابن عبدالعزیز	۹۹ھ	۱۰۱ھ
۱۴	یزید (ثانی)، ابن عبدالملک	۱۰۱ھ	۱۰۵ھ
۱۵	ہشام بن عبدالملک	۱۰۵ھ	۱۲۵ھ
۱۶	ولید (ثانی)، ابن یزید (ثانی)	۱۲۵ھ	۱۲۶ھ
۱۷	یزید (ثالث)، ابن ولید اول	۱۲۶ھ	۱۲۶ھ
۱۸	ابراہیم بن ولید اول	۱۲۶ھ	۱۲۶ھ
۱۹	مروان ثانی بن محمد بن مروان اول	۱۲۶ھ	۱۳۲ھ

سیرت خلفاء  
راشدین

سیرت  
خلفاء بنی امیہ

## خلفاء بنی عباس - بغداد میں

نمبر شمار	نام خلفاء	ابتداء خلافت	سنتہ ہجری
۲۰	عبداللہ ابوالعباس السفاح ابن محمد ابن علی ابن عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ	۱۳۶ھ	۱۳۶ھ
۲۱	ابوجعفر المنصور بن محمد	۱۳۶ھ	۱۳۶ھ
۲۲	محمد المہدی ابن منصور	۱۵۸ھ	۱۵۸ھ
۲۳	موسیٰ الہادی بن مہدی	۱۵۸ھ	۱۵۸ھ
۲۴	ہارون الرشید ابن مہدی	۱۹۳ھ	۱۹۳ھ
۲۵	محمد الامین ابن ہارون الرشید	۱۹۳ھ	۱۹۳ھ
۲۶	عبداللہ المامون ابن الرشید	۱۹۸ھ	۱۹۸ھ
۲۷	محمد المعتمد باللہ ابن الرشید	۲۱۸ھ	۲۱۸ھ
۲۸	ہارون الواثق باللہ ابن معتمد	۲۲۶ھ	۲۲۶ھ
۲۹	جعفر المتوکل علی اللہ اول، ابن معتمد	۲۲۶ھ	۲۲۶ھ
۳۰	محمد المنتصر باللہ اول، ابن متوکل	۲۲۶ھ	۲۲۶ھ
۳۱	ابوالعباس احمد المستعین باللہ اول، ابن معتمد	۲۲۶ھ	۲۲۶ھ
۳۲	محمد المعتضد باللہ ابن متوکل	۲۲۹ھ	۲۲۹ھ
۳۳	مہدی باللہ ابن واثق	۲۵۵ھ	۲۵۵ھ
۳۴	معتاد علی اللہ ابن متوکل	۲۵۶ھ	۲۵۶ھ
۳۵	احمد المعتضد باللہ اول، حفيد المتوکل	۲۸۹ھ	۲۸۹ھ
۳۶	ابو محمد المکتفی باللہ ابن معتضد	۲۹۵ھ	۲۹۵ھ
۳۷	جعفر المقتدر باللہ ابن معتضد	۲۹۵ھ	۲۹۵ھ
۳۸	القاسم باللہ ابن معتضد	۳۲۰ھ	۳۲۰ھ
۳۹	ابوالعباس احمد الراضی ابن مقتدر	۳۲۹ھ	۳۲۹ھ
۴۰	ابو اسحاق المتقی باللہ ابن مقتدر	۳۳۳ھ	۳۳۳ھ

فہرست خلفاء  
عباسیہ

شماره	اسماء خلیقا	ابتداء سنہ	انقضاء سنہ
۴۱	ابو القاسم المستکفی (داول) ابن متقی	۳۳۲ھ	۳۳۲ھ
۴۲	ابو القاسم المطیع باللہ ابن مقتدر	۳۳۳ھ	۳۳۳ھ
۴۳	ابو بکر الطالع المدین مطیع	۳۳۸ھ	۳۳۸ھ
۴۴	ابو العباس القادر باللہ ابن مقتدر	۳۳۸ھ	۳۳۸ھ
۴۵	ابو جعفر القائم بامر اللہ (داول) ابن قادر	۳۳۳ھ	۳۳۳ھ
۴۶	ابو القاسم مقتدی بامر اللہ حیدر القائم	۳۳۳ھ	۳۳۳ھ
۴۷	ابو العباس المستنصر باللہ ابن مقتدی	۳۳۸ھ	۳۳۸ھ
۴۸	ابو المنصور المسترشد باللہ ابن مستنصر	۳۳۹ھ	۳۳۹ھ
۴۹	ابو جعفر الراشد باللہ ابن مسترشد	۳۳۹ھ	۳۳۹ھ
۵۰	ابو عبد اللہ المتقی لامر اللہ ابن مستنصر	۳۳۹ھ	۳۳۹ھ
۵۱	ابو المنظر المستنجد باللہ (داول) ابن متقی	۳۳۵ھ	۳۳۵ھ
۵۲	الحسن المستضی بامر اللہ ابن مستنجد	۳۳۵ھ	۳۳۵ھ
۵۳	ابو العباس احمد الناصر لدين اللہ ابن مستضی	۳۳۵ھ	۳۳۵ھ
۵۴	ابو ناصر الظاہر بامر اللہ ابن ناصر	۳۳۳ھ	۳۳۳ھ
۵۵	ابو جعفر المستنصر باللہ (داول) ابن ظاہر	۳۳۳ھ	۳۳۳ھ
۵۶	ابو احمد المعظم باللہ ابن المستنصر	۳۳۳ھ	۳۳۳ھ
۳۳۳ھ ہجری سے ۳۳۳ھ ہجری تک تاتاریوں نے عراق پرورش کر کے فتنہ برپا کیا اور خلافت عباسیہ مصر کو منتقل ہو گئی۔			
<b>خلفاء عباسیہ مصر میں</b>			
۵۷	ابو القاسم احمد المستنصر باللہ (ثانی) ابن ظاہر	۳۳۳ھ	۳۳۳ھ
۵۸	ابو العباس احمد الحاکم بامر اللہ (داول) ابن مستنصر	۳۳۳ھ	۳۳۳ھ
۵۹	ابو الریح سلیمان المستکفی باللہ (ثانی) ابن حاکم	۳۳۳ھ	۳۳۳ھ
۶۰	ابراہیم الواثق باللہ (ثانی) ابن مستکفی	۳۳۳ھ	۳۳۳ھ

نمبر شمار	اسماء خلفاء	ابتداء خلافت	انتهاء خلافت
۶۱	ابوالعباس احمد الحاکم بامر اللہ ثانی، ابن المستکفی	۵۷۴	۵۷۳
۶۲	ابوبکر المعتضد بامر اللہ ثانی، ابن المستکفی	۵۷۳	۵۷۲
۶۳	ابوعبداللہ محمد المتوکل علی اللہ ثانی، ابن معتضد	۵۷۲	۵۷۱
۶۴	ابوالفضل العباس المستعین باللہ ثانی، ابن متوکل	۵۷۱	۵۷۰
۶۵	ابوالفتح داؤد المعتضد بامر اللہ ثالث، ابن متوکل	۵۷۰	۵۶۹
۶۶	ابوالریح سلیمان المستکفی باللہ ثالث، ابن متوکل	۵۶۹	۵۶۸
۶۷	ابوالباقا حمزة القائم بامر اللہ ثانی، ابن متوکل	۵۶۸	۵۶۷
۶۸	ابوالحسن یوسف المستنجد بامر اللہ ثانی، ابن متوکل	۵۶۷	۵۶۶
۶۹	ابوالعزیز عبدالعزیز المتوکل علی اللہ ثالث، حید متوکل ثانی	۵۶۶	۵۶۵
۷۰	ابوالصبر بن یعقوب المستمسک بامر اللہ ابن متوکل ثالث	۵۶۵	۵۶۴
۷۱	محمد المتوکل علی اللہ رابع، ابن المستمسک	۵۶۴	۵۶۳

محمد المتوکل علی اللہ رابع، نے ۹۲۳ھ میں خلافت سلطان سلیمان اول کو سپرد کر کے اُسکے ہاتھ پر بیعت کی اور خلافت خاندان عباسیہ عثمانیہ خاندان میں منتقل ہو گئی ہے۔

### خلفاء بنی عثمان قسطنطینیہ میں

۷۲	سلیم اول (خلافت عثمانیہ میں پہلا خلیفہ)	۹۲۳	۹۲۶
۷۳	سلیمان اول قالونی ابن سلیم	۹۲۶	۹۲۷
۷۴	سلیم ثانی ابن سلیمان	۹۲۷	۹۲۸
۷۵	مراد ثالث ابن سلیم ثانی	۹۲۸	۱۰۰۳
۷۶	محمد ثالث ابن مراد ثالث	۱۰۰۳	۱۰۱۲
۷۷	احمد اول ابن محمد ثالث	۱۰۱۲	۱۰۲۶
۷۸	مصطفیٰ اول ابن محمد ثالث	۱۰۲۶	۱۰۲۶
۷۹	عثمان ثانی ابن احمد اول	۱۰۲۶	۱۰۲۶

فہرست خلفاء  
بنی عثمان

ابتداء خلافت	انتهاء خلافت	اسماء خلفاء	نمبر شمار
۱۰۳۲ھ	۱۰۳۹ھ	مراد چہارم ابن احمد اول	۸۰
۱۰۳۹ھ	۱۰۴۸ھ	ابراہیم بن احمد اول	۸۱
۱۰۵۸ھ	۱۰۹۹ھ	محمد چہارم ابن ابراہیم	۸۲
۱۰۹۹ھ	۱۱۰۲ھ	سیمان ثانی ابن ابراہیم	۸۳
۱۱۰۲ھ	۱۱۰۶ھ	احمد ثانی ابن ابراہیم	۸۴
۱۱۰۶ھ	۱۱۱۵ھ	مصطفیٰ ثانی ابن محمد چہارم	۸۵
۱۱۱۵ھ	۱۱۲۳ھ	احمد سوم ابن محمد چہارم	۸۶
۱۱۲۳ھ	۱۱۶۸ھ	محمد پنجم ابن مصطفیٰ ثانی	۸۷
۱۱۶۸ھ	۱۱۷۱ھ	عثمان سوم ابن مصطفیٰ ثانی	۸۸
۱۱۷۱ھ	۱۱۸۷ھ	مصطفیٰ سوم ابن احمد سوم	۸۹
۱۱۸۷ھ	۱۲۰۳ھ	عبدالحمید اول ابن احمد سوم	۹۰
۱۲۰۳ھ	۱۲۲۲ھ	سلیم سوم ابن مصطفیٰ سوم	۹۱
۱۲۲۲ھ	۱۲۲۴ھ	مصطفیٰ چہارم ابن حمید اول	۹۲
۱۲۲۴ھ	۱۲۵۵ھ	محمود ثانی ابن عبدالحمید اول	۹۳
۱۲۵۵ھ	۱۲۷۷ھ	عبدالحمید ابن محمود ثانی	۹۴
۱۲۷۷ھ	۱۲۹۳ھ	عبدالعزیز ابن محمود ثانی	۹۵
۱۲۹۳ھ	۱۲۹۳ھ	مراد پنجم ابن عبدالحمید	۹۶
۱۲۹۳ھ	۱۲۹۳ھ	عبدالحمید ثانی ابن عبدالحمید	۹۷

یہ سلطان عبدالحمید ثانی ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی سلطنت ہمیشہ قائم رکھے

بہ پایاں آمدیں دفتر حکایت ہچنہاں باقی  
 فاکسار مصباح مترجم فرانس و پرتگال  
 ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۱۳ ہجری قمری مطابق یکم نومبر ۱۸۹۹ء یوم چہار شنبہ



## خاتمہ

### مختصر حوال مؤلف "الہارون"

وطن آبائی خاکسار کا قلعہ ریتنگ من مضافات شہر دہلی ہے حسب و نسب میں قریشی صدیقی  
حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ پسر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول کی اولاد میں گہوں  
ہماتے مورث اولین میں دو تین شخصوں کو یہ فخر حاصل ہوا کہ آنحضرت رسول مقبول احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ  
برگزیدہ تمام انبیاء صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کی صحبت کا عروا فتخا حاصل ہوا اور درجہ اصحاب کے زمزمہ میں  
مسلک ہوئے سبحان اللہ و بحمدہ۔ دولت دیدار سرور کائنات منفر موجودات رحمت عالمیان صفوت  
آومیان تتمہ دور زمان سے بڑھ کر کیا کوئی چیز زیادہ ہو سکتی ہے؟

چہ غم دیوار امت را کہ دار و چوں تو پستیباں | چہ باک از بحر موج آزا کہ با شرف کشتیباں

مذہب فرقہ سنت و الجماعت میں ایک مذہب معین کا پیرو ہوں اور ذیل کی رباعی پر مسلک ہے

### رباعی

بندہ پرو روگارم امت حضرت تہذیبی	دوستدار چار پارم تابع اولاد علی
مذہب حقیقہ دارم ملت حضرت خلیل	خاک پائے غوث الاعظم زریساہ ہرولی

سال ولادت تیرا ۱۲۹۱ھ ہجری قمری مطابق ۱۸۷۸ء ہے میرا مولد شہر ٹونک واقع راجپوتانہ ہے۔  
۱۲۶۱ھ ہجری میں میرے جد محترم مولوی پیر جی محمد امین الدین صاحب مرحوم نے حضور جناب نواب  
وزیرالولہ امیر الملک محمد وزیر خان بہادر نصرت جنگ والی ریاست ٹونک کا سلسلہ ملازمت و نمک  
خوارگی اختیار کیا مختلف عہدوں پر عہد پائی محکمہ دارالانشاء ریاست کی افسری پر چھپا لیس سال  
مامور رہے اور حسن خدمات سے تین پشت تک روسا حکمرانان ٹونک کو خوشنود رکھا اور جاگیر و مناصب  
حاصل کئے ۱۸۵۷ء میں بذیل نمک خواری و رفاقت نواب وزیرالولہ بہادر مرحوم جنت آشیان کے  
گورنمنٹ عالیہ برطانیہ کی خیر خواہی کا پورا ثبوت دیا جس کی بابت ایک خاص سارٹیفکیٹ دیا گیا  
اپنی خوشنودی مزاج کا نواب صاحب بہادر موصوف الصدر نے ۱۲۷۴ھ ہجری میں ان کو عطا کیا  
مختصر جد بزرگوار نے ۱۳۰۵ھ ہجری قمری میں ایک مقتدر پٹن ریاست سے نہیں کی اور اپنے عہدہ بی

حافظ محمد یوسف اپنے خلف الصدق کو جو خاکسار کے والد ماجد ہیں اور خدائے تعالیٰ ان کو عظیم عطا کر کے مقرر کرادیا ۳۰ سالہ عمر میں بمقتضائے کل نفس ذالذات الموت میرے جد مکرم نے اپنی ودیعت حیات کو قابض ارواح کے سپرد کر دیا ہے

اہر آنکہ زاد بنا چارہ باید شش نوشید | ز جام و ہر مٹے گل من علیہا فان

حضرت جید مرحوم اپنی کریم النفسی اور متواضعانہ اخلاق سے کمال نیکنام و بہرہ و عزیز ہے ان کی وفات کے جملہ اراکین ریاست اور ہزبانس حضور پر نور جناب نواب امین الدولہ وزیر الملک نواب حافظ

محمد ابراہیم علیخان صاحب بہادر صولت جنگ جی سی۔ آئی۔ امی فرمانفرمائے حال

ریاست ٹونک کو سخت ملال ہوا اور حضور نواب صاحب بہادر نے بنا برادار رسم تعزیت جید مرحوم

اپنے شاہانہ اخلاق سے ہمارے غریب خانہ پر رونق افروز ہوئے ہم نکلے اوروں کا اعزاز بڑھایا اور اظہار غم و

سینج فرما کر جو کچھ معاش و جاگیر جید مرحوم کے نام مقرر تھی اذراہ شفقت بیسانہ وہ کل جائداد میرے والد مکرم

حافظ محمد یوسف کو عطا کی خداوند تعالیٰ ایسے رئیس قدر دان کو ہمیشہ اپنے ظل حمایت میں رکھے۔ آمین۔

حافظ محمد یوسف میر والد مکرم بارہ سال کی عمر سے بسلاک ملازمت نواب صاحب بہادر فرمانروائے

حال کے دربار میں اپنے والد کے ساتھ احکام نویسی کی خدمت پر جایا کرتے بعد چند سال کے

اپنی کارگزاری سے بہرہ منشی خاص درپرائیویٹ سکرٹری، حضور نواب صاحب بہادر مقرر ہوئے اور

پھر بعد چندے بجائے اپنے والد صاحب مغفور کے بھندہ جلیہ میٹری یعنی لفسری محکمہ دارالانشاء ریاست سے

سر بلند ہوئے۔ ابتدا جوانی سے دربار ریاست سے تعلق تھا بدینوجہ جملہ مہات ریاست ان کو واقفیت تامہ

حاصل تھی بالخصوص نواب صاحب کی مزاجدانی اور مژنناسی میں ملکہ کامل رکھتے تھے ہزبانس کے

نشاء مضمون پر ابتدائے فقرہ کلام سے حاوی ہو کر پورا پورا متشاء نواب صاحب بہادر کا اپنی ذہانت خداوند

سے لکھتے تھے نواب صاحب بہادر ان کی قابلیت اور کارگزاری سے کمال درجہ خوش تھے علاوہ بیش قرآن

مشاہرہ و جاگیر کے دو گاؤں سیر حاصل بطور استمرار براہ قدر دانی میرے والد مکرم کو مرحمت فرمائے اور

بوفور عزت افزائی ملقب بہ خطاب و فضیلت و نجابت مرتبت صداقت و دیانت منزلت و سیر مبارک

انتصاص حافظ محمد یوسف میٹری خاص و سیر الملک فرمایا۔

حضور نواب صاحب بہادر کو شاہان گذشتہ کی تاریخ سے کمال شوق ہے بعد از فراغ کار ریاست

بارہ بجے شب تک اس میں مشغولی فرماتے تھے میرے والد بزرگوار اپنی طاقت لسانی سے کتب تواریخ حضور  
نواب صاحب بہادر کے سنانے کے لئے ایسے جلد اور صاف پڑھتے کہ ہم عصر انکاروں میں کوئی متنفس  
ان کی برابری نہیں کر سکتا تھا حضور نواب صاحب بہادر تاریخ کو بطور افسانہ سماعت نہیں فرماتے  
تھے بلکہ انقلابات عالم پر کامل غور کیے اور اس سے مصلح لعلی و منلیت رعایا اور تہذیب اخلاق  
کے نفیس جو اس پر و کار آمد نتائج اخذ فرما کر بحینہ طبیعت میں فراہم کرتے تھے۔

اس مبارک نفس میں کے عہد دولت میں دشوار سے دشوار تہات اور قتلوں نے خرچ کیا مگر بیدار ساز  
حقیقی ہر ایک شہزادی آسانی سے طے ہو گئی اسی واسطے عام رعایاے ٹونک اس میں کو سکندر اقبال خیال کیا کرتی تھی  
قدرت نے حضور نواب صاحب کے مزاج میں جس طرح جوہر عدالت و حکمرانی اور بلکہ قوت باطنیہ  
و جہان بینی عطا فرمایا ہے ان کی نیک نیتی اور رعایاے ٹونک کی خوش نصیبی کی وجہ سے پرائم منسٹر  
یعنی وزیر اعظم نہایت درجہ کا بیدار مغز نیک نیت ریاست کو میسر ہوا یعنی افتخار الامراء و فخر الملک  
صاحبزادہ محمد عبید اللہ خان صاحب بہادر فیروز جنگ سی۔ ایس۔ آئی۔ جو نواب وزیر الدولہ بہادر  
مرحوم جنت آرام گاہ کے فرزند رشید اور حضور نواب صاحب بہادر فرما فرمائے حال کے عم بزرگ ہیں  
زیب افزائے وسادہ وزارت ہیں ان کی ذاتی قابلیت اور فطرتی دانشمندی سے انتظام ریاست  
نہایت اعلیٰ درجہ کی ترقی پہ ان کی حسن کارگزاری سے گورنمنٹ عالیہ ہند رضا مند اور حضور  
نواب صاحب بہادر خوشنود اور جملہ رعایاے ریاست نہایت مطمئن۔ ایک موقع پر سالانہ رپورٹ  
ریاست پر گورنمنٹ عالیہ ہند نے اس وزیر اعظم کی نسبت کمال رضا مندی کا اظہار فرما کر عمدگی  
اور شائستگی انتظام ریاست ٹونک کو دوسری ریاستہائے ہندوستان کے لئے نظیر قرار دیا  
اس سے زیادہ فخر کی بات ہم عصروں میں کیا ہو سکتی ہے؟

ارسطو فطرت وزیر بوجہ اپنے علو خاندانی اور جوہر فیض و قوت کے اور قدر دانی علوم و  
اشاعت فنون کے واقعی وحید العصر ہیں۔ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ان کی  
صفات حسنہ اور اخلاق رضیہ کے حسب حال ہے۔

بادوستان تاطف بادشمنان مدارا

آسائش دو گیتی تفسیریں موخرف است

میرے والد مکرم نے میری تعلیم میں نواب صاحب بہادر کے منشاء کے مطابق پوری کوشش کی ۱۸۹۱ء میں حضور نواب صاحب بہادر نے مجھ کو اپنے پرائیویٹ سکریٹری کے عہدے پر مقرر کر کے عزت بخشی اور دفتر انگریزی کی افسری پر تعینات فرمایا میری خدمت سے حضور نواب صاحب بہادر بہت خوش رہے ایک بار نہایت خوش ہو کر علاوہ عہدہ پرائیویٹ سکریٹری کے عہدہ نائب میرمنشی ریاست بھی عطا فرمایا۔ اور پے در پے خوشنودی مزاج کی اسناد مجھ کو عطا کیں کہ وہ میرے لئے باعث افتخار ہیں۔

و قضاء آسمانی سے حکم ازلی کے مطابق ۱۸۹۳ء میں میرے والد نے ملازمت ریاست سے علیحدگی اختیار کی اور شہر رتھک اپنے وطن میں آکر خانہ نشین ہو گئے مجھ کو بھی بہ تقاضائے رفاقت پوری ناگریز ان کی تقلید کرنی پڑی۔ ملازمت لونک سے آزادی حاصل کر کے ان کی خدمت میں حاضر ہوا گو میرے والد کو اور مجھ کو دوسری ریاستوں میں ملازمت کے موقع حاصل ہوئے لیکن طبیعت نے کسی نہج گوارا نہ کیا کہ ایک آقا کی ننگ خواری کر کے کسی دوسرے کی ذلہ ربائی کی جائے۔

بہت آئین دوپہنی زموس	قبلہ عشق یکے باشد و بس
----------------------	------------------------

گو سلسلہ ظاہری مفقود ہے مگر بہ لحاظ توسل سابقہ روحانی تعلق ناممکن القطع ہے لہذا بتقاضائے ننگ خواری شب و روز دعائے دولت خواہی رئیس ریاست و روزبان ہے۔

خداوردش درجہاں جاوداں	باقبال و دولت بود کامراں
-----------------------	--------------------------

بحالت سکونت وطن اس سے بہتر کوئی کام مجھ کو معلوم نہ ہوا کہ مختلف علوم کی کتابوں کے ترجمے اور تصانیف سے اہل ملک کو بھی اپنی ناچیز کوشش سے فائدہ پہنچاؤں اسی سبب گزشتہ سال درمجاہہ فرانس و پریشیا، پبلک کی خدمت میں پیش کی تھی اب یہ کتاب اہارون پیش کی جاتی ہے اصحاب ملک اور حضرات ناظرین کے اخلاق و کرم پر پھر وسہ کر کے امید رکھتا ہوں کہ اپنی بزرگی اور قدر دانی سے اس ناچیز محنت کو نظر قبولیت سے دیکھیں گے فقط ۱۲

خاکسار محمد مصباح الدین احمد عفی عنہ